متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

4

وعظ و نصیحت

2020ء

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مرکز اهل السنة والجماعة سرگودھا

نام کتاب	وعظ و نصیحت
تالیف:	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت	2021ء
بار اشاعت	اوّل

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

0321-6353540
0335-7500510

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللھم
صل علی محمد و علی آل محمد
کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم
انک حمید مجید
اللھم
بارک علی محمد و علی آل محمد
کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم
انک حمید مجید

فہرست

شانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (حصہ دوم) 85

اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں! 95

عبادات کا اَخلاقی پہلو........................ 101

##

کروناوائرس (چند تدابیر چند تجاویز) 137

درود و سلام کی اہمیت و ضرورت 142

صدقہ وخیرات کے دس احکام ومسائل 150

باہمی ہمدردی کی ضرورت 156

سحری کی فضیلت 159

مصائب و آلام......عذاب یا انعام؟ 175

سود کی لعنت سے بچیں 183

قتل اور اس کی سنگینی 316

##

شرک کی قباحت/دم و تعویذ کی شرعی حیثیت 382

##

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات 407

کتاب سے استفادہ کا طریقہ

☆ دینی علم میں اضافے کی نیت سے پڑھیں۔

☆ اسلامی معلومات کو اپنی زندگی کے معمولات بنانے کے جذبہ سے پڑھیں۔

☆ اسے سب سے زیادہ اپنی پھر درجہ بدرجہ دیگر لوگوں کی ضرورت سمجھیں۔

☆ اپنے گھر، اپنے ادارے (خواہ تعلیمی ہو یا تجارتی) میں ہفتہ وار ایک مختصر سی مجلس لگائیں اور اس میں اس کے ایک حصے کی مناسب تشریح کے ساتھ تعلیم کرادیں۔

☆ ائمہ اور خطباء کرام پہلے اس کے ایک حصہ کا مطالعہ کریں بعد ازاں اپنے الفاظ میں سمجھادیں۔

☆ کتاب میں موجود آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے حوالے لکھ دیے گئے ہیں لہذا کسی الجھن کا شکار ہوئے بغیر شرح صدر سے بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ میری، میرے متعلقین اور تمام عالم اسلام کے ہر طبقے کے افراد کی اصلاح فرمائے۔ دنیا اور آخرت کی ساری کامیابیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

جمعرات، 31 دسمبر، 2020ء

مقاصدِ وعظ و نصیحت

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنوری 2017ء سے ہر ہفتے کو باقاعدگی سے ”وعظ و نصیحت“ کے عنوان سے کچھ گزارشات اپنے متعلقین کی خدمت میں روانہ کی جارہی ہیں یہ اس سلسلے کی چوتھی کڑی ہے۔ مندرجہ ذیل مقاصد پیش نظر رہے۔

1: اپنی ذاتی و نجی زندگی کو احکام شریعت کے مطابق گزارنا۔

2: اپنے گھر کے ماحول کو سنوارنا۔

3: اپنے خاندان، قوم اور قبیلے کے ماحول کو بہتر سے بہتر بنانا۔

4: پاکستان اور دنیا کے ہر ملک میں بسنے والے اہل اسلام کی فکر کرنا۔

5: جن کے پاس اسلامی تعلیمات ہیں ان میں عمل اور اخلاص کا جذبہ پیدا کرنا۔

6: جن کے پاس اسلامی تعلیمات نہیں ہیں اُن کو اِن سے روشناس کرانا۔

7: معاشرتی اور سماجی موضوعات میں اسلامی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا۔

8: اسلام کے وہ زریں اور سنہرے اصول جو پوری انسانیت میں امن و سکون کا باعث ہیں، ان کو پھیلانا۔

9: سوشل میڈیا کے وسیع فورم پر پھیلنے والی بے دینی، گمراہی اور بے حیائی کے سامنے اپنی ہمت کے مطابق بند باندھنا۔

10: خطباء کرام کو جمعۃ المبارک کے بیان کے لیے علمی مواد فراہم کرنا۔

دنیا میں ایسے رہو!

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بہت تھوڑے وقت کے لیے بھیجا ہے اور ہم نے اس میں آخرت کے لیے بہت زیادہ کام کرنا ہے، اس احساس کو تازگی بخشتے رہنا چاہیے۔ قرآن کریم متعدد مقامات پر اس کی طرف توجہ دلاتا ہے، دنیا کو عارضی، اس کے ساز وسامان کو بے حیثیت اور بہت کم بلکہ دھوکہ قرار دیتا ہے۔

دنیا اور اس کی محبت:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جس چیز میں فی الحال حظِ نفس ہو اور آخرت میں اس کا ثمرہ مرتب نہ ہو، وہ دنیا ہے۔ دنیا لغۃً نزدیک چیز کا نام ہے اور عرفاً مطلق اس حالت کا نام ہے جو موت سے پہلے ہے اور شرعاً خاص اس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرۃ ہے اور مجازاً ان اموال و امتعہ (ساز و سامان) پر اطلاق کیا (بولا) جاتا ہے جو اس کی مانعیت کے اسباب بن جائیں پس جو احوال از قسم اقوال ہوں یا از قبیل افعال و اعمال یا عقائد و علوم ہوں اسی طرح جو اموال کہ آخرت، واجبۃ التحصیل سے مانع ہوں گے وہ سب دنیائے حرام و مذموم میں داخل ہیں اور ان کے مذموم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔

دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں، مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے البتہ علم و معرفت الٰہی اور نیک کام جن کا ثمرہ مرنے کے بعد ملنے والا ہے ان کا وقوع اگرچہ دنیا میں ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ دنیا سے مستثنیٰ ہے اور ان کی محبت دنیا کی محبت نہیں بلکہ آخرت کی محبت ہے۔“

شریعت اور طریقت از حضرت تھانوی: ص206

تمام گناہوں کی بنیاد:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہر چند ہمارے اندر مختلف امراض پائے جاتے ہیں لیکن بنص قرآن و حدیث اصل تمام امراض کی صرف ایک ہی چیز حُبِّ دنیا (دنیا کی محبت) ہے... جس میں حب دنیا ہو گی اس کو آخرت کا اہتمام ہی نہ ہو گا جب آخرت کا اہتمام نہ ہو گا وہ شخص نہ تو اعمال حسنہ کو انجام دے گا اور نہ برائیوں سے بچے گا اور ایسے ہی برعکس۔ جب آخرت کی فکر ہوتی ہے تو جرائم صادر نہیں ہوتے کیونکہ حب دنیا میں فکر دین کم ہوتی ہے جس درجہ کی حب دنیا ہو گی اسی درجہ کی فکر دین کم ہو گی اگر کامل درجہ کی حب دنیا ہو گی تو کامل درجہ کی دین کی بے فکری ہو گی۔“

شریعت اور طریقت از حضرت تھانوی: ص207

دنیاوی ساز و سامان:

قرآن کریم نے ایک مقام پر دنیاوی ساز و سامان کی مختصر مگر جامع ترین تشریح ان الفاظ میں ذکر فرمائی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ:14

ترجمہ: لوگوں کے لیے ان چیزوں کی محبت کو خوشنما بنا دیا گیا ہے جو ان کی خواہش کے مطابق ہوتی ہیں یعنی عورتیں، بچے، سونے و چاندی کے ڈھیر، عمدہ نشان لگائے ہوئے گھوڑے، مویشی اور کھیتیاں۔ یہ سب دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہیں جبکہ ابدی انجام کا (حقیقی) حسن اللہ کے ہاں ہے۔ (جو مرنے کے بعد کام آئے گا)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق:

درج بالا آیت کے بارے حکیم الامت مجدد الملت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ جو فرمایا کہ ان چیزوں کی محبت خوشنما معلوم ہوتی ہے اس کا حاصل میرے ذوق میں یہ ہے کہ محبت و میلان غالب حالات میں موجب فتنہ ہو جانے کی وجہ سے ڈر کی چیز تھی مگر اکثر لوگ اس کو سبب ضرر نہیں سمجھتے بلکہ اس میلان کو علی الاطلاق اچھا سمجھتے ہیں چونکہ مذاق مختلف تھے اس لیے مختلف چیزیں بیان فرمائیں کسی کو عورتوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور کسی کو اولاد سے، کسی کو سونے چاندی سے کسی کو گھوڑوں سے، کسی کو بیلوں اور کھیتی سے۔ کسی کو عورتوں سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ دن رات اسی میں مبتلا ہیں ہر وقت یہی خیال ہے۔ کسی کو اولاد کی ایسی چاہت ہوتی ہے کہ دن رات اسی دُھن میں رہتے ہیں کہ بیٹا ہو، پوتا ہو، پڑپوتا ہو۔ بعض رؤسا کو بیلوں اور گھوڑوں سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ ریاست بھی غارت کر بیٹھتے ہیں وجہ یہ کہ محبت کے افراط میں جنون ہوتا ہے۔“

شریعت اور طریقت از حضرت تھانوی: ص210

بوڑھی چڑیل:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دنیا کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اس پر فریفتہ ہو رہے ہیں اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو سخت نفرت ہو جائے جیسے کسی چڑیل بڑھیا کو لال ریشمی لباس پہنا دیا گیا ہو اور نقاب سے منہ ڈھانک دیا گیا ہو اور کوئی اس کو حسین اور خوب صورت سمجھ کر دم بھرنے لگے۔“

شریعت اور طریقت از حضرت تھانوی: ص211

دنیاوی زندگی سراسر دھوکہ ہے:

وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ

سورۃ آل عمران: رقم الآیۃ 185

ترجمہ: دنیاوی زندگی تو سراسر دھوکے کا سامان ہے۔

دنیاوی ساز و سامان کی بے وقعتی:

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ

سورۃ النساء، رقم الآیۃ 77

ترجمہ: (اے میرے محبوب پیغمبر) آپ لوگوں کو یہ بات فرما دیں کہ دنیا کا ساز و سامان (دیکھنے میں کتنا ہی زیادہ معلوم ہو پھر بھی) بالکل بے حیثیت اور کم ہے۔

نادانی کی بات:

اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیۡلٌ

سورۃ التوبۃ: رقم الآیۃ 38

ترجمہ: کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پر خوش ہو؟ (کتنی نادانی کی بات ہے کیونکہ) آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی بہت ہی مختصر ہے۔

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی حیثیت:

اَللّٰہُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ وَ فَرِحُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ

سورۃ الرعد: رقم الآیۃ 26

ترجمہ: یہ اللہ کی مرضی ہے کہ جس کا چاہے رزق بڑھائے اور جس کا چاہے گھٹائے اور وہ لوگ دنیاوی زندگی پر خوش ہیں جبکہ یہ تو آخرت کے مقابلے میں معمولی سی ہے۔

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ

سورۃ غافر: رقم الآیۃ39

ترجمہ: اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے کی جگہ ہے۔

دنیا میں ایسے رہو:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6416

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کندھے سے پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایسے رہو جیسا کہ کوئی مسافر یا راہ گیر رہتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم کو شام میسر آجائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح مل جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اپنی صحت اور زندگی کو غنیمت سمجھ کر بیماری اور موت سے پہلے وہ کام کرو جو مرنے کے بعد کام آتے ہیں۔

مسافر کی طرح:

آج کے اس ترقی یافتہ زمانے میں جبکہ ہر طرح کی سہولیات عام ہو چکی ہیں اس کے باوجود سفر کی صعوبت اور مشکلات ایسی حقیقت ہیں کہ کوئی شخص بالخصوص جو سفر میں رہتا ہو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ تجربے سے ثابت ہے کہ سفر میں وہ مسافر جن کا سامان سفر مختصر ہو باقی مسافروں کی نسبت راحت میں رہتے ہیں۔ ہر مسافر کی یہی

خواہش ہوتی ہے کہ وہ جلد سفر مکمل کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔ اسی طرح دنیا کے اس مسافر خانے میں ہر مومن مسافر کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جلد اپنا سفر مکمل کر کے اپنی منزل مقصود رضائے باری تعالیٰ تک پہنچے۔

میرا دنیا سے کیا واسطہ؟

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِی جَنْبِہِ فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ: مَا لِیْ وَلِلدُّنْیَا مَا أَنَا فِی الدُّنْیَا إِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا۔

جامع الترمذی: رقم الحدیث: 2377

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر سوئے جب سو کر اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے اس حالت کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کی راحت کے لیے آرام دہ بستر کا انتظام کریں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ؟ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سوار ہو جو کچھ دیر سستانے کے لیے کسی درخت کے نیچے لیٹ جائے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے چل دے۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر اختیاری تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

عَنْ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّلَمِیِّ قَالَ: خَطَبَ عَلِیُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بِالْکُوْفَۃِ فَقَالَ: یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَیْکُمْ طُوْلُ الْأَمَلِ وَاتِّبَاعُ الْھَوٰی فَأَمَّا طُوْلُ الْأَمَلِ فَیُنْسِی الْآخِرَۃَ وَأَمَّا اتِّبَاعُ الْھَوٰی فَیُضِلُّ عَنِ الْحَقِّ أَلَا

إِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ مُدْبِرَةً وَالْآخِرَةُ مُقْبِلَةٌ وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُونَ فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ وَلَا تَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابٌ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ.

شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث: 10130

ترجمہ: ابو عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کوفہ میں ایک بلیغ خطبہ دیا، آپ نے فرمایا: لوگو! مجھے تمہارے بارے دو باتوں کا ڈر ہے۔ اور وہ یہ ہیں: (دنیاوی کاموں سے وابستہ) لمبی لمبی امیدیں اور خواہشاتِ نفس کے مطابق زندگی گزارنا۔ جہاں تک پہلی چیز کا تعلق ہے تو اچھی طرح یاد رکھنا کہ دنیاوی کاموں سے وابستہ لمبی لمبی امیدیں رکھنا آخرت کو بھلانے والی چیز ہے اور خواہشات نفس کے مطابق زندگی گزارنا ایسا عمل ہے جو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے سے دور کرتا ہے۔ پھر فرمایا: دنیا رخصت ہو رہی ہے اور آخرت ہماری طرف بڑھے چلی آ رہی ہے ان دونوں (دنیا اور آخرت) کے چاہنے والے موجود ہیں تم دنیا دار کے بجائے آخرت والے بنو! یہ دنیا عمل کی جگہ ہے جہاں حساب نہیں ہوتا اور آخرت حساب کی جگہ ہے وہاں کوئی عمل نہیں ہو سکے گا۔

اب پچھتائے کیا؟

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ

سورۃ المؤمنون: رقم الآیۃ: 99، 100

ترجمہ: اللہ کے نافرمان کو جب موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے ایک بار دنیا میں بھیج! تاکہ میں وہاں جا کر آپ کو راضی کرنے والے وہ کام کر سکوں جن

کو پہلے میں نے چھوڑ رکھا تھا۔

اٹل حقیقت:

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ روز و شب کا تسلسل ہمیں موت کے قریب کیے جارہا ہے۔ جب کسی گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب خوش ہوتے ہیں، پھر وہ بولنے لگتا ہے خوشی اور بڑھ جاتی ہے جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے تو والدین کے چہرے مسرت و شادمانی سے تمتما اٹھتے ہیں اور جب وہ کڑیل جوان ہوتا ہے تو والدین کی خوشی دیدنی ہوتی ہے لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارا بچہ دن بدن موت کے قریب جارہا ہے اس کی مقرر شدہ زندگی ہر گزرنے والے لمحے میں موت کے قریب تر ہوتی چلی جارہی ہے۔ اس لیے کامیاب انسان وہ ہوتا ہے جو آخرت کی تیاری کرے اور دنیا میں ایسے رہے۔ (جیسے مسافر یاراہ گزر رہتا ہے)۔

اللہ والوں کی فکرِ آخرت:

كَانَ بَعْضُ السَّلَفِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ قَالَ لأَهْلِهِ: أَسْتَوْدِعُكُمُ اللهَ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ مَنِيَّتِي الَّتِي لا أَقُومُ مِنْهَا... وَقَالَ آخَرُ: إِنِ اسْتَطَاعَ أَحَدُكُمْ أَنْ لا يَبِيتَ إِلا وَعَهْدُهُ عِنْدَ رَأْسِهِ مَكْتُوبٌ فَلْيَفْعَلْ فَإِنَّهُ لا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَبِيتُ فِي أَهْلِ الدُّنْيَا وَيُصْبِحُ فِي أَهْلِ الآخِرَةِ.

موارد الظمآن لدروس الزمان: قصیدہ زھدیہ

ترجمہ: اولیاء اللہ میں سے بعض حضرات جب سونے لگتے تو گھر والوں سے کہتے: میں تم سب کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں شاید میں اس نیند سے نہ اٹھ سکوں اور بعض (حضرت بکر المزنی رحمہ اللہ) اس طرح فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص رات کو سونے سے پہلے وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس رکھ سکتا ہو تو وہ ضرور رکھے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ جب وہ سوئے تو وہ دنیا میں موجود ہو اور جب صبح ہو تو آخرت جا چکا ہو۔

فائدہ: وقت اور صحت کو غنیمت جانیں اس بارے دھوکے کا شکار نہ ہوں۔

دو عظیم نعمتیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6412

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے اکثر لوگ دھوکہ کا شکار ہو جاتے ہیں: صحت و تندرستی اور فرصت کے لمحات۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کا قانون کرم دیکھیے کہ صحت اور فرصت کے زمانے میں کی جانے والی عبادات بیماری اور سفر کے دنوں میں بھی کام آتی ہیں۔ جو شخص صحت اور فرصت کی حالت میں عبادات کرتا رہا ہو پھر اس پر بیماری آگئی یا وہ مسافر بن گیا جس کی وجہ سے اب وہ نفلی عبادات نہیں کر سکا تو اللہ تعالیٰ عبادات کیے بغیر ہی اس کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا.

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2996

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ بیمار پڑ جائے یا مسافر بن جائے اور اس وجہ سے وہ اپنے معمولات پورے نہ کر پایا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ان معمولات کا ثواب برابر اسی طرح لکھواتے رہتے ہیں جس طرح صحت مند اور مقیم ہونے کی حالت میں اس کے لیے لکھا جاتا تھا۔

آخرت کی ندامت:

عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوْتُ إِلَّا نَدِمَ۔ قَالُوْا: وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُوْنَ ازْدَادَ وَإِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُوْنَ نَزَعَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2403

ترجمہ: یحیٰ بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سناتے تھے: ہر مرنے والا شخص آخرت میں ندامت اٹھائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیوں اور کیسی ندامت؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مرنے والا شخص نیک تھا تو اسے یہ ندامت ہو گی کہ اس نے مزید اچھے کام کیوں نہ کیے اور اگر مرنے والا گناہ گار ہو گا تو اسے یہ ندامت ہو گی کہ اس نے (نیک اعمال کیوں نہ کیے) اور خود کو برائیوں سے کیوں نہ بچایا۔

دنیا میں دل لگا کر رہنے کے بجائے مسافر اور رہ گزر لوگوں کی طرح زندگی گزاری جائے۔ زندگی میں صحت اور فرصت کے لمحات کی قدر کرنا چاہیے اور ایسے کام کرنے چاہییں جو مرنے کے بعد کام آسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پوری زندگی شریعت کے موافق گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 2 جنوری، 2020ء

جنت کی ضمانت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو اعضاء عطاء فرمائے ہیں ان کو کہاں ،کب اور کیسے استعمال کرنا ہے؟ اس کا طریقہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے۔ اگر تعلیماتِ نبوی کے عین مطابق ان اعضاء کو استعمال کیا جائے تو اس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی ضمانت دی ہے۔

ہر مسلمان خواہ وہ عملی طور پر کتنا ہی کمزور ہو اور گناہ گار ہو اس کی خواہش اور تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے بچا کر جنت عطا فرمائیں۔ کس قدر خوش نصیبی کی بات ہے کہ ہماری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے اور اس کے پورا ہونے کی ضمانت بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود دیتے ہیں۔ آیئے اس بارے ایک حدیث مبارک کو عمل کے جذبے سے پڑھتے ہیں۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اُصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَأَوْفُوْا إِذَا وَعَدْتُّمْ وَأَدُّوْا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا أَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ۔

السنن الکبری للبیہقی، رقم الحدیث: 12691

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو اس کے بدلے میں آپ لوگوں کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

1: جب بات کرو تو سچی بات کرو۔

2: جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔

3: جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو صحیح طور پر واپس کرو۔

4: اپنی شرم گاہوں کی (گناہوں سے) حفاظت کرو۔

5: اپنی نگاہوں کو (ناجائز اور حرام چیزیں دیکھنے سے) بچاؤ۔

6: اپنے ہاتھوں کو (یعنی خود کو کسی پر ظلم وغیرہ کرنے سے) روکو۔

سچ بولو:

پہلی چیز جس کی ضمانت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے لی ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی بولیں، سچ بولیں۔ کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ اسلامی تعلیمات میں سچ کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ سچ بولنا ایسی اچھی صفت ہے کہ مذہب سے ہٹ کر دیگر امور میں بھی اس صفت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کاروبار میں جو تاجر اور دکاندار سچا اور زبان کا پکا ہوتا ہے لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے کاروبار سے خوب نفع حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح دیگر جس قدر باہمی معاملات ہیں ان میں سچائی اپنا رنگ دکھاتی ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ صفت اپنانے کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے بلکہ اس کو لازمی قرار دیتا ہے کہ ہر حال میں اس کو اپنایا جائے خواہ وہ دینی معاملات ہوں یا دنیاوی سب میں سچ بولنے کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اس لیے جنت کی خواہش رکھنے والے ہر مسلمان کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ تعلیم دیتے ہیں کہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 6803

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ بولنا ایسا عمل ہے جو نیکی کی راہ پر چلاتا ہے اور نیکی والا راستہ سیدھا جنت جاتا ہے اور یقینی بات ہے کہ آدمی سچ بولتا رہتا ہے بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ "صدیق" بن جاتا ہے۔ اور جھوٹ بولنا ایسا عمل ہے جو برائی کی راہ پر چلاتا ہے اور برائی والا راستہ سیدھا جہنم جاتا ہے اور یقیناً جب کوئی آدمی جھوٹ کی عادت ڈال لیتا ہے وہ جھوٹ بولتا رہتا ہے بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں "کذّاب" لکھ دیا جاتا ہے۔

نوٹ: صدق و سچائی کے بارے تفصیل سے وعظ و نصیحت جلد اول ص 51 تا 60 ملاحظہ فرمائیں۔

وعدہ پورا کرو:

دوسری چیز جس کی ضمانت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے لی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی وعدہ کرو تو اسے ضرور پورا کرو۔ آج کے دور میں بھی ایفائے عہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وعدہ خلافی کو برا سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اس عمل کو علامت تقویٰ قرار دیا ہے اور ایسے شخص کو اللہ کا محبوب قرار دیا ہے۔

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:4

ترجمہ: اپنے وعدوں کی مدت کو پورا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ متقین سے محبت فرماتے ہیں۔

اس عمل کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے کہ

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا

سورۃ بنی اسرائیل، رقم الآیۃ:34

ترجمہ: وعدہ پورا کرو، یقیناً وعدہ کی پاسداری کے بارے تم سے سوال کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیہِ خَصْلَۃٌ مِنْھُنَّ کَانَتْ فِیہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا إِذَا أُؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَإِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:34

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار (عادات وصفات) جس شخص میں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان صفات میں سے ایک صفت ہو تو اس میں نفاق اسی کے بقدر رہے یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا وغیرہ ہو جائے تو گالم گلوچ پر اتر آئے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللّٰہُ الأَوَّلِینَ وَالآخِرِینَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُرْفَعُ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ فَقِیلَ ھٰذِہِ غَدْرَۃُ فُلاَنِ بْنِ فُلاَنٍ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4627

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع کریں گے پھر ہر اس شخص کے لیے ایک جھنڈا گاڑیں گے جو بدعہدی کرنے والے ہیں اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے۔

امانت ادا کرو:

تیسری چیز جس کی ضمانت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے لی ہے وہ

یہ ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی شخص امانت رکھوائے تو اس کو وہ چیز صحیح صحیح طریقے سے واپس کرو اس میں کوئی خیانت وغیرہ نہ کرو۔ آج کے دور میں بھی امانت داری کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور خیانت کو برا سمجھا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ أَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيثٍ وَحُسْنُ خَلِيقَةٍ وَعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:6652

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب چار عادتیں تم میں پیدا ہو جائیں تو دنیا کی پریشانیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ وہ چار عادات یہ ہیں: امانت داری، صدق، حسن خلق اور حلال رزق۔

معراج کی رات جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و جہنم کا مشاہدہ فرمایا اس موقع پر آپ کو بطور مثال وہاں کے لوگ بھی دکھائے گئے چنانچہ اسی سفر معراج کے مشاہدات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے شخص پر ہوا جس نے لکڑیوں کا بھاری گٹھا جمع کر رکھا اور اس میں اُٹھانے کی ہمت نہیں پھر بھی لکڑیاں جمع کر کر کے گٹھے کو بڑھا رہا ہے پوچھنے پر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یہ وہ شخص ہے جو صحیح طور پر امانت ادا نہیں کرتا۔

شرم گاہوں کی حفاظت کرو:

چوتھی چیز جس کی ضمانت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے لی ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو یعنی شرعاً حرام اور ناجائز موقعوں پر استعمال نہ کرو۔ ناجائز جنسی ملاپ سے اپنی حفاظت کرو۔ جو چیزیں شرم گاہوں کے ناجائز استعمال کا سبب ہیں ان کا اجمالی تذکرہ اس طرح ملتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِكُلِّ بَنِي آدَمَ حَظٌّ مِنَ الزِّنَا فَالْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا الْمَشْيُ وَالْفَمُ يَزْنِي وَزِنَاهُ الْقُبَلُ وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 8526

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کا زنا سے کچھ نہ کچھ واسطہ پڑتا رہتا ہے آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا بد نظری کرنا ہے، ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (شہوت کے ساتھ شرمگاہ کو اور غیر محرم کو) پکڑنا ہے، پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (شہوت کی جگہوں کی طرف) چلنا ہے، منہ بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا (غیر محرم یا شرعاً ناجائز مقامات کا) بوسہ لینا ہے۔ دل خواہش اور آرزو کرتا ہے اور شرمگاہ اس کے ارادے کو کبھی پورا کرتی ہے اور کبھی نہیں کرتی۔

نگاہوں کو حفاظت کرو:

پانچویں چیز جس کی ضمانت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے لی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو۔ غیر محرم اور اجنبی خواتین اور تمام ناجائز مناظر مت دیکھیں اس سے فحاشی، عریانی اور بے حیائی پھیلتی ہے۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ تم زنا نہ کرو بلکہ اسے بے حیائی اور بہت برا راستہ قرار دے کر اس کے قریب جانے سے بھی روک دیا ہے۔ یعنی تمام ایسی باتوں سے خود کو بچانے کا حکم دیا جن کی وجہ سے انسان زنا جیسی لعنت میں گرفتار ہو سکتا ہے یعنی نامحرم کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو، تنہائی، بوس و کنار وغیرہ۔ عموماً بد نظری سے شروع ہونے والا سفر بدکاری تک جا کر ہی تمام ہوتا ہے۔ معراج کی رات جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و جہنم کا مشاہدہ فرمایا

اس موقع پر آپ کو بطور مثال وہاں کے لوگ بھی دکھائے گئے چنانچہ اسی سفر معراج کے مشاہدات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھا رہے ہیں۔ دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال عورت موجود ہے مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ رات گزارتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔

خود کو ظلم سے روکو:

چھٹی چیز جس کی ضمانت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے لی ہے وہ یہ ہے کہ کسی پر ظلم نہ کریں۔ عام طور پر چونکہ ظلم ہاتھوں سے سرزد ہوتا ہے اس لیے حدیث مبارک میں ہاتھوں کو روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2442

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان؛ مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم و زیادتی کرتا ہے، نہ اس کو اوروں کے سپرد کرتا ہے۔ جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا

رہتا ہے اللہ پاک اس کی ضرورتیں پوری فرماتے ہیں اور جو کوئی کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے اللہ پاک اس سے قیامت کے دن کی مصیبتیں دور فرمائیں گے اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ پاک قیامت کے روز اُس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

ہم سے جن چیزوں کی ضمانت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لی ہے اگر ہم واقعتاً ان کی ضمانت دے دیں یعنی ان کی پابندی کریں تو یقین مانیے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی ضمانت دی ہے وہ ضرور مل کر رہے گی۔ اور وہ چیز جنت ہے۔ اور یہی ہر مسلمان کی خواہش اور تمنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ سب اعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں جن کی ہم سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضمانت لینا چاہتے ہیں اور اپنے کرم سے ہمیں وہ عطا فرمائیں جس کی اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمانت دی ہے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 9 جنوری، 2020ء

پُر سکون زندگی

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ کامیابی، بھلائی اور سکون واطمینان کا راستہ صرف اور صرف وہی ہے جس کی طرف اسلامی شریعت نے رہنمائی فرمائی ہے۔

آج کا زمانہ جسے زمانے والے ترقی یافتہ زمانہ کہتے ہیں اس میں سکون کو تلاش کرنے کے لیے بہت کوششیں ہو رہی ہیں۔ جدید طرزِ معاشرت، جدید تعلیم اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے اس تک رسائی کی کوششیں برابر جاری ہیں لیکن جسے ”سکون“ کہتے ہیں وہ کہیں نظر نہیں آ رہا۔ آسائش، آرائش اور زیبائش کی ظاہری دنیا میں بھی سکون کا وجود گم ہو کر رہ گیا ہے بلکہ ظاہری اسباب کی بہتات کے باوجود بے سکونی، الجھنیں، پریشانیاں اور دنیاوی بکھیڑے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اور سکونِ دل کی دنیا تنگ سے تنگ ہوتی چلی جا رہی ہے۔

تنگ زندگی:

وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا

سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ:124

ترجمہ: اور جو شخص بھی میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کی وجہ سے اسے بہت تنگ زندگی ملے گی۔

معلوم ہوا کہ تنگ دلی والی زندگی کی وجہ اسلامی تعلیمات سے منہ موڑنا ہے اگر مسلمان اپنی پوری زندگی پر نگاہ ڈالے تو معلوم ہو گا کہ چوبیس گھنٹوں میں سوائے چند منٹ کے باقی سارا کا سارا وقت ہی اسلامی تعلیمات کے خلاف گزارا جا رہا ہے۔

تنگ زندگی کا حل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2466

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر کیا: اے آدم کی اولاد! تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کرلے تو میں تیرے دل میں سکون والی نعمت عطا کردوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ تیری تنگ دستی، محتاجی اور فقر کو بھی ختم کردوں گا۔ اگر تو نے اس طرح نہ کیا تو پھر میں تجھے دنیا کی الجھنوں میں الجھائے رکھوں گا اور تجھے محتاجی (بے سکونی) میں مبتلا کیے رکھوں گا۔

کاروبار زندگی ختم نہ کریں:

حدیث مبارک میں پہلی بات یہ ذکر کی گئی ہے کہ اے ادم کی اولاد! تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کرلے تو میں تیرے دل کو سکون کی نعمت سے مالا مال کردوں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا کے کام کاج سے کنارہ کرلے، حلال رزق کمانے کی ساری تدابیر ختم کرڈالے اور گوشہ نشین ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اس طرز عمل کی اسلام حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

عبادت کے لیے فراغت:

انسان یہ ارادہ کرے ساری زندگی شریعت کی تعلیمات کے مطابق گزارے گا۔ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد سب کو اچھے طریقے سے ادا کرے گا۔ تجارت، زراعت، سیاست اور دیگر کاروبار زندگی میں شریعت کے احکام پر ضرور عمل کرے گا۔

سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر شیطان اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہیں کرے گا۔

مشترکہ المیہ:

ہم سب کا مشترکہ المیہ یہ ہے کہ ہم ہر کام کے لیے خود کو فارغ کر لیتے ہیں۔ کھانا پینا، سونا جاگنا، آنا جانا، ملنا جلنا ہو یا اسی طرح دوست احباب کی مجلس محفل میں شریک ہونا ہو، دعوتیں اڑانی ہوں، سیر و سیاحت کرنی ہوں یا کھیل تماشے وغیرہ دیکھنے ہوں۔ الغرض سوائے اللہ کو راضی کرنے کے باقی سارے ضروری و غیر ضروری کاموں کے لیے ہمارے پاس وقت ہوتا ہے لیکن جونہی اللہ کو راضی کرنے کا وقت آتا ہے اور نماز کی ادائیگی، قرآن کی تلاوت، ذکر و اذکار، نوافل، دینی تعلیم، غرباء مساکین اور مستحق لوگوں کی امداد کرنی ہو یا شرعی حدود میں رہتے ہوئے سماجی و رفاہی خدمات کرنی ہوں تو ہمارے پاس ایک نہیں ہزار بہانے ہوتے ہیں۔ اور ہم خود فریبی میں مبتلا ہو کر مصروفیات کی آڑ میں سب عبادات کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

گناہوں کے وبال کی صورت:

ہم اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقت نکالیں گے تو اللہ ہمارے دلوں سے بے سکونی اور پریشانیوں کو نکال دیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ خود کو گناہوں سے بچانے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے تاکہ گناہوں کا وبال رزق میں تنگی، قلبی بے سکونی، ذہنی پریشانی اور گھریلو ناچاقیوں کی صورت میں ہمارے اوپر نہ آپڑے۔

بے سکونی کب آتی ہے؟

حدیث مبارک کے دوسرے حصے میں اس بات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ دلوں میں بے سکونی اور گھروں میں بے برکتی کب ڈیرے ڈالتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اولادِ آدم! اگر تو نے میری اطاعت، بندگی اور عبادت نہ کی اور

مسلسل میری نافرمانی کرتا رہا تو میں تجھے دنیاوی بکھیڑوں اور الجھنوں میں ایسا الجھا دوں گا کہ تجھے اپنی زندگی میں سکون نام کی چیز بھی نظر نہیں آئے گی۔ بظاہر تمام ظاہری اسبابِ سکون موجود ہوں گے لیکن خود سکون نہیں ہوگا۔ تجھے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات گزرنے کا احساس بھی نہ ہوگا اور فرشتہ موت کا پیغام لیے تیرے پاس آ پہنچے گا پھر تیرے چاہنے کے باوجود بھی تجھے کسی نیک عمل کرنے کی مہلت نہیں ملے گی اور تو بے بس ہو کر حسرت کی تصویرِ بے جان بن جائے گا۔

بے سکونی سے نکلنے کا راستہ:

آج ہم میں سے ہر بندہ اپنی بے سکونی کا رونا تو روتا ہے اور اس مصیبت سے نکلنے کے لیے کئی جتن اختیار کرتا ہے لیکن اس سے نکلنے کا جو راستہ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا ہے اس پر چلنے کے لیے تیار نہیں۔ اس سے بڑی نادانی اور کیا ہو گی کہ زہر کا تریاق موجود ہونے کے باوجود اسے کام میں نہ لایا جائے اور زہر کے اثر سے خود کو ہلاک کر لیا جائے۔

علماء توجہ فرمائیں!

اہل حق علماء کرام کی جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کی وارث ہے اس کے ذمہ خود اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا بھی ہے اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی درستگی بھی ہے۔ یہ میدان ایسا ہے کہ انسان کو تھکا دیتا ہے دوسروں کو وعظ و نصیحت، تعلیم و تبلیغ اور سلوک و احسان کی منازل طے کراتے کراتے جسم بہت تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے ایسی تھکاوٹ کے وقت اپنی طبیعت پر جبر کر کے عبادت کرنی چاہیے۔ اس سے جی نہیں چرانا چاہیے اور محض اتنی بات پر بھروسہ کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہیے کہ میں نے لوگوں کو تبلیغ کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر لی ہے بلکہ اپنی انفرادی نفلی عبادات کے لیے بھی وقت نکالنا چاہیے اور اس میں خوب عبادات کرنی چاہییں کیونکہ اسی سے

تعلق مع اللہ مضبوط ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ نیت میں اخلاص، عمل میں اعتدال، زبان میں تاثیر اور سب سے بڑھ کر علم میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر اس میں سستی کر لی جائے اور اپنے اعمال و مجاہدات پر توجہ نہ دی جائے تو؛ توجہ الی الخالق کے سامنے توجہ الی المخلوق رکاوٹ بن جاتی ہے۔ انسان دوسروں کے فائدہ پہنچانے میں اتنا دور چلا جاتا ہے کہ اپنے نقصان کا ادراک بھی نہیں کر پاتا۔

تھکا دینے والی نفلی عبادات:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

فَاِذَا فَرَغْتَ۔الخ۔۔ فِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ الشَّیْخَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الْاِرْشَادِ وَالتَّعْلِیْمِ یَشْتَغِلُ بِالْمُنَاجَاةِ وَالتَّفَكُّرِ فِیْ خَلْوَةٍ وَلَا یَحْسِبُ اَنَّهٗ غَیْرُ مُحْتَاجٍ اِلَى الْمُجَاهَدَةِ۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک، تحت آیت ھذہ

ترجمہ: فَاِذَا فَرَغْتَ۔۔ الخ اس میں اشارہ ہے کہ جب شیخ (طریقت) لوگوں کے عقائد و اعمال کی تربیت سے فارغ ہو تو اکیلے میں اللہ سے راز و نیاز اور مناجات میں خود کو مصروف کر لے اور اپنے آپ کو تھکا دینے والی نفلی عبادات سے بے نیاز نہ سمجھے۔

اس لیے علماء کرام، مشائخ طریقت اور دین کی دعوت دینے والے افراد کو دوگنی محنت سے کام کرنا چاہیے کہ عوام کے لیے دینی تعلیم و تربیت میں محنت کریں اور اپنی ذاتی زندگی کے لیے بھی نفلی عبادات کا خوب اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 16 جنوری، 2020ء

بحران اور ذخیرہ اندوزی

اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کی تمام پریشانیوں کو ختم فرمائے بالخصوص مسلمانان پاکستان اس وقت شدید اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ اجناس کے بحران نے تباہ کر دیا ہے مزید بے احساسی کا یہ عالم ہے کہ تجارت پیشہ افراد اس موقع پر دونوں ہاتھوں سے لوٹنے میں لگے ہوئے ہیں۔ آیئے اس بارے قرآن و سنت کی رہنمائی لیتے ہیں کہ قحط سالی اور بحران کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ اس کا حل کیا ہے؟ اور ذخیرہ اندوزی کرنے والی تاجر برادری کو شریعت کیا تعلیم دیتی ہے؟

گناہوں کا وبال:

وَ مَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ

سورۃ الشوریٰ، رقم الآیۃ 30

ترجمہ: (لوگو) تم پر جو پریشانیاں آتی ہیں وہ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہیں جبکہ تمہارے بہت سارے گناہوں کو تو اللہ معاف بھی فرما دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جتنی پریشانیاں ہم پر آتی ہیں یہ ہمارے بعض گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہیں جبکہ اکثر گناہوں کی سزا یا تو اللہ تعالیٰ بالکل ہی معاف فرما دیتے ہیں یا ان کو آخرت پر موقوف کر دیتے ہیں۔

معاشرے میں پھیلے چند کبیرہ گناہ:

دین میں کمی یا بیشی کرنا یعنی الحاد و بدعت، قرآن و حدیث کی غلط اور من مانی تشریح کرنا، جھوٹ، ناحق تہمت، سود، رشوت، حسد، غیبت، چغل خوری، کسی کا ناحق

مال کھانا، فحاشی و عریانی کو عام کرنا، تکبر، غرور، ریاکاری، فخر و مباہات، والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی، زنا، لواطت، بد نظری، ظلم، گالیاں بکنا، کسی پر تشدد کرنا، مُردوں کو گالی دینا، احسان جتلانا، بدگمانی، بدزبانی بالخصوص اسلام کی مقتدر شخصیات کو برا بھلا کہنا، قطع رحمی کرنا، بول چال چھوڑنا، بلاوجہ جاسوسی کرنا، دھوکہ بازی، خیانت، چوری، ڈکیتی، غیر محرم مرد یا عورت سے بلاوجہ گفتگو کرنا، مرد و خواتین کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا، عورت کا اپنے شوہر کی نافرمان اور ناشکری ہونا، مرد کا اپنی بیوی کے مالی، جسمانی، معاشی اور معاشرتی حقوق ادا نہ کرنا، اسراف یعنی فضول خرچی، شادی بیاہ اور طرز معاشرت میں غیر اسلامی روایات اپنانا، فرائض و واجبات کو چھوڑنا بالخصوص [نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ]، کاہن جسے آج کی زبان میں دست شناس کہا جاتا ہے کے پاس اپنی قسمت جاننے یا سنوارنے کے لیے جانا، جادو، اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا، جھوٹی بات پر قسم کھانا، ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، بد عہدی کرنا، میت پر نوحہ کرنا، بین کرنا، گریبان چاک کرنا، رخسار پیٹنا، قبروں کی پامالی کرنا، بائیں ہاتھ سے کھانا پینا، بلاوجہ کھڑے ہو کر کھانا پینا، مسلمان پر اسلحہ اٹھانا، غیر مسلموں کو بلاوجہ قتل کرنا، شراب پینا، چرس پینا، افیون پینا، بھنگ پینا، کسی کو نشہ پلانا، گانا، عشقیہ غزلیں، موسیقی، فلمیں، ڈرامے دیکھنا اور سننا، مرد کا سونا استعمال کرنا، خواتین کا بے پردہ ہونا، شعائر دین کا مذاق اڑانا۔ وغیرہ وغیرہ

سابقہ قومیں کیوں تباہ ہوئیں؟

اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کی تباہی اور ان پر آنے والی سزاؤں کی وجہ بھی ان کے گناہوں کو قرار دیا ہے اور اس مضمون کو قرآن کریم نے مختلف انداز میں متعدد مقامات پر اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ ہم ان گناہوں سے بچ جائیں ورنہ ہمارا انجام بھی انہی جیسا ہو گا۔ قرآن کریم میں ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

سورۃ العنکبوت، رقم الآیۃ:40

ترجمہ: پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے سزا دی، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے بعض کو زور دار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے (پانی میں) غرق کیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم (یعنی گناہ) کرتے تھے۔

نوٹ: یہاں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ بعض مرتبہ گناہوں کی سزا مجموعی طور پر نہیں آتی بلکہ اس کا کچھ حصہ کسی خاص قوم یا علاقے کے لوگوں پر آتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ اسی علاقے کے لوگوں کے گناہوں کا ہی وبال ہو۔ یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ باقی لوگ گناہوں سے باز آجائیں۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًافَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

سورۃ الطلاق، رقم الآیۃ:10

ترجمہ: (تم سے پہلے) کتنی بستیاں ایسی گزر چکی ہیں جنہوں نے اللہ اور اپنے اپنے رسولوں کی نافرمانیاں کیں تو ہم نے ان کے اس جرم کی وجہ سے ان کا سخت حساب لیا اور بڑے بڑے عذابوں میں مبتلا کر دیا آخر کار انہوں نے اپنے (بعض) گناہوں کا وبال دنیا میں ہی دیکھ لیا یہاں تک کہ وہ قومیں صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گئیں۔ اللہ نے

ان کے لیے آخرت میں سخت ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس لیے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو!(اور اس سے نصیحت حاصل کرو)۔

چند گناہوں کے برے اثرات:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا أَنَّہُ قَالَ: مَا ظَھَرَ الْغُلُولُ فِی قَوْمٍ قَطُّ إِلاَّ أُلْقِیَ فِی قُلُوبِہِمُ الرُّعْبُ وَلاَ فَشَا الزِّنَا فِی قَوْمٍ قَطُّ إِلاَّ کَثُرَ فِیہِمُ الْمَوْتُ وَلاَ نَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیزَانَ إِلاَّ قُطِعَ عَنْہُمُ الرِّزْقُ وَلاَ حَکَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ الْحَقِّ إِلاَّ فَشَا فِیہِمُ الدَّمُ وَلاَ خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَھْدِ إِلاَّ سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْہِمُ الْعَدُوَّ.

موطا امام مالک، رقم الحدیث: 1325

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: جب کسی قوم میں حرام مال عام ہو جائے، تو اللہ رب العزت ان کے دلوں میں خوف اور دہشت بٹھا دیتے ہیں، اور جب کسی قوم میں زنا (بدکاری) عام ہو جائے تو ان میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے اور حادثاتی اموات پھیل جاتی ہیں، اور جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو ان کے رزق کو گھٹا دیا جاتا ہے اور جب کوئی قوم ظلم و ناانصافی کرنے لگے تو ان میں قتل و قتال عام ہو جاتا ہے، اور جب کوئی قوم وعدہ خلافی کے جرم کا ارتکاب کرتی ہے تو ان پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

رزق میں تنگی:

حدیث مبارک میں چند بڑے جرائم اور ان کے معاشرے پر پڑنے والے وبال کو ذکر کیا گیا ہے اس میں اس گناہ کی نشان دہی بھی کر دی گئی جس کی وجہ سے رزق میں تنگی آتی ہے اور وہ ہے ناپ تول میں کمی کرنا۔

ناپ تول میں کمی کا گناہ:

سابقہ امتوں میں سے حضرت شعیب علیہ السلام کو جس قوم کی طرف بھیجا گیا

وہ ایسی قوم تھی جو ناپ تول میں کمی والے گناہ میں مبتلا تھی اس وجہ سے ان پر اللہ کی طرف سے سخت سزا آئی۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ

سورۃ ھود، رقم الآیۃ: 84، 85

ترجمہ: شہر مدین کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا: لوگو! صرف اکیلے اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اور ناپ تول میں کمی والا جرم نہ کیا کرو۔ میں تمہیں خوشحال دیکھتا ہوں اور اگر تم اللہ پر ایمان نہ لائے تو مجھے تمہارے بارے ایسے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے جو تم کو ہر طرف سے گھیر کر ہی رہے گا۔ لوگو! پورا پورا انصاف کے ساتھ ناپ تول کرو لوگوں کو ان کی خریدی ہوئی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو (ایسا جرم کر کے) زمین میں فساد مت پھیلاتے پھرو۔

قحط سالی کی وجہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ۔۔ وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ.

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4019

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت!...جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی مسلط کر دی جاتی ہے۔

ستم دیکھئے کہ ایک طرف ملک میں آٹے کا بحران ہے تو دوسری طرف تاجر برادری ذخیرہ اندوزی والا ستم ڈھا رہی ہے لوگوں کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ۔ میں مسلمان تاجر بھائیوں کے سامنے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند فرامین ذکر کرتا ہوں تاکہ وہ اس گناہ اور معاشرتی جرم سے باہر نکلیں۔

ذخیرہ اندوزی کسے کہتے ہیں؟

ذخیرہ اندوزی اِسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص یا جماعت غلہ یا دیگر اجناس کو بڑی مقدار میں اس لیے اکٹھا کرلیں یا خرید کر ذخیرہ کرلیں کہ بازار میں جب وہ جنس زیادہ مہنگی ہو جائے اور لوگوں میں اس چیز یا جنس کی مانگ کا مرکز صرف وہی بن جائیں اور لوگ مجبور ہو کر ذخیرہ اندوزی کرنے والے سے اس کی شرائط اور مقرر کردہ نرخوں کے مطابق خرید سکیں۔ یہ طریقہ سراسر غلط ہے اور ایسی ذخیرہ اندوزی شرعاً حرام اور ممنوع ہے۔

ایسا کرنا حرام نہیں!

اگر بازار میں اس ذخیرہ کی جانے والی جنس کی کمی نہ ہو اور کسی شخص کے کسی جنس کو ذخیرہ کرنے کی وجہ سے قیمتوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو یہ اکٹھا کرلینا وہ "ذخیرہ اندوزی" نہیں کہلاتا کہ جس کی شریعت نے مذمت بیان کی ہو اور اس سے روکا ہو۔

تاجر برادری اور اسلام:

اسلام نے سچے تاجر کا حشر دن قیامت انبیاء اور صالحین کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن جب تاجر ذخیرہ اندوزی کرنے والے جرم کا مرتکب ہو تو اسلام ایسے تاجر کی سخت

ترین مذمت کرتا ہے۔

ذخیرہ اندوز گناہ گار ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ حُكْرَةً يُرِيدُ أَنْ يُغْلِيَ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ خَاطِئٌ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 8617

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس تاجر نے اس (قابل مذمت) ارادے سے ذخیرہ اندوزی کی کہ وہ اس طرح مسلمانوں سے اس چیز کے مہنگے دام وصول کرے تو ایسا شخص (بڑے درجے کا) گناہ گار ہے۔

ذخیرہ اندوز ملعون ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2153

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائز طریقے سے نفع کمانے والے تاجر کو (برکت والا) رزق ملتا ہے جبکہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا اللہ کی رحمت سے خود کو دور کرنے والا (لعنتی) ہے۔

ذخیرہ اندوز کو دنیا میں سزا:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُوْلُ: مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامَهُمْ ابْتَلَاهُ اللهُ بِالْجُذَامِ أَوْ بِالْإِفْلَاسِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 10704

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے مسلمانوں کی ضرورت کے وقت ان کے کھانے پینے (اور ضرورت کی اشیاء) کی ذخیرہ اندوزی کی ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کوڑھ کے مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں یا پھر مفلس (غریب) بنا دیتے ہیں۔

حکمران ہوں تو ایسے، رعایا ہو تو ایسی:

عَنْ فَرُّوخَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَرَأَى طَعَامًا مَنْثُورًا فَقَالَ: مَا هَذَا الطَّعَامُ؟ فَقَالُوا: طَعَامٌ جُلِبَ إِلَيْنَا قَالَ: بَارَكَ اللهُ فِيهِ وَفِيمَنْ جَلَبَهُ قِيلَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُ قَدِ احْتُكِرَ. قَالَ: وَمَنِ احْتَكَرَهُ؟ قَالُوا: فَرُّوخُ مَوْلَى عُثْمَانَ وَفُلَانٌ مَوْلَى عُمَرَ. فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا فَدَعَاهُمَا فَقَالَ: مَا حَمَلَكُمَا عَلَى احْتِكَارِ طَعَامِ الْمُسْلِمِينَ؟ قَالَا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، نَشْتَرِي بِأَمْوَالِنَا وَنَبِيعُ. فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ اللهُ بِالْإِفْلَاسِ أَوْ بِجُذَامٍ فَقَالَ فَرُّوخُ عِنْدَ ذَلِكَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أُعَاهِدُ اللهَ وَأُعَاهِدُكَ أَنْ لَا أَعُودَ فِي طَعَامٍ أَبَدًا وَأَمَّا مَوْلَى عُمَرَ فَقَالَ: إِنَّمَا نَشْتَرِي بِأَمْوَالِنَا وَنَبِيعُ. قَالَ أَبُو يَحْيَى: فَلَقَدْ رَأَيْتُ مَوْلَى عُمَرَ مَجْذُومًا۔

مسند احمد، رقم الحدیث:10705

ترجمہ: حضرت فروخ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں ایک دن مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو دیکھا (مسجد سے باہر) غلہ اناج کا ڈھیر لگا ہوا تھا آپ رضی اللہ عنہ سے اس بارے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارے لیے فلاں جگہ سے لایا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اس غلے میں اور اس کو لانے والے شخص میں برکت عطا فرمائے۔ بعد میں حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کو تفصیل سے بتایا گیا کہ اس کے مالکوں نے اس غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ (جنہوں نے مسلمانوں کی ضرورت کے وقت اس غلہ کو اسٹاک کیا ہوا ہے) بتایا گیا کہ فروخ اور فلاں شخص ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ مسلمانوں کی ضرورت کے وقت غلہ کی ذخیرہ اندوزی کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین! ہم اپنے مال سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں کی ضرورت کے وقت ان کے کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کوڑھ کے مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں یا پھر مفلس (غریب) بنا دیتے ہیں۔ اسی وقت فروخ رحمہ اللہ نے عرض کی: اے امیر المومنین! میں اللہ سے اور آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اناج کی ذخیرہ اندوزی نہیں کروں گا جبکہ دوسرے شخص نے کہا کہ ہم اپنے مال سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ (یعنی ہماری مرضی ذخیرہ اندوزی کریں یا نہ کریں کسی کو اس سے کیا؟) ابو یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی شخص کو کوڑھ کے مرض کی حالت میں خود دیکھا ہے۔

فائدہ: کوڑھ والے مریض کا جسم گل سڑ جاتا ہے، اس میں پیپ پڑ جاتی ہے اور اس کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گرنے لگتا ہے۔ جسم سے شدید بدبو آتی ہے۔ جلد، چہرے اور دیگر حصوں پر بدنما داغ پیدا ہو جاتے ہیں۔

عوام، تاجر برادری اور حکومت:

1: عوام سے گزارش ہے کہ گناہوں سے بچیں، سابقہ گناہوں پر استغفار اور آئندہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کریں۔ پھر بھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کریں ورنہ ہمارے

گناہوں کا وبال کسی نہ کسی صورت میں ظاہر ہوتا رہے گا کبھی آٹے کا بحران ہو گا تو کبھی کسی دوسری چیز کا۔

2: مسلمان تاجروں / مل مالکان اور دکانداروں سے گزارش ہے ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کی لعنت سے اپنے کاروبار کو پاک کریں۔ اس وجہ سے مہنگائی میں اضافہ اور کھانے پینے کی اشیاء میں کمی آرہی ہے غریب عوام آپ کے پیدا کردہ بحران میں بری طرح پِس رہے ہیں۔ اسلامی طریقہ تجارت کے مطابق جائز منافع کمائیں۔

3: ارباب حکومت سے گزارش ہے کہ قیمتوں کو کنٹرول کرنے والی کمیٹوں کو فعال کر کے آٹے اور چینی وغیرہ کے بحران اور ذخیرہ اندوزی کے مستقل سد باب کے لیے مضبوط اور منظم اقدامات کریں۔ جگہ جگہ اس کی کڑی نگرانی کریں اور عوام کو معاشی پریشانیوں سے آزاد کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

اللہ کریم ہماری تمام ضروریات کو اپنے کرم سے پورا فرمائے۔ تمام پریشانیوں اور بحرانوں سے نجات عطا فرمائے اور عافیت کے ساتھ دین و دنیا کی تمام تر بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

[signature]

جمعرات، 16 جنوری، 2020ء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آئینی حیثیت

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت بنیادی طور پر دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔

نمبر1: عقائد۔

نمبر2: اعمال۔

قرآن کریم میں عقائد میں بھی بنیاد صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرار دیا گیا ہے اور مسائل میں بھی بنیاد صحابہ رضی اللہ عنہم کو بنایا گیا ہے۔

صحابی کسے کہتے ہیں؟

جو شخص حالتِ ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آئے اور اسی حالتِ ایمان میں اس جہان سے جائے اُسے "صحابی" کہتے ہیں۔

عقائد میں معیار؛ صحابہ رضی اللہ عنہم:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا

سورۃ البقرۃ: رقم الآیۃ 137

ترجمہ: اگر وہ لوگ صحابہ کے ایمان جیسا ایمان لائیں گے تو ہدایت یافتہ بن جائیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے ایمان کا مطلب:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

قرآن کریم نے یہاں لفظ مثل استعمال فرمایا ہے۔ "مثل" کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک ہوتا ہے "مثل بالکیفیت" اور ایک ہوتا ہے "مثل بالکمیت"۔ کیفیت اور کمیت کا معنی کیا ہے؟ ایک برابر ہونا ہے مقدار میں اور ایک برابر ہونا کیفیات میں، برابری کیفیت میں الگ چیز ہے اور برابری کمیت میں الگ چیز ہے، اب اللہ نے فرمایا کہ

”اگر تمہارا ایمان صحابہ کے ایمان جیسا ہوا۔“

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان صحابہ کے ایمان جیسا نہیں ہو سکتا تو ہمارے ذہنوں میں کیفیت آرہی ہے کہ جو کیفیت صحابہ کے ایمان کی ہے وہ بعد میں کسی امتی کی پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ صحابہ کے ایمان کی کیفیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے ہے، نہ نبی نے آنا ہے نہ نبی کی صحبت ملنی ہے اور نہ صحابی جیسا ایمان ہونا ہے،اس آیت کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ تمہاری ایمانی کیفیت صحابہ کی ایمانی کیفیت جیسی ہو بلکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہاری ایمانی کمیت صحابہ کی ایمانی کمیت جیسی ہو، مطلب یہ کہ جن جن چیزوں پر وہ ایمان لائے ہیں ان ان چیزوں پر ایمان لاؤ گے تو کامیابی ہے، ان میں سے ایک چیز بھی چھوڑ دو گے تو تمہارا ایمان قبول نہیں کریں گے۔

ایک ہے ”کیفیت“ جس کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور ایک ہے ”مقدار“ جس کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہے۔ صحابہ کا ظاہر تو دیکھ سکتے ہو لیکن صحابہ کی کیفیت تو نہیں دیکھ سکتے، جب صحابہ کی کیفیت نہیں دیکھ سکتے تو پھر کیفیت کی طرح کیفیت کیسے بنے گی؟ اس لیے اللہ وہ بات فرما رہے ہیں جو بندے کے اختیار میں ہے، کیفیت چونکہ ایک باطنی اور قلبی چیز ہے اس کی مثل بندہ کر سکتا ہی نہیں اور مقدار اور کمیت ظاہری چیز ہے اس لیے اللہ نے ہمیں اس کا پابند کیا ہے کہ جن جن چیزوں پر صحابہ ایمان لائیں اُن اُن چیزوں پر تم ایمان لاؤ۔

اعمال میں معیار؛ صحابہ رضی اللہ عنہم:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

سورۃ التوبۃ: رقم الآیۃ 100

ترجمہ: مہاجرین و انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔

اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں طبقوں مہاجرین اور انصار کا ذکر فرمایا اور اس طبقے کا بھی ذکر فرمایا جو ان کی اتباع کریں اور ان کے نقش قدم پہ چلے۔ معلوم ہوا کہ ایمان میں بھی بنیاد صحابہ ہیں اور اعمال میں بھی بنیاد صحابہ ہیں، اگر کوئی ان کی اتباع نہ کرے تو نہ اس کا ایمان قبول ہے اور نہ ہی اس کے اعمال قبول ہیں۔

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3673

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو اللہ نے اِنہیں یہ مقام بخشا ہے کہ اِن میں سے کوئی ایک آدھا مُد جَو خرچ کرے اور صحابہ کے بعد لوگ احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کریں تو یہ صحابی کی مٹھی بھر جو کے برابر نہیں ہو سکتے۔

دین صحابہ رضی اللہ عنہم سے سمجھیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ

فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔

جامع الترمذی: رقم الحدیث: 2641

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پہ بالکل وہی حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پہ آئے تھے حتی کہ اگر بنی اسرائیل میں کوئی ایسا بدکردار گزرا جس نے اپنی ماں سے منہ کالا کیا ہے تو میری امت میں بھی ایسا بندہ آئے گا جو ماں سے منہ کالا کرے گا۔ (یعنی اتنے ابتر حالات پیدا ہو جائیں گے، پھر فرمایا) بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے یہ سارے فرقے جہنم میں جائیں گے صرف ایک جنت میں جائے گا۔ جنت میں جانے والا وہ ہو گا جو دین مجھ سے لے گا اور معنی میرے صحابی سے لے گا۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں:

پیغمبر کی ذات معصوم ہے، اللہ اپنے نبی کو گناہ سے بچاتے ہیں اور صحابہ محفوظ ہیں۔ محفوظ کا معنی یہ ہے کہ صحابی سے گناہ ہو جاتا ہے لیکن اللہ اس کے نامہ اعمال میں باقی رہنے دیتا نہیں۔ نبی اکیلا معصوم ہے۔ صحابی اکیلا مؤمن ہے، صحابی اکیلا عادل ہے، صحابی اکیلا حجت ہے، صحابی اکیلا معیار ہے اور جب سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کسی مسئلہ پہ جمع ہو جائیں تو ایسے ہی معصوم ہیں جیسے نبی تنہا معصوم ہوتا ہے۔

تنقید سے بالاتر:

صحابہ تنقید سے بالاتر ہیں۔ تنقید سے بالاتر ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان پر تنقید ہو ہی نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں تنقید کی بنیادیں دو ہیں، تنقید کی بنیاد ”عقیدہ“ یا تنقید کی بنیاد ”عمل“ اگر تنقید کی بنیاد عقیدہ ہو تو عقیدہ غلط ہو جائے وہ صحابی ہے ہی نہیں۔ اور اگر عمل غلط ہو جائے تو ہم نے عمل کی بنیاد پر صحابی مانا ہی نہیں ہے۔

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنقید سے بالاتر ہیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:

فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3712

ترجمہ: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں (جن میں اہل بیت بھی داخل ہیں) سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي مَعَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ مَرَّ عَلَى الْحَسَنِ فَوَضَعَهُ عَلَى عُنُقِهِ ثُمَّ قَالَ: بِأَبِي شَبِيهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَبْهَ عَلِيٍّ۔ وَعَلِيٌّ مَعَهُ فَجَعَلَ يَضْحَكُ.

سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:8105

ترجمہ: حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کو ازراہ محبت اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور اُن سے فرمایا: میرے باپ آپ پر قربان! آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل زیادہ لگتے ہو بنسبت حضرت علی المرتضیٰ کے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سارا معاملہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ

بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ وَاللهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ وَاللهِ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيْكِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكِ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: 4736

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے نبی کی لخت جگر! اللہ کی قسم میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا۔ واللہ بخدا! آپ کے والد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔

سائبر کرائم ایکٹ:

حالیہ دنوں میں پاکستان کے ایک نجی ٹی وی چینل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے نفرت انگیز باتیں نشر کی گئی ہیں۔ ہم قانون پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور قانون ہاتھ میں لے کر ملک کو داخلی انتشار میں نہیں دھکیلتے بلکہ تمام ملکی و انتظامی معاملات میں قانون کی مکمل بالادستی چاہتے ہیں۔ سائبر کرائم ایکٹ جو ایک قانون کی حیثیت رکھتا ہے اس کی دفعات و تعزیرات میں یہ موجود ہے کہ "جرم اور نفرت انگیز تقاریر کی تائید و تشہیر پر 5 سال قید یا 1 کروڑ جرمانہ یا دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں۔" عدالت از خود اس واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے مذہبی منافرت پھیلانے والے عناصر کو قانون کے کٹہرے میں لائے اور قانون کے مطابق قرار واقعی سزا دے۔ تاکہ ملک میں اہل اسلام کی مقتدر شخصیات کا تقدس پامال نہ ہو۔

پیمرا (PEMRA):

پاکستان کے عوام سے میری گزارش ہے کہ آئین ہمیں پُر امن احتجاج کا حق دیتا ہے۔ ایسے معاملات میں احتجاج کے لیے "پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی" (PEMRA) کے نام سے ادارہ موجود ہے۔ ملک کو حساسیت سے بچانے کے لیے ایسے تمام افراد اور اداروں پر کڑی نظر رکھیں جو ملکی استحکام اور سالمیت کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں بالخصوص ایسے ٹی وی چینل جو مذہبی اشتعال پھیلانے میں ملوث ہیں۔ آپ اپنا احتجاج درج ذیل کال نمبر یا ای میل پر ریکارڈ کرا سکتے ہیں تا کہ پیمرا قانونی طور پر انہیں ضابطہ اخلاق کا پابند بنائے۔

فری کال: 0800-73672

Email: complaints@pemra.gov.pk

اللہ کریم ہم سب کو صحابہ اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

جمعرات، 30 جنوری، 2020ء

شانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (حصہ اول)

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں خلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر کہ جن کے اہل اسلام پر لاکھوں احسانات ہیں۔ وہ قومیں دنیا کے افق سے غروب ہو جاتی ہیں جو اپنے محسنوں کو فراموش کر دیں آیئے آج اس عظیم محسن امت کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں کہ جن کے تذکرے سے ایمان کو تازگی اور عمل کو اخلاص کی دولت ملتی ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت واقعہ فیل سے تین سال بعد 573ء میں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ دو سال چند ماہ چھوٹے ہیں۔

نام مبارک اور نسب:

امام زرقانی نے شرح المواہب میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد رب الکعبہ تھا۔ امام قرطبی رحمہ اللہ کے بقول حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد اللہ تجویز فرمایا۔

تاریخ کی کتب میں مذکور ہے کہ آپ کے والد ماجد ابو قحافہ کا نام "عثمان" تھا، جن کا تعلق بنو تیم قبیلہ سے تھا اور نسب مبارک اس طرح ہے:

ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر القرشی التیمی۔ جبکہ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام "ام الخیر سلمی" تھا، ان کا نسب مبارک اس طرح ہے:

سلمیٰ بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔

کنیت:

کنیت ابو بکر ہے۔ جس کے معنی سبقت کرنے والے کے، پہل کرنے والے کے ہوتے ہیں چنانچہ آپ ہر خیر کے کام میں سبقت فرمایا کرتے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول فرمایا، دین اسلام کی اشاعت میں سب سے پہلے اپنا مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حلیہ مبارک:

تاریخ کی کتب میں آپ رضی اللہ عنہ کے حلیہ مبارک کچھ اس طرح منظر کشی کی گئی ہے کہ آپ کا رنگ سفید، رخسار ہلکے ہلکے، چہرہ باریک اور پتلا، پیشانی بلند۔

پاکیزہ بچپن:

ارشاد الساری میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہوئے فرمانے لگے کہ یارسول اللہ ! میرے والد زمانہ جاہلیت میں مجھے صنم کدے لے گئے اور بتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا یہ تمہارے خدا ہیں انہیں سجدہ کر۔ وہ تو یہ کہہ کر باہر چلے گئے۔

میں نے بت کو عاجز ثابت کرنے کے لیے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے وہ کچھ نہ بولا۔ فرمایا: میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔ وہ کچھ نہ بولا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پتھر ہاتھ میں لے کر کہا میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ پھر بھی نہ بولا تو آخر کار میں پوری قوت سے اس کو پتھر مارا تو وہ منہ کے بل گر پڑا۔

عین اسی وقت میرے والد واپس آئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا کیا؟

میں نے کہا وہی جو آپ نے دیکھا۔ وہ مجھے میری والدہ کے پاس لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا اس بچے سے کچھ نہ کہو کہ جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے ایک آواز سنی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: اے اللہ کی بندی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہے۔

آپ کے بچپن سے متعلق تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایک بار صحابہ کرام میں سے کسی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے جاہلیت میں شراب پی ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی پناہ میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ لوگوں نے کہا کیوں؟ فرمایا میں اپنی عزت و آبرو کو بچاتا تھا اور مروت کی حفاظت کرتا تھا۔ اس لئے کہ جو شخص شراب پیتا ہے اس کی عزت و ناموس اور مروت جاتی رہتی ہے۔ جب اس بات کی خبر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے دو بار فرمایا سچ کہا ابو بکر نے سچ کہا۔

عتیق و صدیق:

یہ دو آپ کے القاب ہیں۔ امام ترمذی نے اپنی سنن میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ اللہ کی طرف سے جہنم کی آگ سے آزاد (محفوظ) ہو اسی دن سے آپ کو عتیق کہا جانے لگا۔

امام حاکم مستدرک علی الصحیحین میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ شب معراج کے اگلے دن مشرکین مکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا، اپنے صاحب کی اب بھی تصدیق کرو گے؟ انہوں نے دعویٰ کیا ہے: راتوں رات بیت

المقدس کی سیر کر آتے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک آپ نے سچ فرمایا ہے، میں تو صبح و شام اس سے بھی اہم امور کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس واقعہ سے آپ کا لقب صدیق مشہور ہو گیا۔

مبارک خواب:

سیرت حلبیہ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بغرض تجارت شام تشریف لے گئے وہاں آپ کی ملاقات بحیرا راہب سے بھی ہوئی وہ خوابوں کی تعبیر بتلایا کرتے تھے ان سے اپنا خواب ذکر کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ مکہ میں کعبۃ اللہ کی چھت پر چاند اترا ہے اور اس کی روشنی سارے گھروں میں پھیل گئی ہے پھر وہ روشنی میری گود میں آگئی ہے۔ تو بحیرا راہب نے تعبیر دیتے ہوئے کہا کہ تو اس نبی کی تابعداری کرے گا جس کی اس زمانے میں انتظار کی جارہی ہے اور اس کے ظہور کا زمانہ بہت قریب آچکا ہے تو اس نبی کے قرب کی وجہ سے لوگوں میں سب سے زیادہ سعادت مند ہو گا۔

نوٹ: امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود بھی خواب کی تعبیر دینے میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے اور اسی طرح علم الانساب میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

قبول اسلام:

خصائص الکبریٰ اور ریاض النضرہ میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شام میں خواب دیکھا۔ اس کی تعبیر بحیرا راہب سے پوچھی تو اس نے کہا کہ تیری قوم میں ایک نبی مبعوث ہو گا تو اس کی زندگی میں اس کا وزیر ہو گا اور اس کی وفات کے بعد اس کا خلیفہ ہو گا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی سے اس پر دلیل مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ

اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تو نے شام میں دیکھا تھا۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا۔

مقام نگاہ نبوت میں:

آپ کا مقام نگاہ نبوت میں بہت بلند تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی چیز ایسی اللہ تعالی نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی جس کو میں نے ابو بکر کے سینہ میں نہ ڈال دیا ہو۔

صحیح مسلم میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" وہ کون شخص ہے جس نے آج روزہ رکھ کر صبح کی ہو؟ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کون ہے جو آج کسی جنازہ کے ساتھ گیا ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! وہ کون ہے جس نے آج مسکین کو کھانا کھلا کر تسکین دی ہو؟ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں نے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ کون آدمی ہے جس نے آج کسی بیمار کی خبر گیری کی ہو؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، میں نے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کام اُسی آدمی میں جمع ہوتے ہیں جو جنت میں جائے گا۔

صحبت و معیت:

قبول اسلام سے پہلے بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت عمدہ تعلقات تھے اور قبول اسلام کے بعد تو ساری زندگی آپ سے لمحہ بھر کے لیے جدا نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آج تک روضہ مبارکہ میں آپ کے پہلو میں ساتھ نبھارہے ہیں۔

ہجرتِ حبشہ کا ارادہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنَا لَكَ جَارٌ ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ فَرَجَعَ ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3905

ترجمہ: جب اہل اسلام آزمائشوں کا شکار ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا اور برک الغماد تک پہنچ بھی چکے تھے تو وہاں قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا ابو بکر کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا: مجھے میری قوم قریش نے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے تو میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ زمین چھوڑ کر حبشہ چلا جاؤں تاکہ اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔ ابن الدغنہ نے کہا:

فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

اے ابو بکر! آپ جیسے لوگ نہ از خود نکلتے ہیں اور نہ ہی نکالے جانے چاہییں آپ لوگوں کو وہ چیزیں دیتے ہو جو ان کے پاس نہیں ہوتیں۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے اخراجات وغیرہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں ۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور جھگڑوں میں حق والوں کی مدد کرتے ہیں۔

ابن الدغنہ کہنے لگے: میں آپ کو پناہ دیتا ہوں آپ واپس لوٹ جاؤ اور اپنے

شہر میں رب کی عبادت کریں۔ تو آپ واپس آ گئے۔

اوصافِ نبوت کا عکس جمیل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی جس کی ہیبت و عظمت سے آپ خشیت کے عالم میں گھر تشریف لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: زملونی زملونی مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا اوڑھا دیا اور کچھ دیر بعد وہ خوف کی کیفیت ختم ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنایا، فرمایا لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰی نَفْسِیْ (مجھے اپنی جان کا خوف محسوس ہو رہا ہے)

اس موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ.

ترجمہ: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کس و ناتواں لوگوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، دوسروں کو مال و اخلاق سے نوازتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سچی محبت عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 6 فروری، 2020ء

شانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بھیجے لیکن ان میں افضل الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فضیلت کسی اور کے حصہ میں نہ آئی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کا انتخاب فرمایا لیکن ان میں افضل الصحابہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا مقام و مرتبہ کسی کے حصہ میں نہ آیا۔

رفیقِ غار و مزار:

گزشتہ قسط میں ہم نے بہت اختصار سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی کے کچھ گوشوں کا تذکرہ کیا تھا اور اب اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہیں۔ قبول اسلام کے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق بنے اور ایسے رفیق بنے کہ یہ رفاقت ہمیشہ قائم رکھی اور وفا کی انتہاء دیکھیے کہ آج بھی صدیاں بیت جانے کے بعد مزار اقدس میں اسی رفاقت کو نبھائے چلے جا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی سچی رفاقت کی گواہی اپنے عمل سے دی۔ چنانچہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ اشاعت و تحفظ اسلام کے عظیم مشن پر لگ گئے۔ اس کے لیے دعوت و تبلیغ اور فتنوں کا مقابلہ کیا۔

دعوت و تبلیغ:

سیرۃ لابن ھشام، اسد الغابہ اور تاریخ الخمیس میں چند ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام موجود ہیں جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، نام یہ ہیں: عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی

و قاص، طلحہ بن عبید اللہ، عثمان بن مظعون، ابو عبیدہ، ابو سلمہ بن عبد الاسد حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے بعض کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے جن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

ہجرت:

سیرت کی تمام معتبر کتابوں میں ہجرت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے مختصراً یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اللہ کے دین کی دعوت دیتے رہے بعض خوش نصیب افراد نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام قبول کر لیا لیکن اکثر اپنی سرکشیوں کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے رفقاء کار کو طرح طرح کی تکالیف دیتے چنانچہ اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم نازل ہوا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطر سفر میں اپنے رفیق سفر کا جب انتخاب فرماتے ہیں تو آپ کی نگاہ سیدنا صدیق اکبر پر جا کر ٹھہرتی ہے۔ اسی سفر میں وہ واقعہ بھی پیش آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہو گئے اور چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر غار ثور تک پہنچے۔ غار کی صفائی کی، آپ تین دن تک وہاں رہے۔

آپ کی بیٹی روزانہ لوگوں کی نظروں سے بچ بچا کر آپ کے لیے کھانا پہنچا تیں۔ دشمن آپ کی تلاش میں پیچھے پیچھے غار تک پہنچ گیا یہاں تک کے اس کے قدم بھی دکھائی دینے لگے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم کے بارے میں خوف ہوا تو تسلی کے لیے قرآن کی آیات نازل ہوئیں مزید سیدنا صدیق اکبر کی صحابیت کا اعزاز بھی اپنے سینے پر تا قیامت نقش کر دیا۔ اس غار میں وہ سانپ کے ڈسنے والا واقعہ بھی پیش آیا۔ جس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن سیدنا صدیق

اکبر کی ایڑی پر لگایا۔

خلافت:

سیرت حلبیہ اور دیگر کتب سیرت میں موجود ہے کہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اس لیے اتفاق کر لیا تھا کہ اس آسمان کے نیچے ابو بکر سے بہتر اور کوئی شخص نہیں تھا۔

خلافت کا مفہوم:

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ”ازالۃ الخفاء“ میں خلافت کے مفہوم پر نہایت ہی عمدہ اور لطیف بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے: حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اور آپ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے بعد بعثت آپ نے جن امور کا اہتمام کوشش بلیغ کے ساتھ فرمایا... تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی... علوم دین کا احیاء (قائم رکھنا اور رائج کرنا) علومِ دین سے مراد ہے قرآن و سنت کی تعلیم اور وعظ و نصیحت، ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج وغیرہ کا قیام و استحکام، لشکر کا تقرر غزوات کا اہتمام، مقدمات کا انفصال، قاضیوں کا تقرر، امر بالمعروف (عمدہ افعال و اوصاف کا حکم دینا اور ان کو رائج کرنا) اور نہی عن المنکر (بری باتوں کو روکنا اور ان کا انسداد کرنا) جو حکامِ نائب مقرر ہوں ان کی نگرانی کہ پابندِ حکم رہیں اور خلاف ورزی احکام نہ کریں۔

ان جملہ امور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس فرمایا اور ان کے انصرام کے واسطے نائب بھی مقرر فرمائے وعظ و نصیحت فرمائی، صحابہ کو ممالک میں وعظ و نصیحت کے واسطے بھیجا، جمعہ و عیدین و پنج وقتہ نماز کی امامت خود فرمائی، دوسرے مقامات کے واسطے امام مقرر کیے، وصول زکوٰۃ کے واسطے عامل مامور کیے،

وصول شدہ اموال کو مصارف مقررہ میں صرف کیا۔ رویت ہلال کی شہادت آپ کے حضور میں پیش ہوئی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم صادر ہوتا، حج کا اہتمام بعض اوقات خود فرمایا بعض اوقات نائب مقرر کیے جس طرح 9ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا، غزوات کی سپہ سالاری خود کی نیز اُمراء نائب سے یہ کام لیا گیا مقدمات و معاملات کے فیصلے کیے گئے قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ گویا خدائی احکامات کو نبوی منہج کے مطابق نافذ کرنے کا نام خلافت ہے۔

خلافت کے بعد ابتدائی خطبہ:

امام ابن سعد نے طبقات اور امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے دن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت عام ہوئی۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شاندار فقید المثال خطبہ دیا: حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! میں آپ لوگوں پر ولی منتخب کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہترین نہیں ہوں۔ اگر میں اچھی بات کروں تو تم میرا ساتھ دینا اگر میں خطا کروں تو میری غلطی درست کرا دینا۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے میں اس کا حق ضرور دلواؤں گا۔ اور جو تم میں سے قوی ہے میرے ہاں کمزور ہے میں اس سے پورا حق وصول کروں گا۔ جو قوم بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ ذلت و رسوائی ڈال دیتے ہیں اور جو قوم علانیہ برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے اللہ تعالی ان پر مصائب و تکالیف مسلط کر دیتے ہیں۔

جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کروں تم میری بات ماننا اور جب میں خدا اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں اللہ تم پر رحم فرمائے اب نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3671

ترجمہ: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد (حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو میرے والد نے فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ) میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد کون؟ جواب دیا کہ عمر (رضی اللہ عنہ)۔

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ:أَلا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ:أَلا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:833

ترجمہ: وہب بن عبد اللہ ابو جحیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر انسان حضرت ابو بکر ہیں اور حضرت ابو بکر کے بعد سب سے بہتر انسان حضرت عمر ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَوُا اللهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ رَحِمَكَ اللهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ

يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3677

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تھا اتنے میں ایک شخص میرے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر کہنیاں رکھ دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمع کرے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر تھے۔ میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا۔ میں اور ابو بکر و عمر گئے۔ اس لیے مجھے امید یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

ریاستی ذمہ داریاں:

تمام تاریخ نویسوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ریاستی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا۔ امن و آتشی، عدل و انصاف، خوشحالی و ترقی گھر گھر تک پہنچائیں، معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے اقدامات کیے اور مدینہ منورہ کے ریاستی انتظامات جیسے عہد نبوی میں چلے آرہے تھے ان کو بحال رکھا۔

حفاظتِ ختم نبوت:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بے شمار کارنامے ایسے ہیں جن پر دنیا رہتی

دنیا تک ناز کرے گی۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مختلف ایسے فتنے رونما ہوئے جو اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اپنی توانیاں صرف کر رہے تھے۔ ان میں مدعیان نبوت کا فتنہ سر فہرست ہے۔ یمن میں اسود عنسی ، یمامہ میں مسیلمہ کذاب ، جزیرہ میں سجاح بنت حارث ، بنو اسد و بنو طی میں طُلیحہ اسدی نے نبوت کے دعویٰ داغ دیے، ختم نبوت کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا کہ جس کے لیے مصلحت اختیار کرلی جاتی بلکہ یہ تو اسلام کے اساسی و بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ اس لیے اس فتنے کے خلاف سیدنا صدیق اکبر نے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور لشکر اسلامی کو بھیج کر ان کا قلعہ قمع کیا۔

مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی:

فتنہ مانعین زکوٰۃ نے سر اٹھایا اور کہا کہ ہم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار صرف رسول پاک کو تھا آپ کو نہیں آپ نے اس فتنے کا پوری قوت اور جوانمردی سے مقابلہ کیا اور برملا فرمایا کہ جو عہد نبوی میں زکوٰۃ دیتا تھا اور اب اگر اس کے حصے میں اونٹ کی ایک رسی بھی زکوٰۃ کی بنتی ہے وہ نہیں دیتا تو میں اس سے قتال کروں گا۔

دشمنان اسلام کا قلعہ قمع:

اس کے بعد ہر سو کفار کی طرف سے جنگوں کی ابتداء ہوئی۔ عراق میں آپ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے تحت لشکر روانہ کیا۔ عراق کے بہت سے مضافات آپ نے فتح کیے۔ خورنق، سدیر اور نجف کے لوگوں سے مقابلہ ہوا۔ بوازیج ، کلواذی کے باشندوں نے مغلوبانہ صلح کی۔ اہل انبار سے کامیاب معرکہ لڑا گیا، عین التمر میں اسلام کو غلبہ ملا، دومۃ الجندل میں اہل اسلام کامیاب ہوئے، اس کے بعد حمید، فضیح اور فراض پر اسلامی لشکر فتح و نصرت کے پھریرے لہراتے گئے۔ لشکر صدیقی نے شام میں رومیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔

بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے:

البدایۃ والنہایہ میں ہے کہ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مرتدین کی سرکوبی کے لیے بحرین کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک دریا آیا۔ حضرت علاء کو لشکر والوں نے کہا کہ کشتی تیار نہیں ہے اس لیے کچھ وقت کے لیے رک جائیں تاکہ کشتی تیار کرلی جائے۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حکم ہے وہاں جلدی پہنچنے کا اس میں میں رک کر انتظار نہیں کر سکتا اور یہ کہہ کر دعا کی اے اللہ آپ نے جس طرح اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو(بغیر کشتیوں کے)دریا پار کرایا اسی طرح آج ہم کو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بغیر کشتیوں کے دریا پار کرادے! پھر آپ نے ان الفاظ سے دعا کی:

یا علیم یا حلیم یا علی یا عظیم انا عبیدك وفی سبیلك نقاتل عدوك اللهم فاجعل لنا الیهم سبیلا۔

اس کے بعد آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں اتارا اور آپ کے ساتھ لشکر والوں نے بھی اپنی سواریاں دریا میں ڈال دیں۔ دریا عبور کرتے وقت تمام لشکر کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

یا ارحم الراحمین یا حکیم یا کریم یا احد یا صمد یا حی یا قیوم یا ذاالجلال والاکرام لاالہ الا انت ربنا۔

حضرت علاء اور آپ کا لشکر اس دریا پر ایسے چل رہے تھے جیسے کوئی زمین پر سہولت کے ساتھ چلتا ہے دریا کا پانی ان کی کے جانوروں کے گھٹنوں تک ہی پہنچا تھا۔ جب پورا لشکر دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گیا تو سارا سامان وغیرہ جوں کا توں باقی تھا کوئی چیز گم نہ ہوئی۔ سچ کہا جس نے بھی کہا:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

جمع و تدوینِ قرآن:

جمع قرآن کی خدمت بھی آپ کے مبارک دور کی یادگار ہے۔ قیامت کی صبح تک آنے والے ہر شخص پر آپ رضی اللہ عنہ کا احسان موجود ہے جتنے بھی لوگ قرآن پڑھتے رہے پڑھ رہے ہیں یا آئندہ پڑھیں گے ان کے ثواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برابر کے شریک ہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ:

اس کے ساتھ ساتھ تصوف یعنی سلوک و احسان کے سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کی حیثیت بہت قابل قدر ہے۔

علمی خدمات:

آپ کی علمی خدمات بھی موجود ہیں چنانچہ ایک قول کے مطابق ایک سو بیالیس حدیثیں بہ روایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مروی ہیں۔ جن کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ”تاریخ الخلفاء“ میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے، اُمت کو فقہی معاملات میں جو مشکلات در پیش تھیں آپ نے اُن کا حل تجویز کیا مثلاً میراث جدہ، میراث جد، تفسیرِ کلالہ، حد شُرب خمر۔ وغیرہ۔

وفات:

بالآخر وہ وعدہ وفا ہونے کا وقت آ پہنچا کہ ہر ذی روح موت کا پیالہ ضرور پیئے گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا جانثار وفادار صحابی اور پہلا خلیفہ 13 ہجری جمادی الثانی کے ساتویں دن بیمار ہوئے اور 15 دن علیل رہ کر 22 جمادی الثانی مغرب

اور عشاء کی درمیان فراق یار کو خیر باد کہہ کر وصال یار کے لیے عازم سفر ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وصیت اور تدفین:

الشریعہ میں امام آجری رحمہ اللہ نے نقل کیاہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے روضہ رسول کے سامنے رکھ دینا اور عرض کرنا کہ آپ کا غلام آیاہے اگر اجازت مل جائے تو وہاں دفن کرنا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ وصیت کے مطابق آپ کی میت کو روضہ رسول کے سامنے رکھا گیا اور یوں عرض کی گئی: یارسول اللہ آپ کا غلام ابو بکر سامنے حاضر ہے۔ چنانچہ قبر مبارک سے آواز آئی محب کو محبوب تک پہنچا دو۔ چنانچہ آپ کو روضہ رسول میں ہی دفن کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سچی محبت عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 13 فروری، 2020ء

اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں!

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس ذات نے ہمیں کھانے کے لیے خوراک پینے کے لیے مشروبات دیے اور رہنے کے لیے مکانات دیئے ہیں۔ ہمارے گھروں میں رہنے والے لوگ ہماری رعایا ہیں ان کی صحیح تربیت کے بارے ہم سے پوچھ ہو گی۔

ہر شخص کی ذمہ دارانہ حیثیت:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4751

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھو کہ تم میں سے ہر ایک شخص کسی نا کسی اپنے ماتحت کا نگران اور ذمہ دار ہے اور اس سے متعلقہ ذمہ داری و نگرانی کے بارے پوچھا جائے گا۔ حاکم وقت لوگوں کا نگران اور ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں (بیوی اور بچوں وغیرہ) کا نگران اور ذمہ ہے جن کے بارے اس سے سوال کیا جائے گا۔ اسی طرح عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران و ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اسی طرح غلام اپنے آقا کے مال کا نگران اور ذمہ دار ہے اس سے بھی اس بارے سوال کیا

جائے گا۔ (آخر میں پھر تاکید کے ساتھ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ تم میں سے ہر ایک شخص کسی نا کسی اپنے ماتحت کا نگران اور ذمہ دار ہے اور اس سے متعلقہ ذمہ داری و نگرانی کے بارے پوچھا جائے گا۔

ذمہ داریاں پوری نہ کرنے والے کی سزا:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4757

ترجمہ: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ کوئی بھی ذمہ دار شخص جسے اللہ نے کسی کی ذمہ داری سونپی تھی اگر وہ اپنے ماتحت لوگوں کے بارے اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے بلکہ ان کو دھوکہ دے کر یہ جہان چھوڑ جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو تک حرام فرما دیتے ہیں۔

حاکم کی ذمہ دارانہ حیثیت:

حدیث مبارک میں حاکم وقت کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے: "فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"

ترجمہ: حاکم وقت لوگوں کا نگران اور ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے پوچھا جائے گا۔

جو جتنے لوگوں کا نگران و ذمہ دار بنتا ہے اس کی ذمہ داریوں کا دائرہ بھی اسی قدر وسیع ہو جاتا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی ذمہ داریاں باقی لوگوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1. دینی اقدار کے احیاء کی ممکنہ کوشش کرنا۔

2. ہر حال میں امن و امان کو قائم کرنا۔

3. معاشرتی جرائم کا جڑ سے خاتمہ کرنا۔

4. عوام کی مکمل دیکھ بھال کرنا۔

5. روزگار کے مناسب مواقع فراہم کرنا۔

6. دشمنوں سے حفاظت کا بندوبست کرنا۔

7. انصاف قائم کرنا اور اسے بحال رکھنا۔

8. عوام کو بنیادی ضروریات زندگی مہیا کرنا۔

مرد کی ذمہ دارانہ حیثیت:

حدیث مبارک میں مرد کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے: "وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ"

ترجمہ: مرد اپنے گھر والوں (بیوی اور بچوں وغیرہ) کا نگران اور ذمہ ہے جن کے بارے اس سے سوال کیا جائے گا۔

ایک ذمہ دار حیثیت کے مالک ہونے کے ناطے مرد کا حق بنتا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کی اچھی تربیت کرے۔ ہم مستقل طور پر خواتین اور بچوں کے حقوق کے تحت ان باتوں کو تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ تاہم یہاں مختصراً ذکر کیے دیتے ہیں۔

خاوند کے ذمہ بیوی کے حقوق:

1. حق مہر ادا کرنا۔

2. بنیادی ضروریات زندگی [رہائش اور خوراک] فراہم کرنا۔

3. معاشی طور پر تحفظ فراہم کرنا۔

4. بیوی کے عقائد و اعمال اور اخلاق و معاشرت کی اصلاح کرنا۔

5. اگر بیویاں ایک سے زائد ہوں تو ان کے درمیان عدل و انصاف کرنا۔

6. حسنِ معاشرت [نرمی کا برتاؤ کرنا]۔
7. بیوی کے قریبی رشتہ داروں کا احترام کرنا۔
8. بیوی کو عزت دینا بالخصوص لوگوں کی موجودگی میں۔
9. بیوی کے عیوب کسی کو نہ بتلانا۔
10. پریشانیوں سے بچانا۔
11. آئی ہوئی پریشانیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنا۔
12. بیوی کے نامناسب رویوں کو برداشت کرنا اور سمجھاتے رہنا۔
13. گناہ کی باتوں اور کاموں سے روکنا۔
14. لباس میں اسلامی تہذیب کا پابند بنانا۔
15. پردے کا پابند بنانا۔
16. تفریح اور خوش طبعی کے جائز مواقع فراہم کرنا۔
17. گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا۔

باپ کے ذمہ اولاد کے حقوق:

1. اولاد کے لیے پاک دامن اور شریف ماں کا انتخاب کرنا۔
2. نیک و صالح اولاد کے حصول کی دعا کرنا۔
3. ایک کان میں اذان دوسرے میں اقامت کہنا۔
4. گھٹی دینا۔
5. اچھے نام کا انتخاب کرنا۔
6. ختنہ کرانا۔
7. عقیقہ کرنا۔
8. دودھ اور غذا کا بندوبست کرنا۔

9. اولاد کے درمیان انصاف کرنا۔

10. اولاد کو نیک لوگوں کی صحبت میں لانا۔

11. اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔

12. دین اور دنیا کی بہتر تعلیم دینا۔

13. برے دوستوں سے اسے دور رکھنا۔

14. بری عادات سے روکنا۔

15. بچوں کو چست رکھنا۔

16. اپنی حیثیت کے مطابق ان پر خرچ کرنا۔

17. ان کو روزگار کے قابل بنانا۔

18. مناسب جگہ پر شادی کرانا۔

19. ہمیشہ ان کے حق میں دعائیں کرنا۔

عورت کی ذمہ دارانہ حیثیت:

حدیث مبارک میں عورت کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے: "وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ"

ترجمہ: عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران و ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

بیوی کے ذمہ خاوند کے حقوق:

1. شرعاً حلال اور جائز امور میں خاوند کی اطاعت کرے۔

2. شرعا حرام اور ناجائز امور میں خاوند کی اطاعت نہ کرے۔

3. خاوند کے جنسی تقاضے کی تکمیل کرے۔

4. خاوند کی نسل کی بقاء کا ذریعہ بنے۔

5. گھریلو معاملات کو سمجھ داری سے چلائے۔

6. خاوند کا راز کسی کو نہ بتلائے۔

7. خاوند کے عیوب کا تذکرہ نہ کرے۔

8. خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔

9. فضول خرچی سے بچے۔

10. خاوند پر زائد از ضروریات چیزوں کا بوجھ نہ ڈالے۔

11. بچوں کی اچھی تربیت میں خاوند کا ساتھ دے۔

12. خاوند کے قریبی رشتہ داروں کا [بشرطِ محرم] احترام کرے۔

ذمہ داریوں کا احساس کیجیے:

حدیث مبارک میں جس بات کو سمجھایا گیا ہے اس کو اجمالی طور پر احساس ذمہ داری سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک شخص کو اپنے ماتحتوں کے اعتبار سے ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بارے احساس بھی دلایا ہے کہ اس میں غفلت اور سستی سے کام نہ لو بلکہ اس بارے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے ماتحتوں کو درست عقائد، مسنون اعمال، اسلامی اخلاق اور تہذیب و معاشرت سکھلانے میں کیا کردار ادا کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں احساسِ ذمہ داری کی نعمت عطا فرمائے اور ہمارے تمام خیر کے کاموں کے لیے خود ہی مددگار اور کارساز ہو جائے۔ آمین بجاہ سید النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 20 فروری، 2020ء

عبادات کا اَخلاقی پہلو

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ ان کی تخلیق کا اصل مقصد عبادت (اللہ کے احکام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کے مطابق بجالانا) ہے اور عبادت کا اصل مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

کرم بالائے کرم:

ہم اللہ کی مخلوق ہیں اگر وہ ذات ہمیں عبادت کا حکم نہ بھی دیتی تب بھی عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ اس ذات کا کرم یہ ہے کہ اس نے ہمیں اس کا حکم بھی دے دیا۔ کرم بالائے کرم یہ ہے کہ اس کی یاددہانی اور اس کے بارے نفع و نقصان بتلانے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو ہماری طرف مبعوث فرمایا۔

مرادِ خداوندی تک رسائی:

چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وقت میں اللہ کے احکام کی علمی اور عملی تبلیغ فرما کر رخصت ہونا ہی تھا لہذا اللہ نے مزید کرم یہ فرمایا کہ اپنی جانب سے ہمیشہ رہنے والی کتاب قرآن مجید بھی نازل فرمادی اور اس میں اپنی مراد تک رسائی کے لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اس کی وضاحت اپنے قول و عمل (سنت) سے بھی فرمادیں۔

عبادات کے اخلاقی پہلو:

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ عبادات کا مقصد اللہ کو نبی کے طریقے کے مطابق راضی کرنا ہے۔ اب آتے ہیں چند اہم ترین عبادات کے اخلاقی پہلوؤں کی طرف۔ جس سے معلوم ہو گا کہ دین اسلام کی اہم ترین عبادات میں ہمیں جن باتوں کی

تعلیم دی گئی ہے وہ کس قدر بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

نماز کا اخلاقی پہلو:

نماز وہ عبادت ہے جسے شریعت میں اہم العبادات کا درجہ حاصل ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نماز کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے جہاں اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے وہاں پر انسان کے اخلاق کو بہتر سے بہتر بنانے میں اس کا بنیادی کردار ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ

سورۃ العنکبوت، رقم الآیۃ:45

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے منع کرتی ہے۔

احمد عیسیٰ دجال کا دھوکہ:

دور حاضر کا دجال احمد عیسیٰ کذاب نے امت مسلمہ کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے یہ شبہ کیا ہے کہ مسلمانو! تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی سے روک دیتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص نماز بھی پڑھتا ہے لیکن گناہ بھی کرتا ہے اگر اس سے یہی نماز مراد ہے جو تم پڑھتے ہو تو پھر اس کو ادا کرنے والا کبھی گناہ نہ کرتا۔ نماز پڑھنے والے کا گناہ میں مبتلا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان جو دن رات میں پانچ مرتبہ نماز کے نام پر عبادت کرتے ہیں، یہ وہ نماز نہیں ہے ورنہ اس کو ادا کرنے والا گناہ ہی نہ کرتا۔

بے حیائی سے روکتی ہے، زبردستی چھڑواتی نہیں:

اس شبہ کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ نماز؛ نمازی سے گناہ چھڑوادے گی بلکہ یہ فرمایا ہے کہ نماز؛ نمازی کو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ بندوں کو گناہوں سے منع کرتے ہیں اب اس کا مطلب یہ

نہیں کہ بندہ گناہ کر ہی نہ سکے کیونکہ اللہ نے منع کر دیا ہے بلکہ بندے کو اختیار دیتے ہیں اگر بندہ اپنے اختیار سے گناہ سے رک جاتا ہے تو اللہ اس پر ثواب دیتے ہیں اور اگر اپنے اختیار سے گناہ کرتا ہے تو اللہ اس پر عذاب دیتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ گناہوں سے منع کرتے ہیں زبردستی چھڑواتے نہیں ہیں اسی طرح نماز بھی بے حیائی سے منع کرتی ہے، زبردستی چھڑواتی نہیں ہے۔

نماز کی حالت احساس دلاتی ہے:

دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز کی حالت یہ احساس دلاتی ہے کہ اے انسان! سب کچھ چھوڑ کر جس ذات کے سامنے تو نے ہاتھ باندھ لیے ہیں، رکوع یعنی جھک کر عاجزی کا اظہار کر لیا ہے اور سر سجدے میں رکھ کر اطاعت گزاروں والی شکل بنالی ہے اس کے باوجود بھی تو بے حیائی اور برے کام کرتا ہے! بہت شرم کی بات ہے۔ تجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

نماز گناہ چھڑا بھی سکتی ہے لیکن:

تیسرا جواب یہ ہے کہ نماز گناہ چھڑا بھی دیتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے تمام آداب کی رعایت کی جائے۔ نماز میں جو کچھ پڑھ رہا ہے اس کو اچھی طرح سمجھے۔ نماز کی شکل سنت کے مطابق ہو۔ خشوع اور خضوع کو ہر حال میں ملحوظ رکھے۔ ایک وقت آتا ہے کہ یہی نماز بندے سے بے حیائی اور برے کام چھڑا دیتی ہے۔

زکوٰۃ کا اخلاقی پہلو:

زکوٰۃ ادا کرنے کا حقیقی اور اصلی مقصد تو محض اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا ایک اخلاقی پہلو وہ بھی ہے جس کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ کے ساتھ رہنمائی کی ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ: 103

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ لوگوں کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک اور صاف کر دیں۔

فائدہ: قرآن پاک میں جس صفائی اور پاکی کا ذکر ہے اس سے مراد باطنی صفائی یعنی دل سے مال و دولت کی محبت، حرص، طمع، لالچ، تکبر اور بڑائی وغیرہ سے پاک کرنا ہے۔ مزید یہ کہ اس سے غریبوں کا احساس، ہمدردی اور مساکین سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ سب اس عبادت کے اخلاقی پہلو ہیں۔

روزہ کا اخلاقی پہلو:

دین اسلام کے احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ مسلمان پورے سال میں سے رمضان المبارک والے مہینے میں فرض روزے رکھے۔ اس کا حقیقی مقصد تو اللہ کی رضا ہے لیکن اس عبادت کا اخلاقی پہلو یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر برائیوں سے دور رہنے کا عادی بنائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَ شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَ شَهْرٌ يُزْدَادُ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَ عِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قَالُوا: لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ: يُعْطِي اللهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَى تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ۔

صحیح ابن خزیمۃ، رقم الحدیث: 1887

ترجمہ: یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہو گا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہو گا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں بلکہ) اگر کوئی بندہ ایک کھجور سے روزہ افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ لسّی کا پلا دے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرما دیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔

- ❖ اس میں صبر، غم خواری، ہمدردی اور نرمی کے اخلاقی پہلو نکلتے ہیں۔

جھوٹ سے پرہیز:

روزے کے ایک اہم اخلاقی پہلو کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن لَم يَدَعْ قَولَ الزُّورَ وَالعَمَلَ بِهِ فَلَيسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أن يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1903

ترجمہ: جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا نہیں چھوڑتا تو اللہ کے ہاں اس کے بھوکا پیاسا رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

بے حیائی اور جھگڑے سے رکنا:

روزے کے اخلاقی پہلوؤں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1904

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ کوئی بے حیائی کا کام نہ کرے اور نہ ہی کسی سے جھگڑے۔ ہاں اگر کوئی دوسرا شخص اس سے جھگڑا کرے تو یہ اس جھگڑا کرنے والے سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

صدقۃ الفطر کا اخلاقی پہلو:

صدقۃ الفطر ایک اہم عبادت ہے، جس کو ادا کرنے کا مقصد جہاں روزے میں کوتاہی کا ازالہ ہے وہاں پر اس کا ایک اخلاقی پہلو غریبوں سے ہمدردی کرنا بھی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:1611

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داروں کی فضول و بے مقصد باتوں سے پاکیزگی کے لیے اور غریبوں کے کھانے کے لیے صدقۃ الفطر کو ضروری (واجب) قرار دیا۔

حج کا اخلاقی پہلو:

حج جامع العبادات ہے یہ ایک مشقت والی عبادت ہے جس میں اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کے در پر پڑا رہنا ہوتا ہے لیکن اس

کے ساتھ ساتھ اس میں اخلاقی تربیت کے کئی پہلو ہیں۔ جس کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ سے رہنمائی فرمائی ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 197

ترجمہ: جو شخص (حج کے) ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو اسے اس بات کا مکمل خیال رکھنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے شہوانی گناہ، بد عملی اور لڑائی جھگڑے کی کوئی بات سرزد نہ ہو۔

حج میں گناہوں سے بچنا:

ایک حدیث مبارک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ مِنْ ذُنُوبِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1521

ترجمہ: جس شخص نے محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے حج ادا کیا، اس دوران گناہوں سے بچتا رہا، وہ اپنے سابقہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن گناہوں سے پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 27 فروری، 2020ء

خواتین مارچ اور خواتین اجتماع

اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کی حفاظت فرمائے۔ 8 مارچ کو دنیا بھر میں خواتین کا عالمی دن منایا جاتا ہے، اس حوالے سے ہمارے ہاں ایک عجیب بحث چھڑی ہوئی ہے، اس میں چند خواتین ایسی ہیں جو اس دن ”عورت مارچ“ کے نام سے ریلی نکالتی ہیں اور اس میں مختلف قسم کے بینرز اور پلے کارڈ وغیرہ اٹھاتی ہیں جن پر چند درج ذیل نعرہ لکھے ہوتے ہیں:

- ❖ میرا جسم میری مرضی۔
- ❖ اگر دوپٹہ اتنا پسند ہے تو آنکھوں پہ باندھ لو۔
- ❖ عورت بچہ پیدا کرنے کی مشین نہیں ہے۔
- ❖ Divorced and Happy یعنی طلاق یافتہ لیکن خوش۔
- ❖ اپنا کھانا خود گرم کرو۔

یہ نعرے ان مارچ کرنے والی خواتین کے خیالات، جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

جمہوری ممالک میں احتجاج کا حق:

اس حوالے سے یہ بات کی جاتی ہے کہ جمہوری ممالک میں احتجاج کا حق چونکہ ہر کسی کو ہوتا ہے اس لیے وہ ممالک جو جمہوری نظام کے تحت چل رہے ہیں وہاں کی خواتین کو حق حاصل ہے کہ وہ احتجاج اور مارچ کریں۔

احتجاج کب کیا جائے؟:

یہ بات درست ہے کہ جمہوری ممالک میں احتجاج کا حق ہوتا ہے لیکن یہ

حقیقت بھی نظر انداز نہ کریں کہ احتجاج کا حق تب بنتا ہے جب قانونی چارہ جوئی کے مراحل کو طے کر لیا جائے۔ مثلاً: کہیں دنگا فساد ہو جائے یا کوئی قتل ہو جائے تو پہلے قانون اور عدالت کا دروازہ کھٹکا کر انصاف مانگنا چاہیے۔ اگر انصاف نہ ملے یا اس کے ملنے میں تاخیر ہو یا سرے سے اس کی توقع ہی نہ ہو تو اب احتجاج کریں آپ کا حق ہے۔

احتجاج کا غلط طریقہ:

لیکن اگر کوئی شخص دنگا فساد کے بعد قانون نافذ کرنے والے اداروں میں مقدمہ درج بھی نہ کرائے، عدالت میں انصاف کے حصول کی کوشش بھی نہ کرے اور قانونی چارہ جوئی بھی نہ کرے بلکہ احتجاج کے نام پر سڑکوں کو بلاک کر لے تو وہ اپنے ملک کے قوانین سے واقف ہی نہیں اور احتجاج کے طریقہ کار سے بھی بے خبر ہے۔

احتجاج کا صحیح طریقہ:

آزاد جمہوری ریاستوں میں ہر قوم کو اپنے حقوق کے حصول کا آئینی حق ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی احتجاج ہوتا ہے، لوگ اپنے سیاسی، مذہبی اور سماجی حقوق کے حصول کے لیے احتجاج کرتے ہیں، دھرنے دیتے ہیں لیکن ہمارے سمجھ دار سیاسی، مذہبی اور سماجی رہنما اس احتجاج کی آڑ میں ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی اساس کو پامال نہیں کرتے۔ جلاؤ گھیراؤ والا احتجاج نہیں کرتے، سرکاری اور غیر سرکاری املاک کو نقصان نہیں پہنچاتے، ٹریفک کو جام نہیں کرتے، قانون کے دائرے میں رہ کر احتجاج کرتے ہیں۔

خواتین کے حقوق اور عدالتیں:

جہاں تک بات کی جائے خواتین کے حقوق کی تو آپ اس بارے تھانے کچہریوں سے لے کر اعلیٰ عدالتوں تک کے فیصلہ جات کو دیکھ لیں تو آپ کو یہ فیصلہ

کرنے میں دقت نہیں ہو گی کہ ہمارے قانون نافذ کرنے والے ادارے اور عدالتیں عورت کو ترجیحی بنیادوں پر حقوق فراہم کرتی ہیں۔ حال ہی میں وطن عزیز میں یہ قانون پاس ہوا ہے کہ جو شخص عورتوں کے ساتھ ریپ (جنسی زیادتی) میں ملوث پایا گیا اسے سر عام پھانسی ہو گی۔ افسوس! اس موقع پر خواتین کے حقوق کی بات کرنے والی نام نہاد تنظیموں نے کوئی خیر کا کلمہ زبان سے نہیں نکالا اور اس فیصلے کا خیر مقدم نہیں کیا۔

یہ احتجاج کس کے خلاف ہے؟

سوال یہ ہے کہ جب حقوق کا حصول قانونی طریقے سے پورا ہو رہا ہے تو پھر احتجاج کا کیا جواز باقی رہتا ہے؟ اور اگر قانونی طریقے سے حقوق کا حصول نہیں ہو رہا تو احتجاج اداروں اور عدالتوں کے خلاف ہونا چاہیے۔

احتجاج کا ایجنڈا:

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حقوق کے حصول کے باوجود بھی احتجاج ہو رہا ہے ایک منظم سازش کے تحت مسلم ریاستوں کی نظریاتی اساس کے خلاف ہو رہا ہے اور اس احتجاج میں نام نہاد "آزادی" کی بھیک بھی مسلم دشمن مغربی دنیا سے مانگی جا رہی ہے جن کی آنکھوں میں اسلامی ریاست کانٹے کی طرح چبھتی ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس مارچ کے پیچھے وہ بین الاقوامی ایجنڈا کار فرما ہے جو مسلم ریاست کی نظریاتی اساس کو ختم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اور اس ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے چند خواتین کو دانستہ یا نادانستہ طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

میرا جسم میری مرضی:

یہ نعرہ مبہم اور غیر واضح نعرہ ہے کیونکہ اس میں "جسم" کی حدود متعین نہیں اور "مرضی" کا دائرہ بھی غیر متعین ہے۔ اب ضرورت پیش آتی ہے کہ ہم اس نعرے

کی مراد سمجھنے کے لیے ان نعرہ لگانے والیوں کے کردار کو دیکھیں۔

نعرہ لگانے والی کون ہیں؟

اس حوالے سے جب ہم دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ یہ نعرہ لگانے والی کسی شریف، پڑھے لکھے اور مہذب خاندان کی تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ لڑکیاں ہرگز نہیں ہیں بلکہ چند خاندانوں کی بگڑی ہوئی تہذیب کی باقیات ہیں۔ جہاں عفت، پاکدامنی، عزت، ناموس، شرم، حیا، تہذیب اور انسانیت سب بے معنٰی الفاظ شمار کیے جاتے ہیں۔

غیرت مند قارئین سے سوال:

میں اپنے پڑھنے والے غیرت مند قارئین سے مخاطب ہوں کہ فرض کریں آپ کی بہن، بیوی اور بیٹی میں سے کوئی آپ کے سامنے یہی نعرہ لگائے اس وقت آپ کیا محسوس کریں گے؟ آپ اس کی تربیت کرتے وقت اس کے تمام منفی پہلوؤں کی تردید کریں گے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو مسئلہ حل ہو گیا کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے: استفت قلبك پہلے اپنے دل سے پوچھ لو۔

عورت کی آزادی یا عورت تک آزادی:

یہ نعرہ غیر اسلامی تہذیب میں ڈھلی ہوئی چند ناسمجھ عورتوں کا واویلا ہے جس کے پیچھے مغربی دنیا کا مذموم مقصد کار فرما ہے کہ اہل اسلام میں بے حیائی پھیلا دی جائے، ان کے گھریلو اسلامی نظام زندگی کے حلیے کو بہت بری حد تک بگاڑ دیا جائے۔ گھر میں عزت سے زندگی گزارنے والی عورت کو آزادی کا لالچ اور جھانسا دے کر عورت تک آزادی کے مقصد کو پورا کرنا آسان بنا دیا جائے۔

دوپٹہ پسند ہے تو آنکھوں پہ باندھ لو:

عورت مارچ میں جو نظریات عام کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے ان

میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "دوپٹہ اتنا پسند ہے تو آنکھوں پہ باندھ لو" یہ نعرہ ہمارے اس موقف اور مدعیٰ کی دلیل ہے کہ عورت مارچ کو مغربی دنیا نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی ریاستوں میں متعارف کرانا شروع کیا ہے۔ کیونکہ مسلمان عورت کی شناخت اور پہچان ہی حیا اور عفت ہے۔ اسی حیا میں سر کو دوپٹے سے ڈھانپنا بھی شامل ہے۔

تعلق ہے میرا اس قوم سے جس قوم کی بیٹی
خریدے جب کوئی گڑیا دوپٹہ ساتھ لیتی ہے

شریعتِ اسلامیہ کی تعلیمات کی روشنی میں عورت کا ایک تقدس ہے، جس میں اس کی خوبصورتی رکھی گئی ہے۔ عورت کے لیے حجاب اور دوپٹہ جہاں اسلامی اقدار میں شامل ہے وہاں پر یہ مشرقی تہذیب اور روایات کی علامت بھی ہے۔ مغربی روایات اور غیر اسلامی اقدار میں عورت کو بے لباس یا نیم بے لباس کر دیا گیا ہے جبکہ ہماری مشرقی روایات اور اسلامی اقدار میں عورت سر تا پا حیا کی ایک کامل تصویر ہے۔ اس کے سر سے دوپٹہ تو اس وقت بھی نہیں اترا جب کربلا کے سخت ترین جنگی معرکے میں خواتین تنہا ہو چکی تھی اس وقت بھی خاندان نبوت نے سر ڈھانپ کر رکھنے کی عملی تعلیم دی ہے۔ افسوس کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی نام لیوا مسلم کنیزیں دوپٹوں کو اپنے اوپر ظلم سمجھنے لگی ہیں۔ اس موقع پر مجھے اکبر الہ آبادی مرحوم کا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

بے پردہ کل نظر جو آئیں چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

عورت بچہ پیدا کرنے کی مشین نہیں:

یہ ہے بد اخلاقی اور بد زبانی کا وہ نمونہ جو عورت مارچ میں شریک خواتین بڑے جوش و جذبے سے پیش کرتی ہیں۔ اسلامی ریاست کا ہر غیرت مند مسلمان فرد اس گھٹیا سوچ اور بے ہودہ الفاظ کی بہت سخت مذمت کرتا ہے۔ اگر آپ غیرت مند، تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو کیا آپ کے سامنے آپ کی بہن، بیٹی ایسی بات کر سکتی ہے ؟ نہیں اور ہر گز نہیں۔ کیونکہ آپ کی بہن بیٹی اپنی باتوں اور کاموں کی حدود سے واقف ہے، وہ مر جائے گی لیکن ایسی بے ہودہ بات آپ سے نہ کر پائے گی۔ اس کے بر خلاف جو خاتون کے لبادے میں خود کو پیش کر کے ایسی بے ہودہ باتیں سڑکوں پر احتجاجی کارڈ اٹھا کر کہہ رہی ہو تو اس بارے آپ کو فیصلہ کرنے میں تردد نہیں ہونا چاہیے کہ یہ خواتین شرم و حیا سے عاری اور بے ہودگی میں ملوث ہیں جن کی باتوں سے بے ہودگی کی بدبو اور بے حیائی کی گھن آتی ہے۔

بچوں کی پیدائش کا اسلامی نظریہ:

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ وَإِنَّهَا لاَ تَلِدُ أَفَأَتَزَوَّجُهَا قَالَ: لاَ. ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ :تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ۔

سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث:2052

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی: مجھے ایک بڑے خاندان والی خوبصورت عورت مل رہی ہے لیکن وہ (بانجھ ہے) بچے پیدا نہیں کر سکتی۔ کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں !اس سے شادی نہ کرو۔ وہ شخص کچھ

عرصے بعد پھر حاضر خدمت ہو اور آکر وہی بات دہرائی جو اس نے پہلی مرتبہ کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا کہ ایسی عورت جو بانجھ ہے اس سے شادی نہ کرو۔ پھر وہ شخص تیسری مرتبہ آیا اور وہی بات کہی جو پہلے دوبار کہہ چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو اپنے شوہروں سے محبت کرنے والیاں ہوں اور زیادہ بچے پیدا کرنے والیاں ہوں (اس کا پتہ عورت کے خاندان اور گھرانے سے چلتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری تعداد کی وجہ سے باقی امتوں پر فخر کروں گا۔

طلاق یافتہ لیکن خوش:

یہ بھی خواتین مارچ میں لگنے والا ایک نعرہ ہے۔ اس نعرے میں چھپے ان غیر فطری حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ غیر شعوری طور پر یہ زہر خواتین کے ذہنوں میں اتارا جارہاہے کہ آزادی کی زندگی گزارو۔ اپنے جسموں کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو، دوپٹہ اور حجاب والی اسلامی تہذیب سے جان چھڑا کر جینا سیکھو اور اگر تمہاری بے ہودہ عادات سے تنگ آکر تمہیں شوہر طلاق دے دیں تو اس میں پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ طلاق ہوگئی ہے تو کوئی بات نہیں، خوش رہو۔

طلاق میں جرم کس کا ہوتا ہے؟

طلاق؛ مرد کے جذباتی پن کا عملی مظاہرہ یا عورت کی نادانی اور حماقت کا نتیجہ ہے؟ مرد اپنی رفیقہ حیات کو خود ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتا ہے یا عورت ایسے حالات پیدا کر دیتی ہے جس کا انجام طلاق ہوتی ہے؟ آسان الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ مرد طلاق دیتا ہے یا عورت طلاق لیتی ہے؟ اس کا جواب ہر علاقے، قوم، قبیلے، خاندان اور معاشرے میں مختلف ہو سکتا ہے دونوں آراء مشاہدات کی روشنی میں درست ہیں۔

طلاق اللہ کے ہاں مبغوض ہے:

ابغض المباحات الی اللہ الطلاق۔

سنن ابی داوٗد، کتاب الطلاق

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال کردہ چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ چیز "طلاق" ہے۔

طلاق کے نقصانات:

طلاق سے صرف میاں بیوی میں ہی جدائی پیدا نہیں ہوتی بلکہ دو خاندانوں میں خلیج بڑھ جاتی ہے، اگر وٹہ سٹہ ہو تو تقریباً تقریباً دوسرے گھرانے میں بھی صفِ ماتم بچھتی ہے یا دوسرے گھر کی بہو بھی ہمیشہ کے لیے سکون کھو بیٹھتی ہے۔ یا تین طلاقوں کے بعد بھی عورت کو ناجائز طریقے سے اپنے پاس رکھ کر زنا کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔

طلاق پر شیطان کی خوشی:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5032

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس (شیطان) اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو دنیا میں فساد پیدا کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ جو جتنا بڑا فتنہ باز ہوتا ہے وہی اس کا قریبی ہوتا ہے۔ ان لشکروں میں سے کوئی شیطان آ کر اس سے کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں گناہ کے کام

کرائے ہیں۔ تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ تو نے کچھ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ ایک شیطان آکر کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی میں جدائی کرا دی ہے۔ تو یہ بڑا شیطان (خوش ہو کر) اس چھوٹے شیطان کو اپنے قریب کر لیتا ہے یعنی بغل گیر ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ واقعی تو نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ طلاق پر خوش ہونا اور خوشی منانا شیطان اور اس کے چیلوں کا کام ہے۔ خود سوچئے! جو کام اللہ کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ ہو اس پر خوشی کیسے منائی جا سکتی ہے؟

اپنا کھانا خود گرم کرو:

خواتین مارچ میں شریک عورتوں کا ایک پسندیدہ نعرہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنا کھانا خود گرم کرو۔ سوچنے کی بات ہے کیا کبھی غیرت مند مرد نے اپنی عورت سے یہ کہا ہے کہ میرے اوپر تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں۔ جاؤ! خود کماؤ، اپنی رہائش کا خود بندوبست کرو، اپنی خوراک کا بندوبست خود کرو، اپنے اخراجات خود ہی پورے کرو۔ میں تمہارا شوہر ہوں تمہارا ملازم نہیں کہ تمہیں کما کر دوں، تمہاری رہائش کا بندوبست کروں، تمہاری بیماریوں کا علاج کراؤں، تمہارے اخراجات کا بوجھ اٹھاؤں۔

ذرا سوچئے! ایک مرد 12 گھنٹے کام کاج کر کے گھر والوں بالخصوص بیوی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے محنت مزدوری کرے۔ دن بھر کا تھکا ہارا جب گھر پہنچے اور اپنی بیوی سے کہے: کھانا دو! جواب میں بیوی کہے کہ اٹھو! اپنا کھانا خود گرم کرو۔ کیا یہ اشتعال دلانے والی بات نہیں ہو گی؟ یہ انداز شوہر کے دل کو لبھانے والا ہے یا گرمانے والا ہے۔ عدمِ تحمل اور عدمِ برداشت کے اس دور میں اس سے میاں بیوی کا باہمی تعلق اچھے انداز میں آگے کی طرف بڑھے گا یا اس میں دراڑیں پیدا ہوں گی اور اگر یہ معمول بن جائے تو کیا نوبت جدائی تک نہیں پہنچے گی؟

بہترین عورت وہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث:3231

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس کا شوہر اس کو دیکھے تو یہ اس کو خوش کر دے۔ اور جب اس کا شوہر اس کو کسی بات کا حکم دے تو وہ فرمانبر داری کرے اور جو چیزیں اس کے شوہر کو ناپسند ہوں ان چیزوں میں اپنی جان و مال سے شوہر کی مخالفت نہ کرے۔

بلکہ شوہر کی اطاعت و فرمانبر داری کا تو یہاں تک حکم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

خواتین ناشکری سے بچیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:29

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی جس میں اکثریت ایسی عورتوں کی تھی جو کفر

کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس کفر سے مراد اللہ کے بارے کفر کرنا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ یہاں کفر کا معنی ناشکری کے ہے یعنی جو عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور شوہروں کے احسانات کی ناشکری کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ ان عورتوں میں سے کسی کے ساتھ ساری عمر اچھا برتاؤ کرتے رہو پھر وہ عورت اپنے مزاج کے خلاف تمہارے اندر کوئی بات دیکھ لے تو کہنے لگتی ہے کہ میں نے تمہارے اندر کبھی کوئی بھلائی اور خیر نہیں دیکھی۔

مسلمان عورت کی چند قرآنی صفات:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہتر اور نیک عورتوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مُؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا

سورۃ التحریم، رقم الآیۃ: 5

ترجمہ: وہ مسلمان عورتیں ایمان والی ہوں گی، فرمانبردار ہوں گی، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے والی ہوں گی، عبادت کرنے والی ہوں گی، روزہ رکھنے والی ہوں گی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اب میں ان صفات کو بیان کرتا ہوں جو حق تعالیٰ نے (عورتوں کی نیکی اور) خیریت کے متعلق بیان فرمائی ہیں۔

مُسْلِمٰتٍ: وہ عورتیں مسلمان ہوں گی۔ اور اسلام جب ایمان کے مقابل استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد عمل ہوتا ہے (تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ) وہ احکام الٰہی کی اطاعت کرتی ہوں گی۔

مُؤْمِنٰتٍ: وہ ایمان والیاں ہوں گی۔ اس میں عقائد کی درستگی کا بیان ہے کہ جن چیزوں کی تصدیق ضروری ہے جیسے توحید و رسالت و معاد (برزخ، قیامت) وغیرہ

ان سب پر ان کا ایمان ہو گا۔ یہاں تک تو عقائد و اعمال کا ذکر ہوا۔

قٰنِتٰتٍ: وہ صاحبِ قنوت ہوں گی، جس کے معنیٰ خشوع و خضوع کے ہیں۔ میرے نزدیک اس میں حالت کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان و اسلام کے ساتھ وہ صاحبِ حال بھی ہوں گی جس میں اصل چیز خشوع و خضوع ہے۔قٰنِتٰتٍ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ”وہ شوہر کی اطاعت گزار ہوں گی۔“

تٰٓئِبٰتٍ: وہ توبہ کرنے والی ہوں گی، یعنی وہ عمل کے ساتھ توبہ کرنے والی ہوں گی یعنی وہ عورتیں ایسی ہوں گی کہ عمل کے باوجود اپنی کوتاہی (گناہوں) سے توبہ کریں گی۔

عٰبِدٰتٍ: اور وہ عورتیں عبادت کرنے والی ہوں گی، یعنی توبہ کے بعد بھی وہ عبادت اور عمل میں کوتاہی نہ کریں گی بلکہ پہلے سے زیادہ کوشش کریں گی، ہماری طرح نہ ہوں گی کہ ہم توبہ کے بھروسہ پر گناہ بھی کرتے اور عمل میں کوتاہی بھی کرتے ہیں۔

سٰٓئِحٰتٍ: جمہور سلف نے سائحت کی تفسیر صائمات (روزہ والیاں) سے کی ہے کہ وہ خواتین روزہ رکھنے والی ہوں گی۔“ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ بہت بڑی عبادت ہے۔ کیوں کہ تعمیم کے بعد تخصیص اہتمام کے لیے ہوتی ہے، حالانکہ مسلمات اور عابدات میں روزہ بھی داخل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اہتمام کے ساتھ الگ بیان فرمایا ہے جس سے اس کی خاص عظمت اور فضیلت معلوم ہوئی کہ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔

النسواں فی رمضان

نعروں کے مقاصد کو سمجھنا ضروری ہے:

تاریخ پر نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اہل اسلام کے تیسرے خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روضہ نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے پہلو میں جب شہید کر دیا گیا تو اس وقت مدینہ طیبہ کے حالات کس قدر نازک موڑ پر تھے، خون مسلم اور اس کے وجود کی بے وقعتی انتہاء کو پہنچ چکی تھی، قاتلین عثمان کی بے رحمی،

وحشیانہ پن اور یلغار پورے زوروں پر تھی۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ ماحول کو جھلسا رہی تھی، حالات انتہائی ناساز گار، پیچیدہ اور بہت دشوار تھے، ایسے حالات میں حرمت مسلم پر نازک اور حساس عنوان پر بطور خلیفہ خطبہ دینا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جیسے جری اور شجاع انسان کا ہی کام ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حکمت و تدبر اور شجاعت و عزیمت کے حسین امتزاج کے ساتھ چلاتے رہے، جب مدینہ طیبہ میں سیاسی و عسکری، انتظامی و تربیتی نظام کا چلانا بہت مشکل ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مرکز خلافت کوفہ منتقل کر دیا تاکہ مدینہ طیبہ کی حرمت اور تقدس کو پامال کرنے والوں کو اس کا موقع ہی نہ ملے۔ مزید یہ کہ جغرافیائی طور پر انتظامی و ثقافتی مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ مرکز خلافت کوفہ کو بنایا جائے کیونکہ کوفہ ایسی جگہ پر تھا جو عرب، فارس، یمن، ہند، عراق اور شام کے لوگوں کی باہمی تجارتی گزر گاہ تھی، مزید یہ جگہ علم و ادب، زبان و بیان، داستان و تاریخ نویسی، شعر و سخن اور علم انساب کے حوالے سے بھی مرکزیت رکھتی تھی۔

اسی زمانے میں فتنہ خوارج کا ظہور ہوا جس کے مزاج میں غلو، تشدد اور نفرت بھری ہوئی تھی، اسی فرقہ نے بغض علی کی بنیاد پر لا حکم الا اللہ کا نعرہ بلند کیا، یعنی حکم صرف اللہ کا چلے گا، اس پر آپ کرم اللہ وجہہ نے نہایت حکیمانہ فراست اور ایمان بصیرت کے ساتھ فرمایا: **ھذہ کلمۃ حق یراد بھا الباطل**۔ درست بات کہہ کر مطلب غلط بیان کیا جا رہا ہے۔

اس طرح کے مارچ آزاد مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کے سیاسی تدبر کا امتحان ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے نہایت غور و خوض اور باہمی سنجیدہ مشاورت کی ضرورت ہے تاکہ وہ فیصلے کیے جا سکیں جس سے ملک کی اسلامی نظریاتی حیثیت باقی رہے اور داخلی فتنوں سے حکمت عملی سے نمٹا جا سکے۔

خواتین اجتماع:

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محض خواتین کی غلطیوں پر ان کو کوستے رہنا اس مسئلے کا مستقل حل نہیں ہے بلکہ خواتین میں دینی شعور کو بیدار کرنا اور انہیں اسلام کے فطرتی حسن کے قریب لانے میں اقدامات کرنا ضروری ہیں ۔ اس حوالے سے عرصہ آٹھ سال سے ہم "خواتین اجتماع" کے نام پر مرکز اصلاح النساء سرگودھا میں پروگرام کرتے ہیں۔ جس میں خواتین کو اسلامی تہذیب، دینی شعور، خوشگوار گھریلو زندگی، اچھا رہن سہن، عمدہ اخلاق وآداب سکھانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ بعد میں یہ بیانات سوشل میڈیا پر دیے جاتے ہیں جس سے پوری دنیا کی بہت زیادہ خواتین فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اس سال بھی مرکز اصلاح النساء سرگودھا میں 8 مارچ بروز اتوار صبح 9 بجے سے دوپہر 2 بجے تک آٹھواں سالانہ خواتین اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ اس کے بعد 10 مارچ سے 40 روزہ آن لائن صراط مستقیم کورس برائے خواتین شروع ہو رہا ہے۔ جس کی تفصیل صرف ان لوگوں کو پرسنل میں بھیجی جائے گی جن کی خواتین اس کورس میں داخلہ لیں گی۔ اسی طرح ہم نے صرف خواتین دینی شعور اور اسلامی طرز زندگی لانے کے لیے واٹس اپ سروس شروع کی ہے جس میں عقائد و اعمال، عبادات، معاملات، معاشرات اور گھریلو زندگی کے بارے بیانات، پوسٹیں اور پیغامات بھیجے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسلامی ریاستوں کی خواتین کو اسلامی نظریات پر چلنے اور ان پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

جمعرات، مارچ، 2020ء

کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بہترین جزاء عطا فرمائے جنہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں استعمال کر کے، دکھ اور مصائب جھیل کر اپنے خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی جس کی بدولت آج ہم تک دین اسلام صحیح شکل و صورت میں موجود ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے دس بنیادی عقائد:

1. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدائی انتخاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں۔
2. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقائد و اعمال میں معیار اور حجت ہیں۔
3. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے بھی ہیں۔
4. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنقید سے بالاتر ہیں۔
5. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کے بارے خاموش رہنا واجب ہے۔
6. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہمی طور پر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں۔
7. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافروں کے خلاف سخت ہیں۔
8. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ راضی ہیں اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔
9. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہنم کے عذاب سے محفوظ ہیں۔
10. تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پکے سچے جنتی ہیں۔

پوری امت میں بلند اعزاز و مقام پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین اسلام کو پھیلانے اور بچانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی جانثاری وفاداری کا ثبوت دیا کہ دنیا اس کی مثال لانے سے قیامت تک عاجز رہے گی۔

کفر و اسلام کا پہلا معرکہ:

مدینہ طیبہ سے 160 کلو میٹر دور بدر کا میدان ہے جہاں حق و باطل کا سب سے پہلا معرکہ بپا ہوا۔ شمع اسلام کو گُل کرنے والے کئی ابدی بدبخت خاک و خون میں تڑپ تڑپ کر بالآخر خدائے قہار کے روبرو جا پہنچے، کفر کے غرور کا سر نیچا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر دل سپاہیوں نے مشرکوں کو خاک چاٹنے پر مجبور کیا۔ اس رزم گاہ کی سرزمین نے بیسیوں دشمنان اسلام کے خون کو چوسا، انھی میں عرب کے معروف قبیلہ بنو امیہ کے خاندان کے نامی گرامی وڈیرے خدائی لشکر کی تلواروں سے گھائل ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نیزوں کی انیوں پر اس خاندان کے سردار عتبہ، ولید اور حنظلہ کو اچھال دیا گیا اور یوں دشمنان اسلام اپنے انجامِ بد کو جا پہنچے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان:

یہ خاندان دو دھڑوں میں تقسیم ہوا، بعض دین دشمنی میں اپنی جان کی بازی ہار گئے اور بعض دین دوستی میں حیات جاوداں پا گئے۔ اس دوسرے فریق میں بنو امیہ کا وہ خوش نصیب شخص جسے دنیا جرنیل اسلام، کاتب وحی، فاتح عرب و عجم، امام تدبیر و سیاست اور سب سے بڑی اسلامی ریاست کے حکمران کے تعارف سے جانتی ہے، وہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما ہے۔

تاریخ کا قلمدان:

جب سے تاریخ کا قلمدان متعصب مزاج لوگوں کے ہتھے چڑھا ہے۔ حقائق کو مسخ کر کے جتنی بے انصافی اس عظیم المرتبت شخصیت سے برتی گئی شاید کسی اور سے اتنی کی گئی ہو۔ اس لیے ان کے شان و مقام عظمت اور سنہری کارناموں کو بیان کرنا جہاں ہماری عقیدت کا مسئلہ ہے وہاں پر تاریخ سے انصاف کا تقاضا بھی ہے۔

ولادت:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ میں راجح قول یہ لکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ بعثت نبوت سے پانچ برس پہلے پیدا ہوئے۔

نام و نسب:

حافظ ابن حزم نے جمہرۃ الانساب میں آپ کا نسب یوں لکھا ہے: معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

نسبی تعلقات:

آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان کا خاندان نبوت سے بنو ہاشم سے بہت گہرا تعلق ہے۔ امام ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی ہمشیرہ ام المومنین رملہ (ام حبیبہ) بنت ابوسفیان؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں۔ ابو جعفر بغدادی نے کتاب المحبر میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن قریبہ صغریٰ حضرت امیر معاویہ کے نکاح میں تھیں۔ مصعب زبیری نے نسب قریش میں لکھا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خوشدامن (ساس) میمونہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند شہیدِ کربلا حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ لیلیٰ بنت مرہ اسی میمونہ کی بیٹی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی علماء انساب نے کئی تعلقات بیان کیے ہیں۔

قبولِ اسلام:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے کہ میں صلح حدیبیہ کے بعد 7 ہجری میں عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام قبول کر

چکا تھا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایۃ میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے اسلام کا اظہار فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مرحبا کہا۔

مکارمِ اخلاق:

امام ذہبی رحمہ اللہ نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ آپ حلم و بردباری اور اپنے اعلیٰ اوصاف و اخلاق کے اعتبار سے اپنے ہمعصر لوگوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ قبیصہ بن جابر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اختیار کی میں نے ان سے زیادہ حلم والا کوئی نہیں دیکھا چنانچہ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مروت کے بارے میں اپنا فرمان نقل کیا ہے کہ مروت چار چیزوں میں ہوتی ہے اسلام میں پاکدامنی، مال کا صحیح اور جائز طریقے سے حاصل کرنا، اقرباء کی رعایت کرنا اور پڑوسیوں سے تعاون کرنا۔

خشیتِ الٰہی:

امام ترمذی نے اپنی سنن میں حدیث ذکر کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جلاد شُفیا اصبحی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ایک حدیث آپ کو سنائی کہ قیامت کے دن عالم، مجاہد اور تیسرا سخی ان سے حساب کتاب لیا جائے گا اور یہ لوگ اپنی فاسد نیتوں کی وجہ سے اس میں ناکام ہو جائیں گے تو ان کو جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ بہت روئے بہت روئے یہاں تک کہ حاضرین مجلس کو یہ خیال ہونے لگا کہ شاید آپ اسی حالت میں فوت ہو جائیں گے۔ پھر تھوڑی دیر بعد جب کیفیت سنبھلی تو آپ نے قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت فرمائی۔

امام دولابی رحمہ اللہ نے کتاب الکنیٰ میں لکھا ہے ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا: ”جس شخص نے کسی حاجت مند کی ضرورت کو پورا نہ کیا اور حاجت مند پر اپنا

دروازہ بند کر لیا تو اللہ تعالیٰ بھی آسمان سے اس کی حاجت روائی کا دروازہ بند کر دیں گے۔" یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ اوندھے گر گئے اور اپنے دربان کو بلوایا اور ابو مریم سے کہا کہ حدیث دوبارہ بیان کریں۔ انہوں نے دوبارہ بیان کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دربان سے کہا سعد میں تمہیں یہ ذمہ داری سونپتا ہوں کہ جب کوئی حاجت مند آئے تو اسے میرے پاس لے آنا پھر اللہ تعالیٰ اس کے حق میں میری زبان پر جو فیصلہ چاہیں گے، وہ کریں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام:

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں عبد الرحمان بن ابی عمیرہ مُزَنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ !تو معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اسے بھی ہدایت نصیب فرما اور اس کے ذریعے دوسروں کو بھی ہدایت عطا فرما۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند میں حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔ اسی طرح دیگر کئی محدثین نے امیر معاویہ کے فضائل و مناقب پر کافی ساری احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

کلام اللہ کی کتابت:

ساری انسانیت کی تا صبح قیامت رہنمائی کے لیے بنیادی طور پر جس کتاب کو اولیت حاصل ہے وہ قرآن کریم ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب اس کو لکھا جاتا تھا تو اس کے لیے قابل اعتماد اور پڑھے لکھے اشخاص کا تقرر ہوتا چنانچہ دیگر محدثین کی طرح امام ہیثمی نے بھی اپنی کتاب مجمع الزوائد میں عبد اللہ بن عمرو کے حوالے سے لکھا ہے کہ امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کلام اللہ شریف کی کتابت فرمایا کرتے تھے۔

قرآن کریم کی بسم اللہ:

عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ:أَلْقِ الدَّوَاةَ وَحَرِّفِ الْقَلَمَ وَأَقِمِ الْبَاءَ وَفَرِّقِ السِّينَ وَلَا تُعَوِّرِ الْمِيمَ وَحَسِّنِ اللّٰهَ وَمُدَّ الرَّحْمٰنَ وَجَوِّدِ الرَّحِيمَ.

تفسیر قرطبی، تحت آیت وما کنت تتلو من قبلہ۔۔الخ سورۃ العنکبوت

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قرآن کریم کو لکھا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے معاویہ! دوات کی سیاہی درست رکھو، قلم کو ٹیڑھا کرو، (بسم اللہ الرحمن الرحیم کی) "ب" کھڑی لکھو "س" کے دندانے جدا رکھو، "م" کے دائرے کو اندھا نہ کرو (کھلا رکھو)، لفظ "اللہ" خوب صورت لکھو، لفظ "رحمٰن" کو دراز کرو اور لفظ "رحیم" عمدگی سے لکھو!

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دوری قرآن سے دوری:

قرآن کریم کی بسم اللہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دور بھاگے تو وہ قرآن سے دور بھاگ رہا ہے۔ اللہ ہدایت عطا فرمائے۔

غزوات میں شرکت:

علی بن برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ غزوہ حنین میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر معرکہ لڑا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی بھی عنایت

فرمائی۔ فتح مکہ 8 ہجری رمضان میں پیش آیا اس کے بعد غزوہ طائف اور غزوہ حنین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہمرکاب رہے۔

قاتلانہ حملہ:

امام ابن کثیر نے البدایہ میں لکھا ہے: عبد الرحمٰن بن ملجم الکندی، برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی نے حرمِ کعبہ میں بالترتیب حضرت علی، امیر معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے قتل کا منصوبہ بنایا اور 17 رمضان 40 ہجری کی تاریخ متعین کی۔ ابن ملجم کوفہ آیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر فجر کی نماز سے پہلے حملہ کیا جس کی وجہ سے آپ جاں بر نہ ہو سکے اور 21 رمضان کو شہادت کا جام نوش کر گئے۔

برک بن عبد اللہ دمشق شام پہنچا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر خنجر سے حملہ کیا جس کی وجہ سے آپ شدید زخمی ہوئے۔ فتنہ کے سد باب کے لیے برک بن عبد اللہ کو قتل کر دیا گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز کے مقام پر حفاظتی انتظام کیا جبکہ مصر میں عمرو بن بکر بھی اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق پہنچا، اتفاقا اس دن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور نماز کے لیے خارجہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اس نے انہیں کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سمجھ کر شہید کر دیا۔

سلسلہ فتوحات:

اپنی مدبرانہ سیاسی سوچ اور حکمت عملی کی بدولت آپ نے تقریبا 64 لاکھ مربع میل پر حکمرانی کی۔ کئی ملکوں کے ملک، شہروں کے شہر، جزیروں کے جزیرے، قلعوں کے قلعے اور علاقوں کے علاقے آپ کے دور میں فتح ہوئے اور وہاں اسلامی ریاست کو فروغ دیا گیا۔ جن میں صرف چند نام یہ ہیں:

بلادِ افریقہ ، بلادِ سوڈان ، قبرص ، طرابلس ، قیروان ، جلولا ، قرطاجنہ ، قلعہ کمخ ، قسطنطینیہ ، جزیرہ ارواد ، جزیرہ روڈس وغیرہ۔ باقی خراسان ، ترکستان ، کابل ، بخارا ، سمرقند ، بلخ اور طبرستان وغیرہ پر معرکے جاری رہے۔

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا المناک سانحہ :

خلیفۃ الرسول سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بلوائیوں نے شورش بپا کی اور آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے اس موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی کی خدمت میں عرض کی کہ آپ شام تشریف لائیں۔ وہاں آپ کی جان کا تحفظ بھی ہوگا اور وہ لوگ اطاعت گزار بھی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قُربِ نبی میں رہنے کو ترجیح دی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار بالخصوص حضرت علی المرتضیٰ ، حضرت طلحہ ، حضرت زبیر اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس نازک صورتحال پر مشورہ کیا اور خلیفہ رسول رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی بھرپور تاکید فرمائی۔ اس کے بعد آپ شام چلے گئے ، مختلف علاقوں سے فسادی لوگ (جو بعد میں چل کر خوارج کہلائے) مدینہ طیبہ پہنچے اور حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حالات یہاں تک سنگین ہو گئے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا مسجد جانا بھی دشوار ہو گیا آپ نے شام میں امیر معاویہ ، بصرہ میں عبد اللہ بن عامر اور کوفہ کے والی کو ان حالات کی اطلاع بھیجی اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کی قیادت میں ایک فوجی دستہ مدینہ طیبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے روانہ کیا۔ ابھی یہ دستہ رستے میں تھا کہ بلوائیوں کو اس کی خبر ہو گئی اور ان ظالموں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

رومی بادشاہ کے نام خط:

كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَيْهِ: وَاللهِ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ وَتَرْجِعْ إِلَى بِلَادِكَ يَا لَعِينُ

لَأَصْطَلِحَنَّ أَنَا وَابْنُ عَمِّي عَلَيْكَ وَلَأُخْرِجَنَّكَ مِنْ جَمِيعِ بِلَادِكَ وَلَأُضَيِّقَنَّ عَلَيْكَ الْأَرْضَ بِمَا رَحُبَتْ. فَعِنْدَ ذَلِكَ خَافَ مَلِكُ الرُّومِ وَانْكَفَّ۔

البدایة والنہایة لابن کثیر، تحت ترجمۃ معاویۃ رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی بادشاہ کو خط لکھا کہ اے لعنتی انسان! اگر تو اپنی عادتوں سے باز نہ آیا اور اپنے ملک کی طرف واپس نہ گیا تو میں تیرے خلاف اپنے چچازاد بھائی (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے صلح کر لوں گا اور تجھے یہاں سے نکال دوں گا اور زمین کو وسعت کے باوجود تیرے اوپر تنگ کر دوں گا۔ اس بات سے رومی بادشاہ خوف زدہ ہوا اور باز آ گیا۔

نوٹ: جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خون عثمان کے بارے باہمی جنگ ہو رہی تھی اس وقت اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے رومی بادشاہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیشکش کی کہ اس جنگ کے اندر میں آپ کا یہ تعاون کر سکتا ہوں کہ اپنی عظیم فوج آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں تاکہ آپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شکست دے سکیں۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے رومی بادشاہ کو مذکورہ بالا خط لکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوٹوک فیصلہ:

وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ. لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْإِيْمَانِ بِاللهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا. اَلْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بُرَآء۔

نہج البلاغۃ، ج3، ص114

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ یقیناً ہم دونوں (میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کا رب ایک (اللہ ہی) ہے۔ ہمارا نبی (حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم) ایک ہے۔ ہماری اسلام کی دعوت ایک ہی ہے نہ تو ہم اُن سے اللہ پر ایمان لانے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے میں آگے بڑھے ہوئے ہیں اور نہ ہی وہ ہم سے اس بارے آگے بڑھے ہوئے ہیں یعنی ہم دونوں برابر ہیں۔ ہمارا اختلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ناحق خون (قتل) کے بارے اختلاف ہوا ہے اور ہم اس سے بری ہیں۔

جنگِ صفین کے تمام شہداء، جنتی ہیں:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ قَتْلَى يَوْمِ صِفِّينَ؟ فَقَالَ: قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ۔

المصنف لابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: 39035

ترجمہ: حضرت یزید بن اصم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے مقتولین کے بارے سوال کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے مقتولین اور ان (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے مقتولین جو اس جنگ میں شہید ہو گئے دونوں جنتی ہیں۔

آثارِ حرم کی نگہداشت:

مورخ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں حدود حرم کے نشانات تقریباً مٹ چکے تھے۔ آپ نے مروان بن حکم کو شاہی مراسلہ جاری کیا کہ حضرت کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ ان حدود سے خوب واقف ہیں اس لیے ان کی رہنمائی میں آثار و حدود حرم کی نشان دہی کرائیں اور ان کی تجدید کرائیں تاکہ لوگوں کو حرم کی حدود کا پتہ چلے۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ طیبہ میں بھی آثار نبوی کو باقی رکھنے کے لیے آپ نے انتظام کروایا۔ مسجد نبوی کے اردگرد گلی کوچوں میں پختہ فرش لگوائے اور جس جس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزے صادر ہوئے

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں وہاں پر بعض یادگار تعمیرات کیں۔

رعایا کی خبر گیری:

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رعایا کی خبر گیری کا پورا نظام مقرر کیا ہوا تھا۔ ہر ہر قبیلے میں ایک شخص کو متعین فرماتے جو قبیلے والوں کے حالات اور ضروریات کی مکمل خبر گیری کرتا۔ وہ ہر روز اپنے قبیلے والے سے پوچھتا کیا کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ قبیلہ میں کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟ کوئی مہمان آیا ہے؟ اور اگر مہمان آیا ہے تو اس کی ضروریات کیا ہیں؟ اس کے بعد وہ شخص سرکاری دفتر پہنچتا، بچہ کا نام اور دیگر کوائف ایک رجسٹر میں درج کرتا اور ان کی ضروریات کا مناسب انتظام کرنے کے لیے وظیفہ مقرر کرتا۔

آباد کاری اور فوجی مراکز:

مفتوحہ علاقوں میں آپ نے آباد کاری کی داغ بیل ڈالی اور مختلف ممالک میں اسلامی افواج کے لیے چھاؤنیاں اور مراکز قائم کیے۔ شام کے ساحل پر قلعہ جبلہ، اسی طرح مرعش، قیروان، الاذقیہ، انطرطوس، مرقیہ اور بلنیاس قابل ذکر ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر علاقے کی اندرونی صورتحال کو جرائم سے روکنے اور پر امن رکھنے کے لیے پولیس کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ نے اس کے بھی پورے انتظامات فرمائے۔

نہروں اور چشموں کی منصوبہ بندی:

آپ کے دور میں محکمہ آبپاشی پر بھی خصوصی توجہ دی گئی اور عوام کی سہولت کے پیش نظر نہری نظام کی بنیاد ڈالی گئی۔ چنانچہ عراق میں نہر معقل (صحابی رسول حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اس کا افتتاح کیا تھا) مدینہ طیبہ میں میدان اُحد کے قریب قناۃ معاویہ کے نام سے نہر کھدوائی گئی۔ اسی طرح مدینہ طیبہ

سے تقریباً 20 میل دور نشیبی علاقے میں چوپایوں کی سہولت کے لیے ایک بند بنوایا جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا اور مویشی اس سے فائدہ اٹھاتے۔

تاریخ عرب و عجم کی تدوین:

ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یمن کے دارالحکومت صنعا میں عبید بن شریہ جہمی بہت بڑا تاریخ دان رہا کرتا تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا اور عہد نبوت بھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں سنی تھی۔ اسے عرب و عجم کے سلاطین اور امراء کے حالات ازبر تھے، علم انساب کا ماہر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ سابقہ عرب و عجم کی تاریخ کو کتابی شکل میں مدون کرے۔ چنانچہ اس نے کئی کتابیں لکھیں مثلاً کتاب الامثال، کتاب الملوک اور کتاب الماضیین وغیرہ۔ اسی طرح اس وقت کے مشہور تاریخ دان دغفل بن حنظلہ سدوسی کو بھی تدوین تاریخ میں لگایا۔

یونانی طب کے لیے خدمات:

شبلی نعمانی نے الانتقاد علی تمدن اسلامی میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک شخص ابن آثال ماہر لسانیات تھا۔ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر یونانی طب کی کتابوں کو یونانی سے عربی زبان میں منتقل کیا اور اس سے پہلے یہ کام کسی شخص نے نہیں کیا تھا۔

دیگر سماجی خدمات:

مختصر یہ کہ آپ نے کئی منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا، مثلاً:

1. تجارت کے فروغ کے لیے آپ نے بیت المال سے بغیر نفع اور سود کے قرضے جاری کیے اور اس کے لیے بین الاقوامی معاہدے کیے۔

2. انتظامیہ کو منظم کیا اور اسے عدلیہ میں مداخلت سے روکنے کا حکم جاری کیا۔
3. دمشق میں سب سے پہلا اقامتی ہسپتال قائم کیا۔
4. خانہ کعبہ کے پرانے غلافوں کو اتار کر نیا غلاف چڑھانے کا حکم نامہ جاری کیا۔
5. سب سے پہلے اسلامی بحری فوج قائم کی۔
6. بحری جہاز کے کارخانے بنائے، عالمی سپر پاور رومی بحریہ کو شکست دی۔
7. ڈاک کا جدید مضبوط نظام قائم کیا او ڈاکخانہ کے نظام کی اصلاحات کیں۔
8. سرکاری حکم نامے پر سرکاری مہر لگانے اور حکم کی ایک کاپی سرکاری دفاتر میں محفوظ رکھنے کا طریقہ آپ کی ہی ایجاد ہے۔
9. قانون کی طرح طب اور علم الجراحت کی تعلیم کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا۔
10. اسی طرح فن خطاطی میں خط دیوانی کے موجد آپ ہیں۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے حسن سلوک:

المصنف لابن ابی شیبۃ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک قاصد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر حاضر ہوا اور آکر عرض کی کہ امیر المومنین کی طرف سے یہ ہدیہ قبول فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ ہدیہ قبول فرما لیا۔ جب وہ قاصد واپس چلا گیا تو عبد الرحمان بن عصمہ نے ام المومنین سے عرض کیا کہ کیا ہم مومن نہیں اور وہ امیر المومنین نہیں؟ تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہاں تم مومن ہو اور وہ (سیدنا معاویہ بن ابو سفیان) امیر المومنین ہیں۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک قیمتی ہار ہدیۃً پیش کیا جس کی اس وقت قیمت ایک لاکھ دراہم تھی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے قبول فرمایا اور اسے دیگر امہات المومنین میں تقسیم فرمایا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے خوشگوار تعلق:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو گئی تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں شہزادوں کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام فرماتے انہیں مرحبا کہتے اور بیش قیمت عطیات سے ان کی خدمت فرماتے۔

مقدس متبرکات سے حصول فیض:

صحیح البخاری میں ہے کہ "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹے۔" وہ بال آپ نے اپنے پاس محفوظ رکھے اور وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو ان کو میرے منہ اور ناک میں رکھ دیا جائے۔ بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تراشے ہوئے ناخن مبارک کے مقدس ٹکڑے موجود تھے آپ نے وصیت فرمائی کہ بعد وفات ان کو میرے منہ، ناک، آنکھوں اور کانوں میں ڈال دیا جائے اور فرماتے تھے کہ مجھے پوری امید ہے کہ ان کی برکت سے میری معافی ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قمیص مبارک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی جس کے بارے میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: جب آپ مرض الوفات میں تھے آپ نے وصیت فرمائی کہ اس قمیص کو میرے کفن میں ایسے طور پر شامل کرنا کہ یہ میرے جسم کے ساتھ ملی رہے۔

تقویٰ کی تلقین:

ابنِ عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ پر شدت مرض

کی وجہ سے غنودگی طاری ہو گئی۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کا خوف کرو۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہلاکتوں سے بچا لیتے ہیں اور جو شخص اللہ سے خوف نہیں رکھتے تو ان کی ہلاکت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

وفات:

بالآخر وہ وقت بھی آ پہنچا جس سے کسی ذی روح کو چھٹکارا نہیں۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط میں ہے کہ آپ کی وفات 22 رجب المرجب 60 ہجری کو ہوئی۔ ضحاک بن قیس فہری رضی اللہ عنہ جو آپ کے معتمد خاص تھے انتقال کے بعد مکان کے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام عرب کے لیے جائے پناہ تھے ان کے معاون و مددگار تھے، اللہ تعالی نے ان کے ذریعے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کو ختم فرمایا اور بے شمار ممالک کو ان کی سربراہی میں اسلام کے زیر نگیں آئے پھر آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے کفن میں متبرکات کو شامل کر لیا گیا۔

اسی دن نماز ظہر کے بعد ضحاک بن قیس فہری رضی اللہ عنہ نے دمشق کی جامع مسجد کے قریب آپ کا جنازہ پڑھایا اور آپ کے جسد مبارک کو امام ذہبی رحمہ اللہ کے بقول باب الجابیہ اور باب الصغیر (دمشق) کے درمیان دفن کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 12 مارچ، 2020ء

کرونا وائرس (چند تدابیر چند تجاویز)

اللہ تعالیٰ ہم سب کی تمام وبائی امراض اور حادثات سے حفاظت فرمائے۔
گزشتہ کئی دنوں سے "کرونا وائرس" جیسی عالمی وبا دنیا بھر میں مسلسل پھیل رہی ہے۔
ہر شخص اپنی معلومات اور سوچ و فکر کی بنیاد پر اس پر تجزیہ و تبصرہ کر رہا ہے، مجموعی طور پر دو قسم کی آراء سامنے آ رہی ہیں۔ بعض لوگ اس سے بہت زیادہ ڈرے ہوئے ہیں۔
اپنے ملک کی حکومت سے نالاں ہیں کہ وفاقی حکومت، صوبائی حکومت بالخصوص محکمۂ صحت کی طرف سے اس کی روک تھام کے لیے مؤثر حکمتِ عملی اور مفید عملی اقدامات سامنے نہیں آ رہے، اس لیے یہ لوگ بہت پریشان ہیں۔

جبکہ دوسرے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کسی احتیاطی تدبیر سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہونے والا۔ اگر اللہ نے یہ بیماری اور موت ہمارے لیے لکھ رکھی ہے تو احتیاطی تدابیر ہمیں بیماری یا موت سے نہیں بچا سکتیں اس لیے ان کو اپنانے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ان میں بعض ایسے خشک طبیعت لوگ بھی ہیں جو ان احتیاطی تدابیر کو ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کے خلاف سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں آراء قابل اصلاح ہیں اور دونوں طبقوں کے لوگ قابل رحم۔ جہاں تک تعلق ہے پہلی بات کا تو تمام ممالک کے سربراہان اس کے بارے نہایت فکرمند اور اس کی روک تھام کے لیے مسلسل محنت کر رہے ہیں، حفاظتی اقدامات کے طور پر بہت ساری سہولیات فراہم کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہر ہر بات پر اپنی حکومت سے شکوہ کرنے کا مزاج غیر منصفانہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس جان لیوا وبا نے انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا

ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لوگ موت کے منہ میں جا پہنچے ہیں۔ اس لیے غفلت کی بالکل ایک فیصد بھی گنجائش نہیں ہے۔ غیر سنجیدہ رویہ اختیار کر کے خود کو موت کے منہ میں نہ ڈالیں۔ احتیاط کے پیش نظر بعض ممالک میں لاک ڈاؤن کے احکامات جاری ہو رہے ہیں۔ اس موقع پر نہایت سنجیدگی سے چند تدابیر و تجاویز کو ملحوظ رکھا جائے۔

1. اس طرح کے وبائی امراض نیک مومن کے لیے آزمائش جبکہ گناہ گاروں اور کافروں کے لیے عذاب کے طور پر اترتی ہیں۔ اس لیے صبر اور توبہ و استغفار دونوں سے کام لیں۔
2. مستند اور ماہر ڈاکٹروں سے رابطے میں رہیں اور اُن سے اِس بارے طبی رہنمائی لیتے رہیں۔
3. مستند اور ماہر علماء کرام سے رابطے میں رہیں اور اُن سے اِس بارے شرعی رہنمائی لیتے رہیں۔
4. مسنون وظائف اور دعاؤں کا اہتمام کریں اس لیے کہ مشکل اوقات میں دعائیں مانگنے کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے۔
5. احتیاطی تدابیر کو ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کے خلاف نہ سمجھیں۔ توکل کا شریعت میں مفہوم یہ ہے کہ اسباب اختیار کر کے نتیجہ اللہ کے سپرد کیا جائے۔
6. اپنے گھروں میں رہیں، سیر و تفریح کے لیے ان دِنوں میں کہیں بھی نہ جائیں۔
7. طہارت اور صفائی ستھرائی کا بہت زیادہ اہتمام کریں۔ بار بار صابن یا جراثیم کُش ادویات سے ہاتھوں وغیرہ کو صاف کرتے رہیں۔
8. پلاسٹک کے نئے یا دُھلے ہوئے صاف دستانے پہننے کا اہتمام کریں۔
9. لوگوں سے میل ملاپ کے وقت چہرے پر ماسک پہننے کا اہتمام کریں۔
10. اپنے چہرے، ناک اور آنکھوں کو چھونے سے جہاں تک ممکن ہو، پرہیز کریں۔

ضرورت ہو تو چھوئیں اور بعد میں احتیاطاً ہاتھ منہ اچھی طرح دھولیں۔

11. اگر آپ کو خود چھینک یا کھانسی کی ضرورت پیش آئے تو منہ اور ناک کے آگے کہنی رکھیں، ہاتھوں یا رومال وغیرہ پر نہ چھینکیں۔ اگر ٹشو استعمال کیا ہے تو اسے فوراً کوڑے والی ٹوکری میں پھینک دیں اور ہاتھوں کو اچھی طرح دھولیں۔

12. اگر کوئی اور شخص آپ کے سامنے کھانستا یا چھینک لیتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ آپ کپڑے تبدیل کرلیں ورنہ کم از کم اپنے ہاتھ اور منہ صابن سے دھولیں اور اس شخص سے کہیں کہ کھانستے اور چھینک لیتے وقت وہ اپنی کہنی منہ اور ناک کے سامنے رکھے۔

13. کھانا گھر میں ہی پکائیں۔ مرد حضرات کے پاس یہ موقع ہے کہ وہ گھر کی خواتین کے ساتھ کھانے پکانے میں ہاتھ بٹائیں۔

14. احتیاط کے پیش نظر تقریباً ایک ماہ کا راشن کوکنگ آئل، گھی، دالیں، چینی، مسالہ جات، وغیرہ خرید کر گھر میں رکھ لیں۔

15. ہسپتالوں میں صرف بہت ایمرجنسی کی صورت میں جائیں کیونکہ وہاں پر وائرس کے ممکنہ مریض کثرت سے آرہے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ جراثیم آپ تک پہنچ سکتے ہیں، اس لیے بہت زیادہ محتاط رہیں۔

16. آپ کا کوئی قریبی رشتہ دار، دوست احباب مریض ہسپتال میں داخل ہے تو آپ اپنے ساتھ بچوں، خواتین اور 50 سال سے زائد عمر لوگوں کو لے کر عیادت کے لیے نہ جائیں بلکہ صرف آپ تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے مختصر وقت میں جائیں اور واپس آکر اچھی طرح نہا دھولیں۔

17. مساجد میں جاتے وقت اگر اپنا جوتا آپ اٹھا کر کسی محفوظ جگہ رکھتے ہیں تو اس کے بعد ہاتھوں کو دھولیں اور مساجد سے باہر آنے کے بعد بھی اسی طرح کریں۔

18. حکومت اور ڈاکٹرز کی طرف سے جو ہدایات دی جائیں اس میں ان کا ساتھ دیں۔

19. نوجوان طبقہ ذہنی طور پر اپنے آپ کو رضاکار کے طور پر ہر وقت تیار رکھے۔ اگر حکومت اس کا اعلان کرے تو خدمت کے جذبے سے اس میں ضرور حصہ لیں۔

20. مال دار طبقہ صدقہ خیرات کی نیت سے غریبوں اور سفید پوش مستحقین لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے ان سے خوب مالی تعاون کرے کیونکہ صدقہ اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے، پریشانیوں کو دور کرتا ہے اور بری موت سے محفوظ کرتا ہے۔

نوٹ: بعض دکانوں اور مکانوں کے مالکوں نے کرایہ داروں کو دو ماہ کا کرایہ معاف کرنے کا اعلان کیا ہے، یہ غریبوں سے تعاون کا اچھا طریقہ ہے۔ باقی لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے۔

اس صورتحال میں اللہ کی طرف رجوع کریں، صبر سے کام لیں، توبہ و استغفار اور دعائیں مانگیں۔ وبائی امراض سے متعلقہ افواہیں، لطیفے، مزاحیہ خاکے اور مذاق سے بچیں، اس سے خدا تعالیٰ کی ناراضگی بڑھتی ہے۔

وباؤں سے بچنے کا نسخہ:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيْئَتِكَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2406

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ (فتنوں، گناہوں اور پریشانیوں سے) نجات کیسے ممکن ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زبان پر مکمل کنٹرول رکھو! زیادہ تر وقت اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہوں پر روتے رہا کرو۔

اس لیے تبصرے تجزیے کے بجائے زبان کو کنٹرول میں رکھ کر اللہ کا ذکر،

تلاوت قرآن، آیاتِ شفاء، آیتِ کریمہ کا ورد، توبہ و استغفار، درود پاک کی کثرت اور دعائیں مانگنی چاہییں۔ زیادہ وقت اپنے گھر میں ہی گزارنا چاہیے اپنا گھر اللہ کی ایسی نعمت ہے جو انسان کو بہت ساری وباؤں اور گناہوں سے بچا لیتی ہے۔ اور اس کرونا وائرس والی مصیبت کو محض اتفاقی حادثہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اپنے گناہوں کی سزا کی ایک جھلک سمجھنا چاہیے اور اللہ کے سامنے رو رو کر گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔

وبائی امراض سے بچنے کی دعائیں:

- اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَيِّئِ الأَسْقَامِ۔
- بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔
- أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

کسی کو مرض میں مبتلا دیکھیں تو یہ دعا مانگیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِي عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا۔

نوٹ: دعائیں خود یاد کریں اور اپنے اہل وعیال کو بھی یاد کرائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

جمعرات، 26 مارچ، 2020ء

درود و سلام کی اہمیت و ضرورت

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی نازل ہو اس ذات پر جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اعلیٰ و افضل ہے یعنی نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ساری کائنات کو وجود ملا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا محبوب عمل ہے قرآن کریم میں اہل ایمان کو اس کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور ملائکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

بطور امتی ہمارے ذمہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہیں ان میں ایک حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنا بھی ہے۔ اسے ادا کرنا جہاں حکم خدا کی تعمیل ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اولین تقاضا بھی ہے۔

اہل السنت کی نشانی:

وَإِنَّ عَلَامَةَ اَهْلِ السُّنَّةِ الْكَثْرَةُ مِنْهَا.

القول البدیع، ص43

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پاک بھیجنا اہل السنت والجماعت ہونے کی علامت ہے۔

رحمتِ خداوندی کا ذریعہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:842

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرىٰ فِي وَجْهِهِ فَقُلْنَا إِنَّا لَنَرَى الْبُشْرىٰ فِي وَجْهِكَ. فَقَالَ إِنَّهُ أَتَانِي الْمَلَكُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

سنن النسائی، رقم الحدیث: 1207

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کی آپ کا رب فرماتا ہے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو اس بات پر خوشی نہ ہوگی کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر درود پڑھے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو کوئی آپ پر سلام پڑھے گا میں دس بار اس پر سلامتی نازل کروں گا۔

ستر رحمتوں کا نزول:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: مَنْ صَلَّى عَلىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً.

مسند احمد، رقم الحدیث: 6605

ترجمہ: حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اور فرشتے اس پر ستر رحمتیں نازل کریں گے۔

غموں سے نجات کا ذریعہ:

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أُبَيٌّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي فَقَالَ مَا شِئْتَ قَالَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2457

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہوں۔ میں اپنی دعا کا کتنا حصہ آپ پر درود کے لیے مقرر کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جتنا تم پسند کرو۔ میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا آدھا حصہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی؟ فرمایا: اس میں بھی اضافہ کر دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی ساری دعا کا وقت آپ پر درود کے لیے وقف کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تب تو تیرا ہر غم دور ہو گا اور ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔

گناہوں کی معافی کا ذریعہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ.

مسند احمد، رقم الحدیث:11937

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا۔

فائدہ: امام سخاوی رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر دس بار درود بھیجے گا اللہ پاک اس پر سو دفعہ درود یعنی رحمت بھیجیں گے اور جو سو مرتبہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہ اس پر ہزار مرتبہ درود یعنی رحمت بھیجیں گے اور جو محبت و شوق میں اس میں مزید اضافہ کرے گا میں اس کے لیے قیامت کے دن سفارشی اور گواہ بنوں گا۔

القول البدیع، ص:110

عرشِ الٰہی کے سایے کا ذریعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

ثَلَاثَةٌ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِ اللہِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ قِيلَ: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَرَّجَ عَنْ مَكْرُوْبٍ مِّنْ أُمَّتِيْ وَأَحْيٰ سُنَّتِيْ وَأَكْثَرَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ.

القول البدیع، ص:128

ترجمہ: تین آدمی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہ ہو گا ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے اور دوسرا وہ جو میری سنت کو زندہ کرے تیسرے وہ جو میرے اوپر کثرت سے درود پڑھے۔

قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا ذریعہ:

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:484

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہو گا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔

شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ:

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

القول البدیع، ص:127

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر صبح وشام دس دس مرتبہ درود بھیجے گا اس کو قیامت کے دن میری شفاعت ضرور حاصل ہو گی۔

عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَى مُحَمَّدٍ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ.

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:3285

ترجمہ: حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص محمد یعنی مجھ پر درود پڑھتے ہوئے یوں کہے: "اَللّٰهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنے ہاں قربت کا مقام عطا فرما، تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

نفاق اور جہنم سے چھٹکارا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عَشْرًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ مِائَةً وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِائَةً كَتَبَ اللهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ بَرَاءَةً مِنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَةً مِنَ النَّارِ وَأَسْكَنَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الشُّهَدَاءِ.

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: 7235

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود رحمت بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس پر سو مرتبہ درود رحمت بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر لکھ دیتے ہیں کہ یہ شخص نفاق سے بھی بری ہے اور جہنم سے بھی بری ہے اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ:

جو شخص دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود و سلام پیش کرتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک ملائکہ کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهُ.

جلاء الافہام

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے قریب سے مجھ پر درود پڑھے گا میں اس کو خود سنوں گا اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچادیا جائے گا۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثبات:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی قریب سے صلوٰۃ وسلام پڑھے تو حضور علیہ السلام خود سن لیتے ہیں اگر دور سے پڑھے تو پہنچادیا جاتا ہے اس سے آپ علیہ السلام کی حیات فی القبر بھی ثابت ہوتی ہے۔

اہل بدعت کے عقیدہ حاضر وناظر کی نفی:

دوسرا حدیث کا جملہ "مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهُ" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے اہل بدعت کے عقیدہ حاضر وناظر کی بھی نفی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر ہوں تو پھر صلوٰۃ وسلام پہنچانے کا کیا مطلب ہے؟

درود نہ بھیجنے پر وعید:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْضَرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ: آمِينَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِينَ. فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ: آمِينَ. فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ: آمِينَ.

المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: 7338

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب جمع ہو جاؤ! ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب آپ علیہ السلام نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا فرمایا تو آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔

فائدہ: سید الملائکہ کا بددعا کرنا اور سید الانبیاء اور سید الخلائق کا اس پر آمین کہنا قبولیت کے کتنے قریب ہو گا! اس میں تو شک کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ خیر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیہ درود بھیجنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

جمعرات، 2 اپریل، 2020ء

صدقہ و خیرات کے دس احکام و مسائل

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنے مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا "صدقہ" کہلاتا ہے۔ موجودہ صورتحال کے پیشِ نظر صدقہ سے متعلق چند اہم باتیں ذکر کی جاتی ہیں جنہیں اس نیک عمل کے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

1: نیت کی درستگی:

ہر نیک عمل کے وقت نیت کا درست ہونا ضروری ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ اس نیک عمل سے اللہ راضی ہو جائیں۔ دنیاوی شہرت اور ریاکاری وغیرہ سے انسان خود کو بچائے ورنہ نیک عمل کے باوجود اللہ کے ہاں عذاب ہو گا۔

حدیث مبارک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایسے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں بظاہر نیک اعمال کیے ہوں گے لیکن قیامت کے دن ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا وجہ یہ ہو گی کہ انہوں نے وہ کام اللہ کو راضی کرنے کے بجائے دنیاوی شہرت کے لیے کیے ہوں گے۔

رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4958

ترجمہ: ایک وہ شخص کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال میں وسعت اور فراخی عطا فرمائی ہو گی اور مال کی اکثر اقسام اس کو دی ہوں گی۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لایا جائے گا

اس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں دکھلائیں گے جسے وہ پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے پوچھیں گے: تو نے اس کے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی کہ جہاں خرچ کرنا آپ کو پسند ہو اور میں نے وہاں آپ کو راضی کرنے کے لیے خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ ہاں تو نے اس لیے خرچ کیا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں۔ اور اس کا چرچا ہو چکا دنیا میں لوگوں نے تجھے سخی کہہ لیا۔ اس کے بارے حکم ہو گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

2: حلال مال صدقہ کریں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:267

ترجمہ: اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں اللہ کے نام پر دیا کرو گے جو اگر کوئی دوسرا تمہیں دے تو نفرت کی وجہ سے تم اسے آنکھیں جھکائے بغیر نہ لے سکو۔ اور یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ اللہ کی ذات ایسی بے نیاز ہے کہ ہر قسم کی تعریف بالآخر اسی کی طرف ہی لوٹ کر آتی ہے۔

3: عمدہ اور پسندیدہ مال صدقہ کریں:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ:92

ترجمہ: کبھی بھی تم نیکی کے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم ان چیزوں میں سے اللہ کے لیے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو اللہ اس کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

4: پہلے مستحق رشتہ داروں کو صدقہ دیں:

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَعَلَى ذِي الرَّحِمِ اثْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ۔

السنن للنسائی، رقم الحدیث:2582

ترجمہ: حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین کو صدقہ دینے کا ایک ثواب ہے جبکہ مستحق رشتہ دار کو صدقہ دینے کا دوگنا ثواب ہے صدقے کا اور صلہ رحمی کا۔

5: صدقہ سے بیماریوں کو بھگائیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔

السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث:6593

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیماریوں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو۔

6: مخفی اور اعلانیہ صدقہ:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ تَقِي مِيتَةَ السُّوءِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:7704

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چپکے سے صدقہ کرنا رب تعالیٰ کے غضب کو دور کرتا ہے اور علانیہ صدقہ کرنا بری موت سے بچاتا ہے۔

7: اعلانیہ بہتر اور مخفی زیادہ بہتر:

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّكُمۡ وَیُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 271

ترجمہ: صدقات کو اگر تم ظاہر کر کے دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر تم اسے چھپا کر فقراء کو دے دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ معاف فرمادیں گے اور تمہارے کاموں کی اللہ کو خوب خبر ہے۔

8: حالات کے پیش نظر اعلانیہ صدقہ:

صدقہ دونوں طرح سے کرنا درست ہے ظاہر کر کے بھی کیا جائے تو اس میں حرج نہیں اور چھپا کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں ظاہر کر کے دینا زیادہ بہتر ہوتا ہے تاکہ باقی لوگوں میں بھی اس کی ترغیب اور شوق پیدا ہو اور وہ بھی نیکی کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اللہ کی رضا کو فراموش کر کے اپنی بڑائی، برتری اور شہرت کی خاطر ایسا کرنا "ریا" کہلاتا ہے۔

قرآن کریم نے کھلم کھلا صدقہ کرنے کی مذمت نہیں بلکہ تعریف فرمائی ہے اس لیے خشک طبیعت دینی اسرار و رموز سے ناواقف لوگوں کے اس دھوکے کا شکار ہرگز نہ ہوں کہ کھلم کھلا صدقہ کرنے سے ثواب نہیں ملتا، یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص علی الاعلان صدقہ کرتا ہے اور اس کی جائز مقاصد کے پیش نظر مناسب تشہیر بھی کرتا ہے تاکہ اور لوگوں میں بھی شوق پیدا ہو یا مال دینے والوں کو یقین ہو جائے کہ ان کا دیا ہوا مال مستحق لوگوں تک پہنچ رہا ہے تو یہ عمل ہرگز شریعت

کے خلاف نہیں۔

9: صدقہ ضائع نہ کریں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 264

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور (جس کو صدقہ دیا ہے اسے) تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو۔

تنبیہ: موجودہ حالات میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مخیر لوگ دل کھول کر صدقہ دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کے اس نیک عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کسی کو صدقہ دیتے وقت اس کی عزت نفس مجروح نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارے ہاں یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ لوگ کسی کو معمولی چیز دیتے وقت بھی اس کی تصویر بنواتے ہیں اور اسے سوشل میڈیا پر پھیلاتے ہیں بعض مرتبہ معمولی سا راشن پیکج دیتے وقت کئی کئی لوگ اس کی تصویر بنوانے میں مصروف ہوتے ہیں۔ یہ گھٹیا حرکت ہے اسی وجہ سے مستحق لوگ بھی صدقہ لینے نہیں آتے۔

10: صدقہ میں دینی مدارس کو نہ بھولیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 8938

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مخاطب! تیرا کھانا صرف دین دار متقی لوگ ہی کھائیں۔

عام خیال یہ ہے کہ کرونا وائرس کی وجہ سے آنے والے معاشی بحران سے غریب، مسکین خصوصاً دیہاڑی دار طبقہ بہت متاثر ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں

واقعتاً ایسا ہی ہے لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ ان حالات کا اثر دینی مدارس پر بھی بہت بری طرح پڑا ہے۔

دینی مدارس میں طلباء کی تمام بنیادی ضروریات پوری کی جاتی ہیں جن میں کھانا، رہائش، لباس، کتب اور علاج معالجہ اور وظائف وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اساتذہ و عملہ کی ماہانہ تنخواہیں، راشن اور یوٹیلیٹی بلز اور تعمیرات وغیرہ جیسے اخراجات بھی مدارس والے عشر، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات سے پورے کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی راہ میں دل سے اور دل کھول کر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 9 اپریل، 2020ء

باہمی ہمدردی کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو باہمی طور پر جس طرح رہنے کی تاکید فرمائی ہے اگر ہم اسی پر عمل کریں تو ہماری ساری مشکلات اور پریشانیاں حل ہو جائیں۔

ایک دوسرے کے مددگار بنیں:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:71

ترجمہ: ایمان والے مرد و خواتین آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

بھائی بھائی بنیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ:10

ترجمہ: اس میں کوئی دوسری رائے ہو ہی نہیں سکتی کہ تمام ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ایک دوسرے کا سہارا بنیں:

عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:481

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے کہ اس عمارت کا ہر حصہ دوسرے حصے کے لیے سہارا ہوتا ہے۔

اچھے اوصاف اپنائیں:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2442

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو یہ اُس پر ظلم وزیادتی کرتا ہے، نہ اس کو مشکل وقت میں تنہا چھوڑتا ہے، اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کو پورا فرما دیتے ہیں، جو شخص (دنیا میں) کسی مسلمان کی مصیبت و پریشانی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پریشانیوں میں سے بڑی پریشانی کو دور فرما دیں گے۔ اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کا عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کے عیب چھپا لیں گے۔

باہمی ہمدردی کے جذبات رکھیں:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4685

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باہمی محبت، مہربانی اور ہمدردی کے لحاظ سے ایمان والوں کی مثال

ایک جسم کی مانند ہے جب اس جسم کے کسی عضو (حصے) میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے پورا جسم بے آرامی اور بخار (تکلیف) میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

وقت کا تقاضا پورا کریں:

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دین اسلام میں باہمی ہمدردی، مہربانی اور جذبہ اتحاد کی بڑی اہمیت ہے۔ خصوصاً ایسے حالات میں کہ جب ہر طرف پریشانی دکھائی دے رہی ہو۔

ایک دوسرے کے کام آئیں:

اس وقت پوری دنیا میں کرونا وائرس کی وجہ سے ایک پریشان کُن صورتحال ہے۔ لوگوں کا کاروبار زندگی ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ ہمارے مومن بھائی بہن سخت آزمائش اور پریشانی میں مبتلا ہیں۔ یہ وقت ایک دوسرے کے کام آنے کا ہے، آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کا ہے۔ اللہ کریم نے جن بھائیوں اور بہنوں کو مالی وسعت عطا فرمائی ہے اس موقع پر انہیں چاہیے کہ وہ بڑھ چڑھ کر پریشان حال لوگوں کے ساتھ مہربانی والا برتاؤ کریں۔

اللہ کریم ہمیں اچھے اوصاف اپنانے اور برے اوصاف سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس وبا کو ہم سے دور فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 16 اپریل، 2020ء

سحری کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے سحری کے وقت اور سحری کے کھانے میں برکت رکھی ہے۔

عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اللّٰھُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُوْرِھَا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1133

ترجمہ: حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی: اے اللہ! میری امت کے صبح کے وقت اٹھنے میں برکت عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ انسان سحری کا کھانا خود کھاتا ہے اس میں اس کا اپنا جسمانی فائدہ ہے لیکن اس پر بھی اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اس کے روزے کے ثواب میں کمی نہیں آتی بلکہ کمی تو کجا اس میں اللہ نے برکت رکھ دی ہے۔

سحری رمضان المبارک کا بہت عظیم عمل ہے لیکن عام دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ بہت کم لوگ اس کی فضیلت سے واقف ہیں۔ آیئے احادیث مبارکہ کی روشنی میں سحری کے فضائل اور چند ضروری مسائل دیکھتے ہیں۔

سحری میں برکت:

عَن أَنَس بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1923

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کا کھانا کھاؤ کیونکہ اس میں برکت ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللہِ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ

اللّٰہُ عَنْہُ یُحَدِّثُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَسَحَّرُ۔ فَقَالَ: إِنَّهَا بَرَكَةٌ أَعْطَاكُمُ اللّٰہُ إِيَّاهَا فَلَا تَدَعُوهُ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث:2162

ترجمہ: صاحب الزیادی عبدالحمید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے کسی صحابی کا یہ واقعہ سنا، ایک صحابی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سحری کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سحری کا کھانا ایسا بابرکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں (اپنے فضل و کرم سے) عطا کیا ہے لہٰذا اس کو مت چھوڑو۔

برکت کسے کہتے ہیں؟

ایک چیز مقدار میں کم ہو لیکن اس کا فائدہ زیادہ ہو اس کو برکت کہتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم کے الفاظ کم لیکن اس پر ملنے والا اجر و ثواب زیادہ ہے اسی لیے قرآن کریم کو وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ کہا گیا ہے۔ اس اعتبار سے جب ہم دیکھتے ہیں تو کعبۃ اللہ کو بھی بابرکت کہا گیا ہے: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا دیکھنے میں کعبۃ اللہ ایک گھر ہے لیکن دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے بہت بڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔

جب برکت آتی ہے:

یہ برکت جب وقت میں آتی ہے تو تھوڑے سے عرصہ میں زیادہ کام ہو جاتے ہیں۔ یہ برکت جب مال میں آتی ہے تو عافیت کے ساتھ منافع زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ برکت جب اولاد میں آتی ہے تو اولاد فرمانبردار بن جاتی ہے۔ یہ برکت جب علم میں آتی ہے تو اپنے اور دوسرے لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت و نجات بن جاتا ہے۔

رمضان بابرکت مہینہ:

رمضان کے مہینے کو بھی حدیث مبارک میں شھر مبارك کہا گیا ہے کہ یہ بابرکت مہینہ ہے۔ مقدار کم لیکن فائدہ زیادہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض ثواب میں ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے۔

سحری کے کھانے کو بھی بابرکت قرار دیا گیا ہے یعنی اگرچہ مقدار میں کم ہے لیکن جسمانی صحت، اجر و ثواب اور اللہ کی رضا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس میں فوائد زیادہ آگئے ہیں۔

سحری کھائیں:

چونکہ سحری کا کھانا برکت والا ہے اس لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھانے پینے کی بہت تاکید فرمائی ہے تاکہ میری امت اللہ کی طرف سے ملنے والی برکات حاصل کر سکے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَصُومَ فَلْيَتَسَحَّرْ وَلَوْ بِشَيْءٍ۔

المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ، رقم الحدیث:509

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے روزہ رکھنا ہو اسے چاہیے کہ وہ کچھ نا کچھ سحری ضرور کھائے۔

ایک گھونٹ پانی:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَسَحَّرُوا وَلَوْ بِجُرْعَةٍ مِنْ مَاءٍ۔

المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ، رقم الحدیث:510

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو اگرچہ ایک گھونٹ پانی پینے کی صورت میں ہی ہو۔

دو کھجوروں سے سحری:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَرِّبِي إِلَيْنَا الْغَدَاءَ الْمُبَارَكَ يَعْنِي: السَّحُورَ وَرُبَّمَا لَمْ يَكُنْ إِلا تَمْرَتَيْنِ۔

المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ، رقم الحدیث: 511

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کا بابرکت کھانا میرے پاس لاؤ۔ اور کبھی تو ایسا ہوتا تھا اس کے لیے دو کھجوریں ہی میسر ہوتی تھیں۔

بہترین سحری کھجور والی ہے:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ السُّحُورُ التَّمْرُ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: 6689

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی سحری کھجور والی ہے۔

سحری کی دعوت:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو إِلَى السَّحُورِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَقَالَ: هَلُمُّوا إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث: 2163

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رمضان

کے مہینے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سحری کی دعوت دیتے ہوئے سنا آپ یوں فرمایا کرتے تھے: آؤ! بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔

سحری کھانے والے پر رحمت:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَہ یُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِیْنَ۔

موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث:880

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ سحری کھانی چاہیے بعض لوگ سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کی فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں جبکہ بعض لوگ رات ہی کو اس لیے کھانا کھالیتے ہیں تاکہ صبح سحری کے وقت میں اٹھنا نہ پڑے۔

اہل کتاب اور اہل اسلام روزوں میں فرق:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصْلُ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ أَهْلِ الْکِتَابِ أَکْلَةُ السَّحَرِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:2518

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔

فائدہ: حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام جب روزے رکھتے ہیں تو سحری کا کھانا کھاتے ہیں جبکہ اہل کتاب سحری کھائے بغیر روزے رکھتے ہیں۔

سحری میں چند بے اعتدالیاں:

- یہ تہجد، استغفار اور دعا کا وقت ہوتا ہے۔ اس لیے سحری کا مطلب یہ نہیں کہ سارا وقت کھانے میں ہی گزار دیا جائے بلکہ تہجد، دعا و استغفار کا اہتمام کرنا چاہیے۔
- بعض لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ سحری میں بہت زیادہ کھانا کھالیتے ہیں جس کی وجہ سے دن بھر کھٹی ڈکاریں، معدے کی جلن اور تیزابیت کا شکار رہتے ہیں سحری کھائیں لیکن مناسب مقدار میں کھائیں۔
- بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر سحری نہ کی تو روزہ نہیں ہو گا اس لیے جب کبھی سحری نہ کریں تو روزہ ہی چھوڑ دیتے ہیں یہ درست نہیں۔ روزہ کے لیے سحری کھانا مستحب اور پسندیدہ چیز ہے، شرط نہیں کہ اس کے بغیر روزہ ہی نہ ہو۔ اس لیے محض سحری کے چھوٹ جانے کی وجہ سے روزہ چھوڑنا شرعاً غلط ہے۔
- بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک فجر کی اذان نہ ہو سحری کی جا سکتی ہے۔ یہ بات سراسر غلط ہے ختم سحری کے اعلان کے وقت ہی سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد کھانا پینا غلط ہے۔
- بعض لوگ سحری کھاتے ہی سو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نماز فجر قضا ہو جاتی ہے یہ بھی غلط ہے۔ سحری کے بعد تلاوت، ذکر اللہ، درود پاک، استغفار، دعا و مناجات وغیرہ کریں۔ چل کر مسجد پہنچیں وہاں نماز فجر باجماعت ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی صحیح معنوں میں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 30 اپریل، 2020ء

مغفرت کے چند اسباب

اللہ تعالیٰ کے کرم سے رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ شروع ہو چکا ہے۔ حدیث مبارک میں اس عشرے کو مغفرت کا عشرہ کہا گیا ہے۔ چند ایسے اعمال ذکر کیے جاتے ہیں جن کو کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

توبہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔

سورۃ التحریم، رقم الآیۃ: 8

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے سامنے سچی اور خالص توبہ کرو، امید کامل ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

استغفار:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ۙ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ؕ

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 135، 136

ترجمہ: وہ لوگ جب کوئی کھلم کھلا گناہ کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر زیادتی کر گزرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے کیے ہوئے گناہوں کی (اللہ

سے) مغفرت (معافی) مانگتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بھلا اللہ کے سوا گناہوں کی مغفرت اور کر ہی کون سکتا ہے؟ اور یہ لوگ اپنے کیے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو ان کے رب کی طرف سے بدلے کے طور پر مغفرت ملتی ہے اور ایسے باغات کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں یہ لوگ دائمی زندگی گزاریں گے۔ کتنی بہترین جزاء ہے جو کام کرنے والوں کو ملنی ہے۔

کبیرہ گناہوں سے بچنا:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔

سورۃ النجم، رقم الآیۃ:32

ترجمہ: وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں البتہ کبھی کبھار صغیرہ گناہ ان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔

صدقہ و خیرات:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:271

ترجمہ: صدقات کو اگر تم ظاہر کر کے دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر تم اسے چھپا کر فقراء کو دے دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ معاف فرما دیں گے اور تمہارے کاموں کی اللہ کو خوب خبر ہے۔

معاف کرنا:

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰی وَ

الۡمَسٰكِيۡنَ وَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ‌ۖ وَ لۡيَـعۡفُوۡا وَ لۡيَـصۡفَحُوۡا ‌ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ

سورۃ النور، رقم الآیۃ: 22

ترجمہ: اور تم میں سے وہ لوگ جو اہل خیر ہیں مالی وسعت رکھتے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دیں گے۔ انہیں چاہیے کہ وہ معافی اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 7 مئی، 2020ء

عشرہ اخیرہ اور کثرت عبادت

اللہ تعالی کا ایک نام "عفو" ہے۔یعنی وہ ذات جو اپنے بندوں کو بہت زیادہ معاف کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ خود بھی معاف فرمانے والی ذات ہے اور معاف کرنے کو پسند بھی فرماتے ہیں۔

آخری عشرہ میں زیادہ عبادت کریں:

عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:2009

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں پہلے (دو عشروں) سے بڑھ کر عبادات کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

گھر میں عبادت کا ماحول بنائیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:2008

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصہ اللہ کی عبادت میں جاگ کر گزارتے اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے جگاتے

تھے۔ اور عبادت کے لیے کمر کس لیتے تھے۔

شب قدر کی تیاری کریں:

رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہو چکا ہے اس عشرے کی سب سے بڑی عبادت لیلۃ القدر کو حاصل کرنا ہے۔ لیلۃ القدر وہ مبارک رات ہے جس کا تذکرہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی ایک مستقل سورۃ "سورۃ القدر" میں فرمایا ہے۔ اور اس رات کو ہزار مہینوں سے بھی زیادہ فضیلت والا قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص اس رات کو عبادت کرے گا وہ یوں سمجھے کہ اس نے ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ثواب حاصل کر لیا ہے۔

اسلاف کا معمول:

عن ثابت أنّ تميم الداری اشتری ثوباً بألف دينارٍ خصّصه لليلة القدر، لا يلبسه فی غيرها.

حضرت ثابت البُنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ لیلۃ القدر کے لیے بطور خاص ہزار دینار کا مہنگا اور عمدہ کپڑا خریدتے اور اس کپڑے کو لیلۃ القدر (کی متوقع راتوں) میں ہی استعمال فرماتے، اس کے علاوہ استعمال نہیں فرماتے۔

فقد كان النخعیّ يغتسل فی كلّ ليلةٍ من الليالی العشر

حضرت امام نخعی رحمہ اللہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ہر رات غسل کرتے (تاکہ عبادات کے لیے تازہ دم رہیں۔)

اسی طرح حضرت ثابت البنانی اور حمید الطویل رحمہما اللہ کے بارے امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں لیلۃ القدر کی متوقع راتوں میں اجلے اور صاف کپڑے پہنتے، خود خوشبو لگاتے، مسجد میں

خوشبو کا اہتمام کرتے اور وہاں بخور دہکاتے۔

فائدہ: مذکورہ بالا کام مستحب درجے کے ہیں لازمی اور ضروری نہیں۔

ظاہری صفائی کا اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں جب تک اس کے ذریعے باطن پر اثرات نہ پڑیں۔ اصل چیزیں تو تقویٰ، توبہ، اللہ کی طرف رجوع، گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کی طرف بڑھنا ہے۔

آخری عشرے کی دعا:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا؟ قَالَ: قُولِي: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3513

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اگر مجھے لیلۃ القدر معلوم ہو جائے تو اس میں کون سی دعا مانگنی چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔ یہ دعا مانگنا۔

فائدہ: دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ تو بہت زیادہ معاف کرنے والی ذات ہے اور تو معاف کرنے کو پسند بھی فرماتا ہے۔ اے اللہ مجھے معاف فرما۔

یہ عشرہ جہنم سے آزادی کا عشرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے نجات عطا فرما کر جنت بلکہ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

جمعرات، 14 مئی، 2020ء

جہنم کی آگ سے بچیں

اللہ تعالیٰ ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں جہنم سے لوگوں کو آزاد فرماتے ہیں، ابھی اس کی چند گھڑیاں باقی ہیں۔ آیئے! ان کو غنیمت جانتے ہوئے وہ کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے اللہ کریم جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔

تین اوصاف جن کی وجہ سے جہنم کی آگ حرام:

عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا بِمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ حُرِّمَ عَلَى النَّارِ وَحُرِّمَتِ النَّارُ عَلَيْهِ إِيْمَانٌ بِاللهِ وَحُبُّ اللهِ وَأَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ فَيُحْرَقَ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:12122

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص کے اندر موجود ہوں گی وہ جہنم کی آگ پر حرام ہے اور جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔ پہلی چیز: اللہ تعالیٰ پر (رسول کی تعلیمات کے مطابق) ایمان لانا، دوسری چیز: اللہ کی محبت کا دل میں ہونا اور تیسری چیز: کفر اختیار کرنے کے بجائے دنیا والی آگ میں جل جانا گوارا کر لینا۔

کلمہ توحید پڑھنے پر جہنم کی آگ حرام:

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْانْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ۔۔۔فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي

بِذَٰلِكَ وَجْهَ اللهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:425

ترجمہ: حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کامل یقین کے ساتھ محض اللہ کو راضی کرنے کے لیے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔

پانچ نمازوں کی ادائیگی پر جہنم کی آگ حرام:

عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلٰى وُضُوئِهَا وَمَوَاقِيتِهَا وَرُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا يَرَاهَا حَقًّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ حُرِّمَ عَلَى النَّارِ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:18346

ترجمہ: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پانچ فرض نمازوں کو اچھی طرح ادا کرنے کی پابندی کی، وضو بھی ٹھیک طرح سے کیا، اوقات مقررہ میں انہیں ادا کیا، رکوع و سجود کو بھی صحیح طریقے سے ادا کیا اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے بارے (محض اپنے فضل سے) یہ بات اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں کہ اس بندے پر جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔

ظہر کی پہلے اور بعد والی چار رکعتیں ادا کرنے پر جہنم کی آگ حرام:

عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرُمَ عَلَى النَّارِ۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:1077

ترجمہ: زوجہ رسول حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ظہر کی فرض نماز سے پہلے اور بعد میں چار رکعات (سنتیں) ادا کرنے کی پابندی کرے اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی جاتی ہے۔

خشیتِ الٰہی کی وجہ سے جہنم کی آگ حرام:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:4197

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کے آنکھوں سے اللہ کے خوف و خشیت کی وجہ سے آنسو نکل پڑیں اگرچہ وہ (مقدار میں) مکھی کے سر کے برابر ہوں (یعنی اس قدر چھوٹے اور معمولی ہوں جیسے مکھی کا سر ہوتا ہے) پھر وہ آنسو اس کے رخسار تک جا پہنچیں تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔

نرم مزاجی کی وجہ سے جہنم کی آگ حرام:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حُرِّمَ عَلَى النَّارِ كُلُّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ قَرِيبٍ مِنَ النَّاسِ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:3938

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اس بندے پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا گیا ہے جو لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والا ہو، نرم مزاجی اختیار کرنے والا ہو اور اپنی اسی نرم مزاجی کی وجہ سے لوگوں کے قریب ہونے والا ہو۔

فائدہ: حدیث مبارک میں جس شخص کی بات کی جارہی ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو ایمان لایا ہو، فرائض و واجبات ادا کرنے والا ہو مزید یہ کہ نرم مزاج بھی ہو۔ غیر مسلم لوگ خواہ وہ کتنے ہی نرم مزاج کیوں نہ ہوں وہ ابدی جہنم سے نہیں بچ سکتے کیونکہ ایمان بنیادی شرط ہے۔

رمضان المبارک ہم سے رخصت ہو رہا ہے، چند گھڑیاں باقی بچیں ہیں، حدیث مبارک میں ہے کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا لیکن اپنی بخشش نہ کرا سکا۔ یعنی خود کو جہنم سے آزاد نہ کرا سکا۔ اس لیے ہمیں ہر وہ عمل کرنا چاہیے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ ہم پر حرام فرمادیں۔ اختصار کے پیش نظر چند ایک کا تذکرہ سطور بالا میں کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے نجات عطا فرما کر جنت بلکہ جنت الفردوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 21 مئی، 2020ء

مصائب و آلام ...... عذاب یا انعام؟

اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا تو یہی مانگنی چاہیے کہ وہ ہمیں آزمائشوں سے محفوظ فرما کر عافیت والی زندگی عطا فرمائے۔ تاہم آزمائشیں، مصیبتیں، بیماریاں اور تکالیف قوموں کی زندگی کا حصہ ہوا کرتی ہیں۔ ان حالات میں شریعت نے ہمیں صدق دل سے صبر کا حکم دیا ہے، نیک اعمال بالخصوص صدقہ و خیرات کا حکم دیا ہے، رجوع الی اللہ کا حکم دیا ہے اور دعاؤں کا حکم دیا ہے۔ باقی رہا کہ آزمائشوں پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے انعامات کیا ملتے ہیں؟ آیئے اس بارے چند احادیث مبارکہ دیکھتے ہیں۔

مؤمن کا قابلِ تعجب معاملہ:

عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لأَحَدٍ إِلاَّ لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:7610

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن بندے کا معاملہ بہت عجیب ہے اس کا ہر معاملہ اور ہر حالت خیر ہی خیر ہے اور یہ اعزاز سوائے اہل ایمان کے کسی اور کے نصیب میں نہیں ہے۔ اگر اس (بندۂ مؤمن) کو خوشی، راحت اور سکھ پہنچے تو وہ اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے جو کہ اس کے حق میں خیر ہی خیر ہے۔ اور اگر اس کو غم، تکلیف یا دکھ پہنچے تو وہ (اپنے رب حکیم و کریم کے فیصلہ و مشیت پر یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر کرنا اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔

مصیبت: اللہ سے محبت کی دلیل:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ: اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلٰى حَسَبِ دِينِهِ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2398

ترجمہ: حضرت مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کی پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ جو افضل ہوں۔ ہر شخص کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے اگر اس کی دینی حالت مضبوط ہو تو آزمائش بھی سخت نوعیت کی ہوتی ہے اور اگر دینی حالت کمزور ہو تو آزمائش بھی اسی کے مطابق ہوتی ہے۔ بندے پر مسلسل مصائب اور پریشانیاں آتی رہتی ہیں یہاں تک وہ زمین پر اس حال میں پھرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

مصائب پر صبر کرنے کا ثواب:

عَنْ سَخْبَرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أُعْطِيَ فَشَكَرَ وَابْتُلِيَ فَصَبَرَ وَظَلَمَ فَاسْتَغْفَرَ وَظُلِمَ فَغَفَرَ۔ ثُمَّ سَكَتَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! مَالَهُ؟ قَالَ: أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: 6613

ترجمہ: حضرت سخبرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نعمت دی گئی اور اس نے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا، اسے مصیبت دے کر آزمایا گیا تو اس نے اللہ کی مشیت و فیصلے پر صدق دل سے یقین کرتے ہوئے صبر کیا، اس نے گناہ کیا تو اس پر استغفار (اللہ سے گناہوں کی معافی مانگنا) کیا اور اس پر کسی اور نے ظلم کیا تو بدلہ لینے کے بجائے ظالم کو معاف کر دیا۔ اتنی بات ارشاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: جس بندے کے بارے میں آپ نے ساری گفتگو فرمائی ہے اس کو کیا اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں قرآن کریم کا حصہ تلاوت فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے: انہی لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

بڑی مصیبت پر بڑا اجر:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2396

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثواب کے زیادہ ہونے کا مدار آزمائش کی سختی پر ہے جس قدر سخت آزمائش ہو گی اسی قدر زیادہ ثواب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو آزمائشوں میں مبتلا کر دیتے ہیں جو شخص اللہ کے اس فیصلے پر (صبر کر کے) راضی رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو شخص اللہ کے فیصلے پر ناراض ہوا تو اللہ بھی اس پر ناراض ہو جاتے ہیں۔

تھکن، تکلیف، رنج، اذیت اور غم:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5641

ترجمہ: حضرت ابو سعید خُدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کبھی مؤمن بندے کو زیادہ تھکن پہنچتی ہے، یا تکلیف پہنچتی ہے، یا رنج پہنچتا ہے یا اذیت پہنچتی ہے یا غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ کانٹا لگنے جیسی معمولی تکلیف ہی کیوں نہ ہو (یعنی کوئی جسمانی یا روحانی تکلیف پہنچتی ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

بخار سے گناہ معاف:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ لَيَبْتَلِي عَبْدَهُ بِالسَّقَمِ حَتَّى يُكَفِّرَ ذٰلِكَ عَنْهُ كُلَّ ذَنْبٍ۔

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث:1286

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے (مؤمن) بندے کو بیماریاں دے کر آزماتے ہیں یہاں تک کہ ان بیماریوں کی وجہ سے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

درد و تکالیف پر گناہ معاف:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَجَرَةً فَهَزَّهَا حَتَّى تَسَاقَطَ مِنْ وَرَقِهَا بِمَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَتَسَاقَطَ ثُمَّ قَالَ: الْأَوْجَاعُ وَالْمُصِيبَاتُ أَسْرَعُ فِي ذُنُوبِ بَنِي آدَمَ مِنِّي فِي هٰذِهِ الشَّجَرَةِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:9398

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس تشریف لائے اس کی ٹہنی پکڑ کر زور سے ہلائی تو جس قدر اللہ نے چاہا اس کے پتے جلدی سے گرنے لگے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اس درخت کو ہلانے سے پتے اس قدر تیزی سے نہیں گرے جس قدر تیزی سے ابن آدم کے گناہ اس وقت جھڑتے ہیں جس وقت ان پر درد اور مصائب آتے ہیں۔

بخار کو برا مت کہو:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: مَا لَكِ؟ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِينَ؟ قَالَتْ: الْحُمَّى لاَ بَارَكَ اللهُ فِيهَا فَقَالَ: لاَ تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:6662

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت ام سائب یا ام المسیب رضی اللہ عنہا کے پاس بغرض عیادت تشریف لے گئے۔ وہ بخار کی شدت کی وجہ سے کپکپا رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے کیوں اس قدر کپکپا رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی بخار ہے (یہ بخار ایسی چیز ہے کہ) اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار کو برا مت کہو! کیونکہ یہ بنی آدم سے اس کی خطاؤں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

بخار باعث مغفرت ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا مَثَلُ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ حِينَ يُصِيبُهُ الْوَعْكُ أَوِ الْحُمَّى كَمَثَلِ

حَدِيدَةٍ تَدْخُلُ النَّارَ فَيَذْهَبُ خَبَثُهَا وَيَبْقَى طِيبُهَا

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث:1288

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن بندے کو جب بخار ہو جائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے زنگ آلود لوہے کو آگ میں ڈالا جائے تو اس کا زنگ دور ہو جاتا ہے اور عمدہ حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ (اسی طرح مومن بندے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں)

سر درد پر بلندی درجات اور گناہوں سے معافی:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صُدَاعُ الْمُؤْمِنِ أَوْ شَوْكَةٌ يُشَاكُهَا أَوْ شَيْءٌ يُؤْذِيهِ يَرْفَعُهُ اللهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ دَرَجَةً وَيُكَفِّرُ بِهَا عَنْهُ ذُنُوبَهُ

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:9409

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن بندے کو جب سر میں درد ہوتا ہے یا کوئی کانٹا چبھتا ہے یا پھر کوئی ایسی چیز جس کی وجہ سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی وجہ سے اس بندے کا جنت میں ایک درجہ بلند فرمائیں گے اور ان کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرمائیں گے۔

مرگی سے گناہ معاف:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يُصْرَعُ صَرْعَةً مِنْ مَرِضٍ إِلَّا بَعَثَهُ اللهُ مِنْهَا طَاهِرًا۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:7485

ترجمہ: حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ مرگی کے مرض کی وجہ سے گر جائے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس مرض کی وجہ سے گناہوں سے پاک کر کے اٹھائیں گے۔

اہل ایمان کے لیے طاعون باعث رحمت:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَأَنَّ اللهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3474

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتلایا کہ طاعون گزشتہ قوموں کے لیے باعث عذاب تھا جس نافرمان قوم پر اللہ تعالیٰ چاہتے اس بیماری کو مسلط فرما دیتے تھے۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کو ایمان والوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے جو شخص بھی طاعون کے مرض میں مبتلا ہو پھر وہ صبر کرتے ہوئے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے شہر / گاؤں میں ٹھہرا رہے اور یہ یقین کر لے کہ وہی ہو گا جو اللہ نے لکھ دیا ہے تو اس کے لیے شہید کی طرح اجر و ثواب ہے۔

کرونا وائرس میں احتیاطی تدابیر اختیار کریں:

طاعون ایک متعدی مرض ہے جیسا کہ آج کل کرونا وائرس ایک متعدی مرض کی صورت میں پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ ایسے موقع پر احتیاطی تدبیر وہی ہے کہ

انسان سفر نہ کرے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں نہ جائے کیونکہ اگر یہ جانے والا شخص خود اس مرض کا شکار ہے تو اس کی وجہ سے یہ مرض دوسروں تک بھی منتقل ہو جائے گا اور اگر اس جانے والے شخص کو یہ مرض لاحق نہیں تو ہو سکتا ہے جس علاقے میں یہ جائے وہاں کسی کو یہ مرض ہو جو اس کی طرف منتقل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ تمام امراض سے محفوظ فرمائے، عافیت والا معاملہ فرمائے لیکن وہ ذات جب اپنے مومن بندوں کو امراض و مصائب میں مبتلا کرتی ہے تو یہ بھی ان کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائشوں سے بچا کر اسلام والی زندگی ایمان والی موت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

جمعرات، 28 مئی، 2020ء

سود کی لعنت سے بچیں

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ آپ خود سوچیے کہ جب ایک چیز کو اللہ تعالیٰ جیسی حکیم و خبیر ذات خود حرام قرار دے رہی ہو تو اس میں کس قدر نقصانات ہوں گے ؟ سود کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان جنگ ہے۔ سود کھانا اپنی ماں سے زنا کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اللہ کے عذاب کا سبب ہے۔ انسان کے جہنم میں جانے کا باعث ہے۔ اللہ کی رحمت سے دوری کا ذریعہ ہے۔ انسانوں کے حق میں مفید معیشت کے لیے زہر قاتل ہے۔ سود کی قرآن وسنت میں بہت سخت قباحتیں اور وعیدیں مذکور ہیں۔

سود سابقہ شریعتوں میں :

یہودیوں کے بارے قرآن کریم میں ہے:

وَ اَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 161

ترجمہ: اور یہودیوں کے سود لینے کی وجہ سے (عذاب آیا) حالانکہ انہیں اس سے روکا گیا تھا۔

فائدہ: اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ شریعت محمدیہ کی طرح سود سابقہ شریعتوں میں بھی حرام تھا۔

سود حرام ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا كَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُهُ

الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَہٗ مَوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَانۡتَہٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمۡرُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 275

ترجمہ: سود کھانے والے لوگ جب قیامت والے دن قبروں سے اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس (پاگل) بنا دیا ہو یہ (عذاب) اس لیے ہو گا کہ دنیا میں یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال جبکہ سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہذا جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت (سود کی واضح حرمت) آگئی ہو اور وہ اس کی وجہ سے سودی معاملات سے آئندہ کے لیے باز آ گیا تو گزشتہ زمانے میں جو کچھ سودی معاملہ ہو چکا، سو وہ ہو چکا۔ اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو شخص دوبارہ سود والے حرام کام کی طرف لوٹا وہ جہنمی ہے وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

فائدہ: ہمارا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کفر و شرک کے علاوہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ اپنے گناہوں کی سزا پا لینے کے بعد بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے بظاہر یوں لگتا ہے کہ سود کھانے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا حالانکہ ایسا نہیں۔ آیت مبارکہ میں جس شخص کا ذکر ہے وہ وہ شخص ہے جو سرے سے سود کی حرمت کا قائل نہیں ہے بلکہ کہتا ہے کہ سود بھی تو بیع کی طرح ہے ایسا شخص سود کو حرام نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہے اور کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

سود کو اللہ گھٹاتے ہیں:

یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 276

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کے مال کو گھٹاتے ہیں اور صدقہ کے مال کو بڑھاتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ إِلَى قُلٍّ

مسند احمد، رقم الحدیث: 3754

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود اگرچہ دیکھنے کے اعتبار سے زیادہ ہی دکھائی دے لیکن انجام کے اعتبار سے کم ہی ہوتا ہے۔

سودی معاملات فی الفور چھوڑ دیے جائیں:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 278

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم واقعی پکے سچے مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور سود کے (سابقہ) معاملات چھوڑ دو۔

حجۃ الوداع پر اعلان:

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الأَحْوَصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الوَدَاعِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ: ۔۔أَلَا وَإِنَّ كُلَّ رِبًا فِي الجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ غَيْرَ رِبَا العَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3087

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئے فرمایا: تمام

لوگ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ زمانہ جاہلیت کا ہر قسم کا سود ختم ہو چکا ہے لہٰذا تمہارے لیے اب تمہارا اصل مال (باقی) ہے نہ تم خود کسی پر ظلم کرو اور نہ ہی کسی اور کے ظلم کا شکار بنو۔ عباس بن عبد المطلب کا سود سارے کا سارا ختم ہے۔

فائدہ: سود کی حرمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آخری سالوں میں ہوئی اس لیے حجۃ الوداع کے موقع پر تمام لوگوں کے سامنے اس کی حرمت کو عملی شکل دی گئی۔

سود خور سے اللہ کا اعلان جنگ:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ۚ وَ اِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَکُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِکُمۡ ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَ لَا تُظۡلَمُوۡنَ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 279

ترجمہ: پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا (یعنی سودی معاملات کو نہ چھوڑا) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اور اگر تم توبہ کر لو (سودی معاملات کو یکسر چھوڑ دو) تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے وہ تم لے لو۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی اور ظلم کرے۔

فائدہ: قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر کبیرہ گناہوں کی سزا میں اس قدر شدت بیان نہیں کی گئی جتنی سود کی سزا میں بیان کی گئی ہے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ۔ جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو تو خود سوچیے کہ بندے کا کیا بچے گا؟ اللہ کریم ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

سودی معاملات سے متعلقہ تمام افراد پر لعنت:

عَنۡ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوۡلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ آکِلَ الرِّبَا وَمُؤۡکِلَہُ وَکَاتِبَہُ وَشَاہِدَیۡہِ وَقَالَ: ہُمۡ سَوَاءٌ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4100

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے، سود دینے، سودی حسابات و معاملات لکھنے اور سودی لین دین پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تمام لوگ گناہ گار ہونے میں برابر کے شریک ہیں۔

فائدہ: بے شک انسان خود سود نہ بھی لے لیکن اگر وہ سودی معاملات میں کسی درجے بھی شریک ہوتا ہے تو اس کو بھی ایسا ہی عذاب دیا جائے گا جیسا سود لینے اور دینے والے کو ہوگا۔ اس لیے تمام سودی معاملات سے خود کو دور رکھیں۔ ورنہ انسان ان تمام وعیدوں اور عذابوں کا مستحق بن جاتا ہے جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں۔

ماں سے زنا کرنے سے بھی بڑا گناہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:2274

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے اندر ستر قسم کے گناہ پائے جاتے ہیں اور ان میں سے سب سے کم درجے کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

عذاب کی مستحق قوم:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا ظَهَرَ فِي قَوْمٍ الزِّنٰى وَالرِّبَا إِلَّا أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عِقَابَ اللهِ جَلَّا وَعَلَا۔

صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:4410

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی قوم میں زنا اور سود پھیل جائے تو وہ قوم اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کی مستحق بنا لیتی ہے۔

فائدہ: اس وقت پورے عالَم پر جو عذاب ہے اس میں مسلمانوں کے کبیرہ گناہوں کو بھی دخل ہے۔ اس لیے ہم سب کو تمام گناہوں سے سچی توبہ کرنا ہو گی۔

غیر سودی بینکاری:

دور حاضر میں جید علماء کرام کی محنت سے ایک غیر سودی بینکاری کا نظام پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے سودی معاملات سے بچنے کے لیے اپنا سرمایہ غیر سودی بینکوں میں جمع کرائیں، تجارت کریں، نفع کمائیں۔

ارادہ نہیں فیصلہ کریں:

خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی حرام کے لقمے سے بچائیں۔ اسلام تو شبہ والی بات سے بھی بچنے کا حکم دیتا ہے اور سود تو واضح طور پر حرام ہے۔ لقمہ حرام کی نحوست سے انسان دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھاتا ہے۔ دنیا میں انسان پر بیماریوں کا حملہ ہونا، ذہنی اذیت میں مبتلا ہونا، اولاد کا نافرمان ہونا، گھریلو جھگڑوں کا بڑھ جانا اور حادثات کا پیش آنا سب شامل ہے جبکہ آخرت میں اللہ کی ناراضگی، شفاعت سے محرومی اور جہنم کی آگ کا مستحق ہونا شامل ہے۔ اس لیے محض ارادہ نہیں بلکہ فیصلہ کریں کہ نہ خود سود کھائیں گے اور نہ ہی کسی طرح کے سودی معاملات میں شریک ہوں گے اور اپنی اولادوں کو بھی اس سے بچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال پاکیزہ وسعت والا عطا فرمائے اور حرام سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

[signature]

جمعرات، 4 جون، 2020ء

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر طائف

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ اسلام کی پاداش میں مشکلات، مصائب، تکالیف، آزمائشوں، اذیتوں اور امتحانات سے دوچار ہونا پڑا۔ مکہ میں جان لیوا مظالم، جاں نثاروں کی مظلومانہ بے بسی اور حبشہ کی جانب ہجرت، شعب ابی طالب کا تین سالہ محاصرہ و مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) قریشیوں کے ستم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، انہی دشمنان اسلام کے کہنے پر آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، انہی کے اشارہ ابرو پر کاشانہ نبوی میں برتنوں کو خراب کیا گیا، پکتی ہوئی ہنڈیا کو اوندھا کیا گیا، خدا تعالیٰ کے حلال کردہ رزق میں حرام پلیدی ڈال دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں یہ صورتحال دیکھ کر دل گیر ہوئیں اور ان کی زبان مبارک سے بد دعائیہ جملے نکلے تو آپ نے فرمایا: لاتبکی یابُنیة فان الله مانع اباك۔ اے بیٹی دلگیر نہ ہو تیرے باپ کا اللہ خود محافظ ہے۔ گویا ظلم، ستم، اذیت، تکلیف، ذہنی کوفت اور جسمانی تشدد جیسا وحشیانہ اور غیر انسانی برتاؤ آپ سے برتا گیا لیکن ان سب کچھ کے باوجود آپ کے صبر و تحمل، عفو و درگزر، ضبط و برداشت اور استقلال میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی اور آج تک تاریخ کا ورق ورق آپ کے رحم و کرم، عزیمت، ثابت قدمی اور فراخی حوصلہ کی داستانیں سنا رہا ہے، جب مکہ کے بچے بچے دشمنی کرنے سے نہ بچے تو آپ نے مکہ سے باہر کی طرف نظر دوڑائی اور طائف کی طرف سفر کا ارارہ فرمایا۔

طائف مکہ سے تقریباً 86 کلومیٹر کے فاصلے پر خوب صورت وادی، زرخیز باغات اور پہاڑوں سے مزین علاقہ ہے۔ مکہ کے سرداروں نے یہاں کوٹھیاں بنا رکھی تھیں، قبیلہ ثقیف یہاں آباد تھا، یہ عرب کا طاقتور قبیلہ تھا، قریش کی اس قبیلہ سے

رشتہ داریاں بھی تھیں، یہاں تین بھائی عبد یالیل، مسعود اور حبیب اس قبیلہ کے سردار تھے۔

بعثت نبوی کا 10 واں سال شوال المکرم کا مہینہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فریضہ تبلیغ کے لیے یہاں پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، دس دن یہاں قیام فرمایا، عوام وخواص کے سامنے دین اسلام پیش کیا، معززین علاقہ کے مکانوں پر تشریف لے گئے اور انہیں دعوت اسلام قبول کرنے کو کہا لیکن سب نے بے رخی کا مظاہرہ کیا آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کے سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنے آنے کا مقصد واضح فرمایا۔ لیکن ان بد قسمتوں کی بد نصیبی تو دیکھیے کہ انہوں نے آپ کی دعوت کو نہ صرف ٹھکرایا بلکہ نہایت گستاخانہ رویہ اپناتے ہوئے آپ کا مذاق اڑایا، ایک نے طنز کا نشتر چبھوتے ہوئے کہا: اگر خدا تعالیٰ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ خانہ کعبہ کی عزت پامال کر رہا ہے۔ دوسرے نے پھبتی کستے ہوئے کہا: اللہ کو تیرے علاوہ اور کوئی نہیں ملا جسے وہ رسول بنا کر بھیجتا۔ تیسرے نے آوازہ کستے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! میں تیرے ساتھ بات نہیں کرتا اگر تو واقعی اللہ کا رسول ہے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے تو رسول کی شان یہ نہیں کہ اس سے بحث کی جائے اور اگر تو خدا پر جھوٹ بول رہا ہے تو میری شان یہ نہیں کہ تجھ جیسے جھوٹے سے بات کروں۔

اس کے بعد ان حرماں نصیبوں نے طائف کے اوباشوں اور آوارہ گردوں کو آپ کے پیچھا لگا دیا۔ کوئی تالی بجاتا، کوئی سیٹی بجاتا، کوئی جملے کستا، کوئی ہلڑ بازی کرتا، شور، ہڑبونگ اور اودھم مچاتے ہوئے آپ کو طائف کی گلیوں میں لے آئے یہاں دونوں طرف لوگ صف بنائے پتھر ہاتھوں میں لیے کھڑے تھے، جب آپ کا گزر وہاں سے ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنا شروع کیے، سر مبارک

سے لے کر پاؤں مبارک بلکہ نعلین مبارک تک آپ لہولہان ہو گئے، پنڈلیوں اور گھٹنوں پر گہرے زخم آئے۔ بدن مبارک سے خون مبارک بہتا بہتا قدموں تک پہنچا قدموں سے رستا ہوا نعلین مبارک تک پہنچ گیا، نعلین اور قدمین آپس میں خون کی وجہ سے چمٹ گئے۔ حضرت زید بن حارثہ آپ کو بچانے کے لیے کبھی آگے آتے کبھی دائیں بائیں اور کبھی پیچھے ان کا بھی سر لہولہان ہو گیا۔ پتھروں کے برستی بارش میں کبھی آپ بیٹھ جاتے تو طائف والے آپ کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو دوبارہ کھڑا کر دیتے، چند قدم چلتے پھر بیٹھ جاتے اور وہ دوبارہ آپ کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا کرتے اور پتھر برساتے۔ جب آپ بے ہوش کر گر پڑے تو حضرت زید بن حارثہ نے آپ کو اٹھایا، قریب ہی کچھ پانی تھا وہاں لے گئے تاکہ خون کے دھبے دھوئیں، کچھ دیر بعد طبیعت کچھ سنبھلی تو قریب میں ایک باغ تھا اور انگور کی سایہ دار بیل کے نیچے تھوڑی دیر لیٹ گئے اور معبود برحق کی بارگاہ میں عابد حق پرست بن کر مناجات و دعا میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے سوز و گداز، تڑپ اور درد اور زخموں کی ٹیس نے نالہ فریاد میں وہ تاثیر پیدا کی جس سے عرش بریں تک کانپ اٹھا۔ اس موقع پر آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی جسے دعائے مستضعفین بھی کہا جاتا ہے، وہ یہ ہے:

”اے اللہ! میں آپ سے اپنی کمزوری، بے بسی اور لوگوں کے نزدیک تیرے رسول کی بے قدری کا شکوہ پیش کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! آپ کمزورں کے رب ہیں آپ میرے بھی رب ہیں۔ اے اللہ! آپ نے مجھے کن لوگوں کے حوالے کر دیا، کیا کسی بیگانے لوگوں کے حوالے کر دیا جو میرے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں یا کسی دشمن کے حوالے کیا جس کو آپ نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اے اللہ! اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ لیکن آپ کی عافیت والی نظر کرم کا میں زیادہ محتاج ہوں، میں آپ کی ذات کے اس نور کہ جس نور سے

تاریکیاں (ختم ہو کر) روشن ہو جاتی ہیں اور جس نور کی برکت سے دنیا اور آخرت کے معاملات ٹھیک ہو جاتے ہیں، کی پناہ میں آتا ہوں کہ آپ مجھ پر اپنا غصہ نازل کریں یا آپ کا عتاب میرے اوپر نازل ہو۔ اے اللہ! تیری ہی رضا اور خوشنودی چاہیے یہاں تک کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور آپ کے بغیر کسی کا کوئی زور اور کسی کی کوئی طاقت نہیں۔"

یہاں سے اٹھے، قرن الثعالب پہاڑی سامنے تھی، اوپر نظر اٹھائی بادل نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا، بادل پر نظر جمائی تو اس میں جبرائیل امین جلوہ افروز تھے اور عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے سن لیا، دیکھ لیا، تم نے جو کچھ فرمایا انہوں نے جیسا سلوک کیا سب کا سب دیکھ اور سن لیا۔ یہ میرے ساتھ ملک الجبال (پہاڑوں کی نگرانی پر مقرر فرشتہ) موجود ہیں آپ حکم دیجیے یہ تعمیل کریں گے۔ ملک الجبال نے عرض کی: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے آپ جو چاہیں حکم کریں میں تعمیل کروں گا آپ حکم دیں مکہ کی دونوں طرف کے پہاڑوں کو ملا کر ان تمام بے ادب اور گستاخوں کو پیس ڈالوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آزمائش کے دوہرائے پر کھڑے تھے، ایک آزمائش اہل طائف نے آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، دوسری آزمائش کہ جبرائیل امین اور ملک الجبال ان کو پیس ڈالنے کی فرمائش کے منتظر کھڑے ہیں۔ پہلا امتحان تھا صبر وضبط، تحمل و برداشت اور استقلال کا دوسرا امتحان تھا دعویٰ رحم و کرم کا، فراخی حوصلہ اور وسعت ظرفی کا۔ اللہ کریم نے آپ کو دونوں میں کامیاب فرمایا، دریا دلی والے دل رحمت میں کرم کی ایک موج اٹھی اور اہل طائف کی قسمت کے سفینے کو پار لگا دیا، فرشتوں کو جواب دیا: ارجوا ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبداللہ ولا یشرك به شیئا۔ اگر یہ بد نصیب ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا میں ان کی آنے والی نسل سے ہرگز ناامید نہیں ہوں، مجھے اللہ کی ذات پر مکمل یقین اور بھروسہ ہے کہ وہ ان کی

نسلوں میں ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اللہ کی توحید کے قائل اور شرک سے بیزار ہوں گے۔

قریب ہی مکہ کے مشہور سردار عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کا باغ تھا، اس وقت یہ دونوں بھائی وہاں موجود تھے، انہیں غیرت آئی کہ ہمارے شہر کے ایک معزز شخص سے طائف والوں نے بہت ناروا سلوک کیا ہے، غیرت تو آئی لیکن شرم پھر بھی نہیں آئی، اخلاقی ہمت پیدا نہیں ہوئی کہ خود آکر آپ سے بات چیت کرتے۔ چنانچہ اپنے ایک غلام کو انگوروں کے خوشے دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اس کا نام عداس تھا اور مذہباً عیسائی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہاں کے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نینویٰ۔ آپ نے فرمایا: وہی نینویٰ جو میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا وطن تھا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر پوچھنے لگا کہ آپ یونس علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا میرے اور ان کے درمیان نبوت کا رشتہ ہے وہ بھی اللہ کے نبی تھے اور میں بھی اللہ کا بھیجا ہوا نبی ہوں۔ عداس یہ سن کر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ عداس کے قبول اسلام نے گویا آپ کے زخموں پر مرہم کا کام کیا، طائف سے واپسی پر جنات کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا۔

سفر طائف سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دین اسلام کی تبلیغ کے لیے انتہائی کٹھن اور مشکل حالات بھی آئیں تو ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنے چاہییں، تبلیغ کی محنت کا نتیجہ اگر وقتی طور نظر نہ بھی آئے تو بھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے محنت کا ثمرہ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتے ہیں۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 11 جون، 2020ء

جنتی شخص کی تین علامتیں

اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کے لیے جنت اور نافرمانوں کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جنت کیسے حاصل ہو گی اور جہنم سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں جا بجا ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جہنم سے بچنے کی تلقین فرماتے اور کبھی جنت کی نعمتوں کو اپنانے کی ترغیب دیتے۔ ذیل میں ایک حدیث مبارک مختصر سی تشریح کے ساتھ ذکر کی جا رہی ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَھُوَ بَرِیءٌ مِنْ ثَلَاثٍ: الْکِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1572

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تکبر، خیانت اور قرض سے بری ہونے کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

تکبر کسے کہتے ہیں؟

اچھا لباس، اچھی گاڑی، اچھی رہائش وغیرہ استعمال کرنا نہ زُہد کے خلاف ہے اور نہ ہی تکبر کی علامت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کر کے اللہ کا شکر ادا کرنا شریعت میں مطلوب ہے۔

تکبر سے بچیں:

حق بات کے باوجود اس کو قبول نہ کرنا اور اپنی غلط بات پر ڈٹے رہنا مزید یہ کہ لوگوں کو حقیر اور خود کو عقل کل سمجھنا تکبر کہلاتا ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

اچھا جوتی کپڑا استعمال کرنا تکبر نہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ : إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ: إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:178

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا۔ یہ بات سن کر ایک شخص نے عرض کی کہ بندہ اس بات کو اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، جوتا اچھا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوتی کپڑے کے اچھا ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات حسن و جمال والی ہے اور حسن و جمال کو پسند بھی فرماتی ہے۔ ہاں البتہ تکبر یہ ہے کہ انسان حق بات کا انکار کرے اور مخلوق خدا کو اپنے سے حقیر و کمتر سمجھے۔

متکبر انسان کتے اور خنزیر سے بدتر:

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:7790

ترجمہ: حضرت عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: لوگو! تواضع و انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ جو شخص اللہ کو راضی کرنے کے لیے تواضع و انکساری اختیار کرے گا اللہ رب العزت اس شخص کو بلندیاں عطا فرمائیں گے وہ خود کو بے حیثیت سمجھتا ہو گا جبکہ لوگوں کی نظروں میں اس کی بڑی عظمت اور حیثیت ہو گی۔ اور جو شخص تکبر اختیار کرے گا اللہ رب العزت ایسے شخص کو لوگوں کی نظروں میں حقیر و بے حیثیت بنا دیں گے جبکہ وہ خود کو بہت بڑا سمجھتا رہے گا ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں کتے اور خنزیر سے زیادہ بے حیثیت ہو کر رہ جائے گا۔

خیانت سے بچیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں دنیا سے رخصت ہو کہ وہ خیانت سے بری اور پاک صاف ہو تو ایسا شخص جنت میں داخل ہو گا۔ خیانت اور کسی کا حق دبانا ایسا بڑا گناہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ کل بروز قیامت ایسے شخص کی نیکیاں حق داروں کو دے دی جائیں گی اور اس کا نامہ اعمال نیکیوں سے خالی ہو جائے گا۔ اللہ کی پکڑ اس پر پڑے گی جس سے یہ بچ نہیں سکے گا۔

خیانت کی چادر:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ إِلَّا الأَمْوَالَ الْمَتَاعَ وَالثِّيَابَ فَأَهْدَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي الضَّبِيبِ يُقَالُ لَهُ رِفَاعَةُ بْنُ زَيْدٍ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ: مِدْعَمٌ فَتَوَجَّهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى وَادِي الْقُرَى حَتَّى إِذَا كُنَّا بِوَادِي الْقُرَى بَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ فَأَصَابَهُ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَ يَوْمَ خَيْبَرَ

مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا.

السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: 4750

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم فتح خیبر والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مال غنیمت میں ہمیں سونے چاندی کے بجائے سامان، کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑے وغیرہ ملے۔ قبیلہ بنو ضبیب کے ایک شخص رفاعہ بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کالے رنگ کا غلام ہدیہ کیا جس کا نام مدعم تھا۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم وادی قریٰ کی جانب سفر کی تیاری میں مشغول ہوئے تو مدعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان سفر تیار کر رہا تھا اچانک انجانی سمت سے ایک تیر آ کر اسے لگا اور وہ مر گیا۔ لوگوں نے کہا کیسا خوش نصیب انسان ہے اسے جنت کی خوشخبری ہو کہ شہادت نصیب ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گز ایسی بات نہیں جیسے تم کہہ رہے ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ چادر جو جنگ خیبر والے دن مال غنیمت میں سے اس نے خیانت کرتے ہوئے لی تھی وہ اس کے جسم پر آگ بن کر لپٹی ہوئی ہے۔

قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے بچیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں دنیا سے رخصت ہو کہ اس کے ذمے کسی کا قرض ادا کرنا نہ ہو تو ایسا شخص جنت میں داخل ہو گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضَى عَنْهُ.

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 5155

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی روح قرض کی وجہ سے اٹکی رہتی ہے نہ وہ جنت پہنچ پاتی ہے

اور نہ ہی صالحین کے زمرہ میں شامل ہو پاتی ہے یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے۔

قرض لے کر واپس نہ کرنا، ٹال مٹول سے کام لینا، قرض خواہ سے وعدے پر وعدے کرتے جانا، اسباب و وسائل کے موجود ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ہمارے معاشرے کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ بعض نام نہاد دین دار کہلانے والے لوگ بھی اس جرم سے اپنی حفاظت نہیں کر پا رہے۔ یاد رکھیں کہ یہ ایسا جرم ہے کہ کوئی بھی نیکی اس کی معافی کا ذریعہ نہیں بن سکتی یہاں تک کہ شہادت والی باسعادت موت بھی مل جائے کہ جس سے باقی گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ جرم شہادت والی موت سے بھی معاف نہیں ہوتا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 7051

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کی مغفرت کرتے ہوئے اس کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے سوائے قرض کے کہ وہ معاف نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

جمعرات، 18 جون، 2020ء

موت کے مسلسل صدمات

اللہ تعالیٰ اہل حق علماء کرام کا سایہ ہمارے اوپر تا دیر قائم رکھیں۔ گزشتہ دو تین ماہ میں مشاہیر علماء کرام رحمہم اللہ کی مسلسل اموات نے پوری امت مسلمہ کو صدمے سے دوچار کر کے رکھ دیا ہے۔ اس موقع پر ہمیں کیا کرنا اور کیا نہیں کرنا چاہیے؟ آیئے جانتے ہیں۔

کسبی غم سے بچیں:

صدمے کے وقت غم سے دوچار ہونا ایک بہت بڑی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن غور کیا جائے تو غم کی دو قسمیں نظر آتی ہیں: ایک کو "طبعی" جبکہ دوسرے کو "کسبی" کہتے ہیں۔

طبعی غم کی وجہ سے انسان کی شان عبدیت ظاہر ہوتی ہے اور اس پر صبر کرنے کی وجہ سے اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس کی مدت بہت کم ہوتی ہے تھوڑے ہی عرصے میں کم ہوتا ہوتا زائل ہو جاتا ہے۔ جبکہ کسبی غم یعنی جو خود سوچ سوچ کر اور صدمے کا تذکرہ کر کر کے بڑھایا جائے وہ زیادہ ہوتا رہتا ہے اس سے مایوسی پیدا ہوتی ہے جسے شریعت میں بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔

شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی صدمہ آئے اور اس کی وجہ سے وہ طبعی غم میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صبر سے کام لے۔ اللہ کے فیصلے پر دل و جان سے راضی رہے۔ طبعی غم کو بڑھاوا نہ دے یعنی اس سوچ میں نہ پڑ جائے کہ ہائے اب کیا ہو گا؟ بے صبری نہ کرے۔ سینہ کوبی اور ماتم نہ کرے اور ہر ایسے قول و فعل سے خود کو بچائے جس کی شریعت میں ممانعت ہو۔

استرجاع کا اہتمام کریں:

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جو خاص انعامات عطا فرمائے ہیں ان میں ایک نعمتِ استرجاع (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ) بھی ہے۔ایک حدیث مبارک میں ہے کہ میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو پہلے امتوں میں کسی کو نہیں دی گئی اور وہ چیز مصیبت اور صدمے کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کا پڑھنا ہے۔ اگر کسی کو یہ نعمت استرجاع دی جاتی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دی جاتی جس وقت کہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں یٰۤاَسَفٰا عَلٰی یُوۡسُفَ فرمایا تھا۔

جب کوئی مصیبت اور صدمہ پیش آئے تو زبان کو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھنے میں مشغول رکھا جائے جبکہ دل اور دماغ کو ان الفاظ کے معانی کے تصور میں مشغول رکھا جائے۔

اِنَّا لِلّٰہِ کا معنی اور عام فہم مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مالک ہیں اور ہم اس ذات کی ملکیت میں ہیں۔جب انسان اس بات کا پختہ یقین اپنے دل و دماغ میں بٹھا لیتا ہے اور زبان سے ان کلمات کی ادائیگی کرتا ہے تو غم کم ہو کر دھیرے دھیرے زائل ہو جاتا ہے۔

وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ یہ کلمات مزید تسلی دینے والے ہیں کہ جس ذات کی مفارقت اور جدائی کا تمہیں صدمہ پہنچا ہے جہاں وہ گیا ہے وہاں تم بھی پہنچ جاؤ گے ۔ صدمے سے ملنے والی یہ جدائی دائمی اور ابدی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے۔

جو شخص حکم استرجاع پر عمل پیرا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے لیے تین وعدے فرمائے ہیں:

1: ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی مسلسل نوازشیں اور خصوصی عنایتیں ہیں۔

2: ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت برستی ہے۔

3: ایسے لوگ ہدایت یعنی سیدھے راستے پر ہیں۔

وہ بندہ جس پر اللہ کی خصوصی عنایت ہو، اس پر رحمت الٰہیہ بھی برس رہی ہو اور مزید یہ کہ وہ ہدایت پر بھی ہو اب اس کو نہ تو شیطان اور نہ ہی نفس اسے گمراہی میں ڈالے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے۔

رضا بالقضاء پر عمل کریں:

صدمہ ملنے پر یہ سوچیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ فیصلہ تھا جو ہو کر ہی رہنا تھا۔ لہٰذا مخلوق کو یہ حق نہیں کہ وہ خالق کے فیصلوں کے بارے یہ کہتا پھرے کہ اس صدمے اور مصیبت کے لیے کیا ہم ہی رہ گئے تھے؟ اس کے جانے کا ابھی وقت ہی کہاں آیا تھا؟۔ اللہ نے ہم پر ہی یہ صدمہ اور مصیبت کیوں نازل کی؟

یہ الفاظ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور قضاء پر اعتراض ہیں۔ ایسے الفاظ زبان سے بالکل نہیں نکالنے چاہیے انسان کے ایمان کو ضائع کر دیتے ہیں۔ صدمے کی وجہ سے انسان پر دکھ کا احساس ہوتا ہے ہر انسان اسے محسوس کرتا ہے لیکن عام انسان اور ایک مسلمان انسان میں فرق یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی ذات کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے اور قضاء پر راضی رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو بھی حکم دیں گے وہ مجھے منظور ہے جبکہ عام انسان ہر بات پر یہ سوچنے لگ جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ مسلمان صدمے کے وقت قوت ایمانی کے ساتھ کہتا ہے اللہ کی مرضی۔ جبکہ عام انسان کا ذہن اس ایمانی قول کی طرف نہیں جاتا اور وہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ جب انہیں کوئی وجہ نہیں ملتی تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ آج پوری دنیا میں غیر مسلم لوگوں میں خودکشی کی شرح زیادہ پائی جاتی ہے۔ وجہ یہی ہے وہ صدمے کو اللہ کا فیصلہ نہیں سمجھتے اور سمجھ لیں تو اس پر دل و جان سے راضی نہیں ہوتے۔

جبکہ مسلمان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ صدمے کو اللہ کا فیصلہ سمجھ کر اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ زبان حال و قال سے قرآن کریم کی اس آیت پر عمل پیرا ہوتا ہے:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ: 51

ترجمہ: فرما دیجیے کہ ہم کو وہی معاملہ (صدمہ) پیش آ سکتا ہے جو اللہ نے فیصلے کے طور پر ہمارے لیے لکھ دیا ہے وہی ہمارا آقا ہے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

نعم البدل کی دعا کریں:

صدمے اور مصیبت کے وقت میں شریعت نے چند ایسے کلمات سکھلائے ہیں جن کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ: إِنَّا لِلهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ أَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأْجِرْنِي فِيهَا وَأَبْدِلْنِي بِهَا خَيْرًا مِنْهَا. فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُهَا فَجَعَلْتُ كُلَّمَا بَلَغْتُ أَبْدِلْنِي خَيْرًا مِنْهَا. قُلْتُ فِي نَفْسِي: وَمَنْ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ؟... الخ

موارد الظمآن، رقم الحدیث: 1282

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کوئی مصیبت (صدمہ) پہنچے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ پڑھے: جس کا مفہوم یہ ہے کہ بے شک ہم اللہ کی ملکیت میں ہیں اور یقیناً ہم نے اسی کی طرف لوٹ جانا ہے اے اللہ میں آپ سے اپنی اس مصیبت کا ثواب چاہتا ہوں، مجھے اس کا اجر عطا فرما اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں جب میرے شوہر حضرت ابو سلمہ وفات پاگئے تو میں نے یہ دعا مانگی لیکن دعا کے آخری الفاظ کہتے ہوئے دل رکتا تھا میں دل میں کہتی بھلا ابو سلمہ سے کون بہتر ہو سکتا ہے۔

الفاظ نبوت کی تاثیر دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا نعم البدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں عطا کیا، آپ ازواج مطہرات میں شامل ہو کر ام المومنین کے درجے پر فائز ہوئیں۔

صدمے سے دوچار بندہ اللہ سے نعم البدل کی قوی امید لگا کر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کا غم ہلکا کر دیتے ہیں اور بہترین نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

علماء حق کی موت کے مسلسل واقعات ہمیں دین پر مزید ڈٹے رہنے کا سبق دیتے ہیں، مایوسی کو دل سے نکال کر توکل علی اللہ کو جگہ دیجیے اور دینی کاموں میں عزم و ہمت کے ساتھ آگے بڑھیے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

[دستخط]

جمعرات، 25 جون، 2020ء

کامیابی اور ناکامی شریعت کی نظر میں

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نیکیوں کو اپنانے جبکہ گناہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے، مزید احسان یہ فرمایا ہے کہ کامیابیوں اور ناکامیوں کی نشاندہی بھی فرمادی ہے۔

آج دنیا کا ہر شخص کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور ناکامی سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ ذیل میں ایک حدیث پیش کی جارہی ہے جس میں محسن انسانیت خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے مختصر الفاظ میں جامع ہدایات ارشاد فرمائی ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوَّلُ صَلَاحِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالْيَقِينِ وَالزُّهْدِ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا بِالْبُخْلِ وَالْأَمَلِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:10350

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس امت کی کامیابی کی بنیادی چیزیں یقین کرنا اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے اور اس امت کی بربادی کی بنیادی چیزیں بخل اور دنیا کے بارے لمبی لمبی امیدیں باندھنا ہے۔“

اس میں پہلی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ کامیابی کے حصول کے لیے دو راستے ہیں جو شخص ان راستوں پر چلے گا یقیناً وہ کامیاب ہو گا ان میں پہلا راستہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین کرنے کا ہے۔ اس راستے پر چلنے سے اس کی زندگی میں خوشی، سکھ، چین، راحت اور سکون و اطمینان نصیب ہو گا اور وہ ترقی کی تمام

منزلیں آسانی سے طے کر لے گا۔ اس یقین کی چند اہم صورتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے امر پر یقین رکھنا:

انسان اپنے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح بٹھالے اور اس پر یقین کر لے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، نفع و نقصان کی مالک و مختار صرف اللہ کی ذات ہے، کامیابی دلانا اور ناکامی سے بچانا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اس کے چاہنے سے ہی عزت ملتی ہے اور وہی ذلت ورسوائی سے بچا سکتا ہے، رزق روزی اسی کے اختیار میں ہے دُکھ سُکھ اسی ذات کے ہاتھ میں ہے، زمین و آسمان اور کائنات کے ذرے ذرے میں اسی کی بادشاہت کار فرما ہے۔ قرآن کریم اسی بات کو یوں سمجھایا گیا ہے:

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

سورۃ التکویر، رقم الآیۃ:29

ترجمہ: ”تمہاری چاہت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک دونوں جہانوں کے رب کی منشاء اس میں شامل نہ ہو جائے۔“

یقین کیجئے کہ جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے اس کے دل سے مخلوق کا خوف نکل جاتا ہے اور حق بات کہنے میں کسی سے خوف زدہ اور مرعوب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھنا:

انسان اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ پر یقین رکھے اور اس عقیدے پر اپنی زندگی گزارے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ اسے ضرور ملے گا نہ اس سے کم اور نہ ہی اس سے ایک ذرہ زیادہ۔ اور جو مقدر میں نہیں لکھا وہ اسے کبھی بھی نہیں مل سکتا۔ مال و دولت، آل و اولاد کا ملنا ہو یا اس کا ختم ہونا، رزق کی فراخی ہو یا قلت و تنگدستی، حوادثات زمانہ سے محفوظ رہنا ہو یا مصائب میں الجھنا۔ الغرض ہر بات میں

اللہ کی قدرت کاملہ اس کی ساری تدابیر پر غالب رہتی ہے۔

جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے وہ دنیا کے حصول میں میانہ روی اختیار کر لیتا ہے اور غیر شرعی مصروفیات سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے ، خدانخواستہ کبھی نقصان ہو بھی جائے تو اس کا دل اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ صبر و شکر کا عادی بن جاتا ہے جو اسے ذہنی تکلیف سے نجات دلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم پر یقین رکھنا:

انسان اپنا یہ عقیدہ بنائے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے ہر عمل کا علم ہے، میرے قول و فعل اور ظاہر و باطن سے بخوبی واقف ہے، وہ ذات رات کے اندھیروں میں، دن کے اجالوں میں، آبادیوں اور ویرانوں میں، جنگلوں اور پہاڑوں میں ، زمینوں اور آسمانوں میں جو کوئی جو کچھ کر رہا ہے وہ اس کے احاطۂ علم میں ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن کریم میں اسی بات کو یوں سمجھایا گیا ہے:

اَللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰی وَ مَا تَغِیۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَ مَا تَزۡدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّهَادَةِ الۡكَبِیۡرُ الۡمُتَعَالِ سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَ مَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّیۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ۔

سورۃ الرعد، رقم الآیۃ: 8 تا 10

ترجمہ: ”اللہ کے علم میں ہے وہ جو حمل والی خواتین کے پیٹ میں ہے اور جو کچھ رحم مادر میں بڑھتا یا سکڑتا ہے، اور ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک پیمانہ مقرر ہے وہ پوشیدہ کو بھی جانتا ہے اور ظاہر کو بھی، وہ سب سے بڑا اور برتر ہے اس کے ہاں برابر ہے کوئی آہستہ بولے یا زور سے وہ سب سن لیتا ہے اس طرح اس کے لیے یہ بات بھی برابر ہے جو رات کو چھپ جائے یا دن کو ظاہر ہو کر پھرے۔“

جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے گا اس کے لیے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں فکر پیدا ہوتی ہے جو فکر دونوں جہانوں کی ترقیوں کا زینہ بنتی ہے۔ وہ کھلے عام بھی برائیوں کو چھوڑ دیتا ہے اور چھپ کر بھی گناہ کرنے سے بچتا ہے تاکہ اس کا رب ناراض نہ ہو جائے۔

قیامت کے دن پر یقین رکھنا:

انسان یہ عقیدہ اپنائے کہ ایک دن ضرور اپنے رب کے پاس پہنچے گا جہاں اس کو اپنے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی، نیکیوں کا صلہ بھی ملے گا اور گناہوں کا عذاب بھی اس دن اس کا ہر عمل اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ قرآن کریم میں اسی بات کو یوں سمجھایا گیا ہے:

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

سورۃ الزلزال، رقم الآیۃ: 7،8

ترجمہ: ”جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“

جس شخص میں یقین کا یہ درجہ پیدا ہو جائے وہ عبادتِ خداوندی اور اطاعتِ نبوی پر چل پڑتا ہے اپنے نامۂ اعمال سے گناہوں کو ختم کرنے کے لیے روزانہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے مزید یہ کہ اس کا دل ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنے لگتا ہے۔

یقین کے یہ چار درجے حاصل کرنے کے لیے ہمیں سنجیدگی سے فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز جس پر کامیابی ملتی ہے وہ ہے زُہد۔

زُہد کیا ہے؟:

انسان دنیا میں رہتے ہوئے خالق اور مخلوق دونوں کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ لوگوں سے میل جول رکھے، اچھا لباس، اچھی خوراک، عمدہ

رہائش اگر میسر ہے تو اسے اللہ کی نعمت سمجھ کر استعمال کرے اس پر شکر ادا کرے اور اگر یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو صبر سے کام لے شکوہ و شکایت کا مزاج نہ بنائے۔ اپنے دل کو دنیا سے بے نیاز رکھے اور ہر معاملے میں دنیا پر آخرت کو ترجیح دے تاکہ آخرت کے نقصان سے بچنے کے لیے دنیا کا نقصان برداشت کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے۔

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ بعض لوگ کم علمی اور کم فہمی کی بنیاد پر غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ زُہد کا معنیٰ پھٹا پرانا لباس اور بد حالی والی زندگی گزارنا ہے۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔

زہد امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 161ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيظِ وَالْخَشِنِ وَأَكْلِ الْجَشِبِ إِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَصْرُ الْأَمَلِ۔

شرح السنۃ للبغوی، رقم الحدیث: 4093

ترجمہ: ”زُہد کا معنیٰ یہ نہیں کہ کھانا روکھا سوکھا کھایا جائے، لباس پھٹا پرانا پہنا جائے بلکہ زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی امیدیں اور آرزوئیں کم کر دی جائیں۔“

دنیاوی اسباب کو ترک کرنا زُہد نہیں:

شریعت میں جائز اور حلال چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو ناجائز خیال کر کے رہنا زہد کی حقیقت نہیں بلکہ زہد کی حقیقت سے لاعلمی ہے۔ ہمارے ہاں ایک المیہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ دنیاوی کام کاج چھوڑ دیتے ہیں، ملازمت سے مستعفی ہو جاتے ہیں، رزق حلال کمانا بند کر دیتے ہیں، ذرائع آمدن کو ”دنیا“ تصور کر کے اس سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں اور اسے ”زُہد“ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ رہبانیت ہے جس سے اسلام نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

زہد امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفیٰ:179ھ) زُہد کے بارے فرماتے ہیں:

طِيبُ الْكَسْبِ وَقِصَرُ الْأَمَلِ.

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:10293

ترجمہ: ”زرق حلال کمایا جائے اور دنیا کی لمبی آرزؤوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی کامل ہیں۔ صرف کامیابی کے روشن راستوں تک رہنمائی نہیں کی بلکہ ناکامی کے راستوں کی نشان دہی بھی کر دی ہے تاکہ اس سے بچا جا سکے۔ چنانچہ آپ نے بخل اور امل (دنیا کی لمبی امیدوں) کو ناکامیوں کے تاریک راستے قرار دیا۔ جس پر چل کر انسان دونوں جہانوں میں ناکام و نامراد رہتا ہے۔

بُخل کیا ہے؟:

خرچ کرنے کے مواقع پر بھی انسان خرچ نہ کرے، اس سے دنیا کی محبت، لالچ، طمع اور حرص پیدا ہوتی ہے انسان ہر وقت پیسوں کو گن گن کر جوڑنے کی فکر میں رہتا ہے، اپنے آپ پر، آل اولاد پر، عزیز و اقارب پر اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا اور ان کے مالی حقوق ادا کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے، اس کی طبیعت اور مزاج میں سب رشتوں کی قدر مال و دولت سے کم ہوتی ہے، اللہ کے راہ میں خرچ نہ کرنا، واجبی صدقات زکوٰۃ، عشر اور قربانی نہ کرنا اور یتیموں، مسکینوں اور غریبوں سے انسانی ہمدردی ختم ہو جاتی ہے اس لیے وہ خالق اور مخلوق دونوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بری صفت سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اسے فساد امت کی جڑ قرار دیا ہے۔

کفایت شعاری اور بخل میں فرق:

کفایت شعاری اور بخل میں فرق ہے۔ کفایت شعاری بہت ضروری چیز ہے

اسے اپنانے کا حکم ہے جبکہ بخل ناپسندیدہ بات ہے اس سے بچنے کا حکم ہے۔ کفایت شعاری یہ ہے کہ انسان فضول خرچی سے بچے لیکن ضرورت کے مواقع پر مناسب طریقے سے خرچ کرے، اپنی حیثیت کے مطابق اپنے آپ پر، اہل خانہ، آل واولاد پر، قریبی رشتہ داروں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرے جبکہ بخل یہ ہے کہ انسان کا خون سفید ہو جائے اور اس کی نگاہ میں خونی رشتوں، انسانی قدروں اور معاشرتی تقاضوں کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے بس پیسہ ہی سب کچھ ہو۔

امَل کیا ہے؟:

دنیا کی لمبی لمبی امیدیں باندھنا اور ان امیدوں کی تکمیل میں آخرت کو بھول جانا۔ آج ہماری حالت ایسی ہوتی جارہی ہے کہ ہم اپنی دنیاوی امیدوں کو پورا کرنے کے لیے جائز وناجائز اور حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتے، اپنی تمام تر توانائیاں فقط دنیاوی مال و متاع کے حصول میں لگارہے ہیں، آخرت کو بھول چکے ہیں، موت، قبر، میدان محشر، جنت، جہنم اوراخروی انعام وعذاب کو یکسر بھول بیٹھے ہیں ہر وقت اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں جبکہ ایک پل کا علم نہیں کہ کب جان نکل جائے؟ اس لیے ہمیں شریعت کے مبارک تعلیمات پر چلنا ہوگا ورنہ دنیا و آخرت میں ہماری نجات ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

جمعرات، 2 جولائی، 2020ء

دین خیر خواہی کا نام ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین عطا فرمایا ہے وہ سراسر "نصیحت" ہے۔

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:82

ترجمہ: حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی کہ دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔ اس پر ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کس کے ساتھ خیر خواہی کرنا دین ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب (قرآن کریم)، اس کے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)، مسلم حکمرانوں اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا دین ہے۔

فائدہ: حدیث مبارک جامعیت و معنویت کے اعتبار سے بہت اہم ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس کا شمار ان احادیث میں کیا ہے جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے۔

1: اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیر خواہی:

حدیث مبارک میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیر خواہی کا ذکر ہے۔
جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے یہ بنیادی عقائد رکھے جائیں کہ

1. وہ ذات بغیر ابتداء کے ہمیشہ سے موجود اور بغیر انتہاء کے ہمیشہ فنا سے محفوظ ہے۔
2. وہ اپنی ذات اور صفات خاصہ میں اکیلی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

3. وہ ذات صمد ہے یعنی جس کا ہر کام مخلوق کے بغیر ہو جائے اور مخلوق کا کوئی کام اس کے بغیر نہ ہو۔
4. وہ ذات ایسی ہے کہ جو نہ خود کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے۔
5. وہ ذات ہر چیز پر قدرت اور مکمل اختیارات رکھنے والی ہے۔
6. وہ ذات عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ (غیب سے مراد وہ باتیں ہیں جو مخلوق کو بغیر اطلاع کے معلوم نہ ہوں اور شہادۃ سے مراد وہ باتیں جو مخلوق کو اطلاع کے ساتھ معلوم ہو جائیں)
7. وہ ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔
8. وہ ذات تمام مخلوقات کی خالق اور مالک ہے۔
9. وہ ذات جسم اور جسمانی اعضاء سے پاک ہے۔
10. وہ ذات ہی ہماری عبادت کے لائق ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں
11. وہ ذات چاہے تو اولاد دے دے اور چاہے تو نہ دے۔
12. وہ ذات زندگی، موت، عزت، ذلت، خوشی، غمی، سکھ اور دکھ دینے والی ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمے جتنے احکام لگائے ہیں ان کو اخلاص کے ساتھ ادا کیا جائے اور جن کاموں سے روکا ہے ان سے رکنا چاہیے، اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

خیر خواہی کا عرفی معنیٰ مراد نہیں:

ہمارے عرف میں خیر خواہی کا معنیٰ ہوتا ہے دوسرے کا بھلا چاہنا اور اسے نقصان سے بچانے کے لیے مخلصانہ کوشش کرنا۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے کہ یہاں ”خیر خواہی“ کا لفظ اپنے اس عرفی معنیٰ میں نہیں ہے کیونکہ اس اعتبار سے خالق کے ساتھ خیر خواہی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں البتہ خالق کے اوامر (احکامات) اور منہیات (جن باتوں سے روکا گیا ہے) پر عمل کرنے سے خود مخلوق کو

ضرور فائدہ پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات مخلوق کی طرف سے تمام خیر و شر اور ان کے فوائد و نقصانات ملنے سے پاک ہے۔

خالق سے خیر خواہی کب ہو گی؟

یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے خیر خواہی (اوامر و نواہی پر عمل کرنا) اس وقت ہو گی جب انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت رچ بس جائے اور ہر وقت محض اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے پیش نظر ہو۔ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلاتی اور منہیات سے بچاتی ہے۔

دو غلاموں کی مثال:

فِي مَرَاسِيلِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ كَانَ لِأَحَدِكُمْ عَبْدَانِ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَهُ، وَيُؤَدِّي إِلَيْهِ إِذَا ائْتَمَنَهُ، وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ عَنْهُ وَكَانَ الْآخَرُ يَعْصِيهِ إِذَا أَمَرَهُ وَيَخُونُهُ إِذَا ائْتَمَنَهُ وَيَغُشُّهُ إِذَا غَابَ عَنْهُ كَانَا سَوَاءً؟ قَالُوا: لَا۔ قَالَ: فَكَذَا كُمْ أَنْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

جامع العلوم والحکم لابن رجب، الحدیث السابع

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے (مرسلاً) روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اگر آپ میں سے کسی کے پاس دو غلام ہوں ان میں سے ایک تو اپنے مالک کی بات ماننے والا ہو، اس کی امانت میں خیانت نہ کرتا ہو اور اپنے مالک کی غیر موجودگی میں اس کے لیے خیر خواہی کرتا ہو جبکہ دوسرا غلام اپنے مالک کی بات نہ مانتا ہو، اس کی امانت میں خیانت کرتا ہو اور اپنے مالک کی عدم موجودگی میں اس کا بدخواہ ہو۔ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے کہ وہ دونوں (اپنے مالک کی نظر میں) برابر ہو سکتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: بالکل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ بھی ہے۔

2: قرآن کریم سے خیر خواہی:

حدیث مبارک میں دوسرے نمبر پر اللہ کی کتاب یعنی قرآن کریم کے ساتھ خیر خواہی کا ذکر ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کریم کے حقوق ادا کیے جائیں۔

قرآن کریم کے چند اہم حقوق:

عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَلَا تَعْجَلُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 1852

ترجمہ: صحابی رسول حضرت عبیدہ مُلیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قرآن کو ماننے والو! قرآن پر سہارا کر کے بیٹھ نہ جاؤ (کہ ہمارے پاس قرآن ہے اور ہم قرآن والے ہیں) بلکہ

1. دن رات اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔
2. اس کو پھیلاؤ۔
3. اس کو مزے لے لے کر پڑھو۔
4. اس میں غور و فکر کرو۔
5. کامیابی کے لیے پُر امید رہو۔
6. اور اس کی تلاوت میں جلدی نہ مچاؤ اس کا عظیم ثواب ملنے والا ہے۔

مزید چند حقوق:

1. اللہ احکم الحاکمین کا برحق کلام مانے۔
2. تحریف اور تبدیلی سے پاک مانے۔

3. ذریعہ ہدایت اور باعث نجات مانے۔

4. اللہ کی آخری کتاب مانے۔

5. اس کی تعظیم اور قدر و منزلت کو پہچانے اور مانے۔

6. اس کو مستند قراء اور علماء سے سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔

7. اس میں ذکر کیے گئے آدابِ زندگی اور اخلاقِ حسنہ کو اپنائے۔

8. اس کے قصص اور واقعات سے عبرت حاصل کرے۔

9. جن آیات میں عذاب کا تذکرہ ہے ان سے پناہ مانگے اور جن میں ثواب کا تذکرہ ہے ان کے حصول کی دعا کرے۔

10. کفار کی طرف سے اس پر ہونے والے تمام شکوک و شبہات کا مدلل جواب دے اور اس کی صحیح تعبیر و تفسیر امت کے سامنے پیش کرے۔

فائدہ: حدیث مبارک کے اس حصے میں خیر خواہی کا عرفی معنی مراد نہیں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو مخلوق کی طرف سے خیر و شر سے پاک ہے۔

3: رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی:

حدیث مبارک میں تیسرے نمبر پر اللہ کے رسول حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی کا ذکر ہے جس کا معنی یہ ہے کہ

1. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا برحق رسول اور نبی مانے۔

2. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور رسول مانے۔

3. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات کے اعتبار سے انسان اور بشر مانے جبکہ صفت کے اعتبار سے نور ہدایت مانے۔

4. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے گناہ سے معصوم مانے۔

5. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے افضل مانے۔

6. آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنے روضہ مبارکہ میں زندہ مانے۔
7. آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو کثرت کے ساتھ تحفہ درودو سلام بھیجے۔
8. آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی شریعت کو کامل و مکمل مانے۔
9. آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی کامل اطاعت کرے۔
10. آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی مبارک سنتوں پر عمل کرے بلکہ آج کے دور میں تو سنتوں کو زندہ کرے۔
11. آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے دوستوں سے محبت اور دشمنوں سے دشمنی رکھے۔
12. علوم نبوت کو حاصل کرے اور انہیں پھیلانے کی کوشش کرے۔
13. روز محشر آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی شفاعت کی امید رکھے اور وہ اعمال کرے جن سے آپ کی شفاعت نصیب ہوتی ہے۔

فائدہ: حدیث مبارک کے اس حصے میں خیر خواہی کا عرفی معنی مراد نہیں کیونکہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ہماری خیر خواہی کے محتاج نہیں بلکہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی خیر خواہی کی ضرورت ہے۔

4: مسلم حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی:

حدیث مبارک میں چوتھے نمبر پر مسلم حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی کا ذکر ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ

1. دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے عدل و انصاف بلکہ تمام انتظامی امور میں مسلم حکمرانوں کا ساتھ دے۔
2. حکمت و مصلحت کے ساتھ غیر شرعی کاموں سے دور رکھنے کی کوشش کرے
3. ان کے غلط فیصلوں پر متنبہ کرنے کے لیے وقت کے تقاضے کے مطابق مناسب وقت اور نرم لہجے کا انتخاب کرے۔

فائدہ: حدیث مبارک کے اس حصے میں خیر خواہی کا عرفی معنی مراد ہے کیونکہ مسلم حکمران ہماری اور ہم ان کی خیر خواہی کے محتاج ہیں۔

5: عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی:

حدیث مبارک میں پانچویں نمبر پر عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا ذکر ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ان کے

1. دینی و دنیاوی فوائد کی جانب صحیح رہنمائی کرے۔
2. دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرے۔
3. عیوب اور نقائص کو چھپائے
4. ان کے لیے دعائیں کرے۔
5. ان سے حسن سلوک کرے۔
6. انہیں لوگوں کے سامنے شرمندہ اور ذلیل نہ کرے۔
7. ان سے دھوکہ، فراڈ، کینہ حسد اور بغض نہ رکھے۔
8. ان کے بارے غیبت، چغلی، تہمت اور بہتان نہ لگائے۔
9. زبان اور دیگر اعضاء سے تکلیف نہ پہنچائے۔
10. انہیں نیکی کی باتوں کی ترغیب اور حکم جبکہ برائی کی باتوں سے روکے۔

فائدہ: حدیث مبارک کے اس حصے میں خیر خواہی کا عرفی معنی مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں پر عمل کی توفیق دیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 9 جولائی، 2020ء

دو سالہ فاضلہ کورس برائے خواتین

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو شریعت عطا فرمائی ہے اس میں مردوں کے لیے بھی احکام موجود ہیں اور خواتین کے لیے بھی۔ خواتین نے اپنی زندگی اسلام کے مطابق کیسے گزارنی ہے؟ اس کے لیے انہیں ”دینی علم“ کی ضرورت ہے، اس کے بغیر وہ اسلامی احکامات پر عمل نہیں کر سکتیں۔

خواتین کے بنیادی حقوق / تحفظ اور فوائد:

اسلام عورت کو اس کی زندگی کا حق، پرورش کا حق، تربیت کا حق، تمدنی حق، معاشرتی حق، معاشی حق اور اظہارِ رائے کا حق دینے کے ساتھ ساتھ تعلیم کا مکمل حق دیتا ہے اور اس کے تمام حقوق کو تحفظ بھی فراہم کرتا ہے تاکہ انسانی معاشرے میں عورت پُرامن، پُرسکون، خوشگوار، تہذیب یافتہ اور تعلیم یافتہ بن کر زندگی گزار سکے۔

دین سے دوری کے نقصانات:

اسلام کی واضح اور روشن تعلیمات کے باوجود ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ خواتین کو اِن کے اُن تمام بنیادی حقوق سے محروم رکھا جارہا ہے جو اسلام نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ دین دُوری کا ایسا دَور ہے کہ یا تو عورت کو بالکل ہر طرح کی ”آزادی“ دے دی گئی ہے یا پھر ”جائز آزادی“ بھی چھین لی گئی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک طرف فحاشی، عریانی، بے حیائی اور بے شرمی نے جبکہ دوسری طرف ظلم و تشدد اور جہالت نے پورے معاشرے کو جکڑ رکھا ہے۔ اگر آج کی عورت کو ان تمام حقوق سے آگاہی کرا دی جائے جو اسے اسلام نے عطا کیے ہیں تو یقین مانیے کہ ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

عقائد کی خرابیاں اور اصلاح:

عورت کو اگر اسلامی عقائد کی تعلیم دی جائے تو شرکیہ باتیں اور کام، توہم پرستی، قبر پرستی، غیر اللہ کی نذر و نیاز، منت منوتی اور شرکیہ تعویذ دھاگوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ عورت صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے والی بن جائے گی اور اسی ذات سے اپنی مرادیں مانگنے لگے گی ۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہمارے معاشرے سے ضعف الاعتقادی مٹ جائے گی۔

عبادات کی برکات:

عورت کو اگر اسلامی عبادات کی تعلیم دی جائے تو ہر گھر میں ماں، بہن، بہو اور بیٹی طہارت کے مسائل سے لے کر نماز، قرآن، روزہ، تسبیحات، کثرتِ درود وسلام، نوافل، دعاو مناجات، صدقہ و خیرات، توبہ واستغفار، بیعت وارشاد اور کثرت ذکر اللہ تک کرنے لگ جائے گی اور گھر کا ماحول جنت کا نقشہ پیش کرنے لگے گا۔ نتیجتاً ہمارے گھریلو نظام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔

معاملات کی خرابیاں اور اصلاح:

عورت کو اگر اسلامی معاملات کی تعلیم دی جائے تو نکاح و حق مہر، باہمی ازدواجی زندگی، میکہ وسسرال، نندیں، سسر اور ساس، خلع وطلاق، اڑوس پڑوس اور خوشی و غمی اور لین دین میں پابند شریعت ہو جائے گی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان معاملات میں پیش آنے والے تمام مسائل سے جان چھوٹ جائے گی۔

معاشرت کی خرابیاں اور اصلاح:

عورت کو اگر اسلامی معاشرت کی تعلیم دی جائے تو گھر، پردہ وحجاب، زیب و زینت، وضع قطع، پہننے اوڑھنے، علاج معالجہ، سفر و حضر اور رہن سہن میں ازواجِ

مطہرات، بناتِ رسول اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی عملی زندگی کی روشن راہیں نظر آنے لگیں گی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ غیر اسلامی رسوم ورواج، تہذیب اور فیشن کے نام پر نقالی کی لعنت سے جان چھوٹ جائے گی۔

اخلاقیات کی خرابیاں اور اصلاح:

عورت کو اگر اسلامی اخلاقیات کی تعلیم دی جائے تو چھوٹوں پر رحم، بڑوں کا ادب، والدین سے حسن سلوک، بہن بھائیوں میں باہمی محبت، شوہر کی اطاعت، بچوں کی تربیت، یتیموں مسکینوں پر ترس، ضرورت مندوں کا خیال، صلہ رحمی، ایفائے عہد، پردہ پوشی، صلح صفائی، رحم دلی، حلم و بردباری، صدق و سچائی، عفو ودرگزر، تواضع وانکساری، ایثار وہمدردی اور اخلاص جیسے چراغوں میں پھر سے روشنی پھوٹنے لگے گی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حق تلفی، بے رحمی، بدسلوکی، شوہر کی نافرمانی، بچوں کی تربیت سے بے فکری، نفرت و عداوت، باہمی رنجشیں، لڑائی جھگڑے، کدورتیں اور دوریاں، قطع رحمی، ظلم و تشدد، وعدہ خلافی، پردہ دری، غصہ، تکبر و نخوت، حسد و جلن اور ریاکاری سے جان چھوٹ جائے گی۔

خواتین کی دینی تعلیم کی ضرورت:

اسلام کے ان تمام عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر عورت کو چلانے کے لیے اسے دینی تعلیم دینا ضروری ہے جب عورت دینی تعلیم حاصل کرے گی تو ہمارا معاشرہ ان نقصانات سے بچ کر مذکورہ بالا فوائد حاصل کرے گا۔

الحمد للہ! پاک و ہند اور بعض عرب ممالک میں خواتین کے لیے دینی تعلیم کا کسی حد تک تسلی بخش نظام موجود ہے جس کے مفید اثرات سے یہ ممالک مستفید ہو رہے ہیں۔ لیکن موجودہ اور آنے والے حالات کے پیشِ نظر دنیا بھر کی مسلمان خواتین کی فکر اور اس کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق تربیت کی عملی کوشش کرنا علماء

دین کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح دورِ حاضر کے تقاضوں کو سمجھنا اور دین اسلام کی اشاعت و تحفظ کے لیے شرعی حدود میں رہتے ہوئے انہیں پورا کرنا وارثین نبوت علماء کرام کا اہم دینی فریضہ ہے۔

دو سالہ آن لائن فاضلہ کورس:

آج کا دور انٹرنیٹ کا دور ہے، خواتین کی اوسطا نصف سے زائد تعداد ایسی ہے جو انٹرنیٹ کو تفریح طبع، دل بہلانے اور گناہوں میں استعمال کرتی ہے۔ ہم نے طویل باہمی مشاورت کے ساتھ یہ طے کیا ہے کہ خواتین کے لیے دینی علوم پر مشتمل آن لائن دو سالہ فاضلہ کورس ہونا چاہیے۔

الحمدللہ! دو سالہ فاضلہ کورس میں نصاب مرتب ہو چکا ہے۔ جس میں:

قرآن مجید (تجوید + ترجمہ + تفسیر) | سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت صحابیات واہل بیت | احادیث مبارکہ

فقہ اسلامی | تاریخ اسلام

عربی گرائمر کی بنیادی باتیں شامل ہیں۔

آغاز ہو چکا ہے:

الحمدللہ! پڑھانے والی معلمات نے مورخہ 15 جولائی 2020ء بدھ کے روز سے باقاعدہ کلاسیں لینا شروع کر دی ہیں۔ دنیا بھر سے خواتین کی ایک معقول تعداد نے اس میں داخلہ لیا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبولیت و مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 16 جولائی، 2020ء

خطبہ حجۃ الوداع

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل کے لیے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا وقت عنایت فرمایا تھا وہ اب مکمل ہونے کو تھا، اعلان نبوت کے 23سال بیت چکے تھے، حج کا مہینہ بالکل قریب آن پہنچا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے 23سالہ دور رسالت کی ہمہ جہت تعلیمات کا خلاصہ پیش فرمانا چاہ رہے تھے، چنانچہ دین کی جامع ترین عبادت حج کا ارادہ کیا، اطرافِ مکہ میں آپ کی آمد کی اطلاع پہنچی، تمام قبیلوں کے سردار اور نمائندگان اپنے اپنے قبائل کے افراد کے ہمراہ اس عظیم اجتماع میں جمع ہونا شروع ہوگئے، مسلمانانِ عرب کے بڑے بڑے قافلے جوق در جوق مکۃ المکرمہ جانے لگے۔

میقات پر احرام حج:

26ذوالقعدہ 10 ہجری اتوار کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرماکر احرام کی چادر اور تہبند باندھا، نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مدینہ سے مکہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔ ازواج مطہرات بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ جو مدینہ منورہ کی میقات ہے وہاں پہنچ کر شب بھر قیام فرمایا۔ اس کے بعد دو نفل ادا فرمائے، احرام کی نیت فرمائی اور قصویٰ اونٹنی پر سوار ہوکر بلند آواز میں تلبیہ پڑھی: لبیك اللهم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شریك لك: ”اے اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔“

بیت اللہ کی زیارت اور طواف:

سفر جاری رہا ، مکہ مکرمہ کے قریب وادی فاطمہ میں پہنچ کر غسل فرمایا۔ تقریباً آٹھ دن کا سفر طے کرنے کے بعد 4 ذی الحج 10 ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوا لاکھ صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے جلو میں مکۃ المکرمہ داخل ہوئے۔ بیت اللہ پر نگاہ پڑی تو فرمایا "اے اللہ اس گھر کی عزت و شرف کو مزید دوبالا فرما" پھر بیت اللہ کا طواف ادا کیا، پہلے تین چکروں میں رمل (خوب کندھا ہلا کر اور اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں) کے ساتھ اور باقی چار چکر عام چال سے پورے فرمائے۔ طواف سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر تشریف لائے۔ اس مقام پر دو نفل ادا کیے۔ اس کے بعد صفا مروہ پر سعی کے لیے تشریف لے گئے۔ سات چکر ادا کرنے کے بعد اعلان فرمایا : جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں وہ احرام نہ کھولیں اور باقی لوگ حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن سے قربانی کے اونٹ لانے کے لیے بھیجا تھا وہ ایک سو اونٹ اور یمن کے حجاج کا قافلہ لے کر تشریف لائے۔

میدان عرفات میں:

جمعرات 8 ذی الحجہ صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے گئے جہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نو ذی الحج کی فجر کی نماز ادا فرمائی۔ جمعہ کے دن 9 ذی الحجہ منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے۔ نمرہ میں کمبل کا ایک خیمہ نصب کیا گیا وہاں قیام فرمایا، زوال کے وقت اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لائے اور اونٹنی پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اسلام کے دعوتی اسلوب، نظریاتی افکار ،اخلاقی تعلیمات ، انسانی حقوق اور معاشرتی نظام کے لئے جامع دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

مسلمان کے جان مال اور عزت کا تقدس:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ”میں آج کے دن مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کرتا ہوں۔ جس طرح تمہیں اس مہینے اور اس دن کا احترام ہے۔ اسی طرح تمہیں ایک دوسرے کے مال، آبرو اور خون کا احترام کرنا چاہیے۔ کوئی چیز جو ایک بھائی کی جائز ملکیت میں ہے دوسرے پر حلال نہیں، جب تک وہ خود اپنی خوشی سے اسے نہ دے۔“

فکرِ آخرت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن مر کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ جہاں ہر ایک سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

جاہلانہ رسوم کا خاتمہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! یاد رکھو زمانہ جاہلیت کی ہر رسم میرے قدموں کے نیچے ہے میں اسے ختم کرتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے قتل و خون کے جھگڑے آج تک ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں خود ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے خون سے دستبردار ہوتا ہوں۔“

انسانی مساوات:

اس خطبہ شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی مساوات کا درس دیا: ”سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں! صرف پرہیز گاری خدا کے نزدیک افضل ہے۔“

انسانی حقوق کی پاسداری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا”: غلاموں اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔

ان حقوق کا خاص خیال رکھو۔ عورتوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور مہربانی سے پیش آؤ۔ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور انہیں وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔"

احساس ذمہ داری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: "ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔ بیٹا باپ کا اور باپ بیٹے کے جرم کا ہر گز ذمہ دار نہیں۔"

اطاعتِ امیر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت امیر کا حکم دیا: "اگر کوئی حبشی کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر ہو اور تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبر داری کرو۔"

عقیدہ ختم نبوت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ختم نبوت کا اعلان فرمایا: "لوگو! نہ میرے بعد کوئی نیا نبی آئے گا نہ نئی امت پیدا ہو گی۔

عبادات کی ادائیگی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات کی ادائیگی کا حکم فرمایا: "اپنے رب کی عبادت کرو، پانچوں وقت نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کرو، خانہ کعبہ کا حج کرو اور اپنے حاکموں کے فرمانبر دار رہو۔ اس کی جزا یہ ہے کہ اپنے پرور دگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

افتراق سے بچنے کا دستور العمل:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو افتراق سے بچنے کا دستور العمل دیتے ہوئے فرمایا: "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی

سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔"

تبلیغ دین اور حفاظت دین:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔ ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔

میراث کی تاکید:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر وارث کے لئے ثابت کردہ حصہ مقرر کیا ہے اور ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔"

نسب انسانی کی اہمیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بچہ اس کا جس کے بستر پر (نکاح میں) پیدا ہوا اور بدکار کے لئے پتھر! جس نے اپنے باپ کی بجائے کسی دوسرے کو باپ قرار دیا تو ایسے شخص پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس کے لئے قیامت کے دن کوئی عوض یا بدلہ نہ رکھا جائے گا۔"

قابل احترام مہینے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قابل احترام مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحج، محرم اور رجب) مہینوں کا ذکر فرمایا۔

امانت کی ادائیگی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانت کی ادائیگی کا حکم دیا: "جس کے قبضے میں کوئی امانت ہے تو اسے اس کے مالک کو ادا کر دے۔"

سود کی حرمت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کو حرام قرار دیا: "دور جاہلیت کا سود کالعدم کر دیا گیا ہے البتہ تمہارے لئے اصل پر حق ہو گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے سودی مطالبات کو کالعدم کرتا ہوں۔"

حق رسالت و تبلیغ:

خطبہ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: "کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا" سب نے بیک آواز جواب دیا آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین بار کہا": اے خدا! تو گواہ رہنا، اے خدا! تو گواہ رہنا، اے خدا! تو گواہ رہنا۔"

تکمیل دین کی وحی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہو چکے تو جبرائیل امین اللہ عزوجل کی طرف سے یہ وحی لے کر نازل ہوئے: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا۔

سورۃ المائدہ: رقم الآیۃ: 3

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔

خطبے کا خلاصہ:

مختصراً یہ کہ اس خطبہ میں اصلاح عقائد و اعمال، اتفاق و اتحاد کا درس، جاہلانہ

رسومات کی بیخ کنی، سود کا خاتمہ، مکمل اور متوازن معاشی نظام کا تصور، صالح حاکم وقت کی اطاعت، نسلی امتیاز، قومی، علاقائی اور لسانی عصبیت اور رنگ و نسل کی برتری و کمتری کا خاتمہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطبہ امت کیلئے وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

اذان، نماز اور دعا:

خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ پھر ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی۔ پھر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا میں مصروف رہے۔ جب سورج ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری فرمائی۔ اسامہ بن زید کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ رات آرام فرمانے کے بعد صبح نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ واپس تشریف لائے اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اونٹنی پر پیچھے بیٹھے تھے۔ وادی محسر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مجھے کنکریاں چن دیں۔ جمریٰ عقبیٰ کی رمی سے فارغ ہو کر میدان منیٰ تشریف لائے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔

100 اونٹوں کی قربانی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹوں کی قربانی کی۔ 63 اونٹوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نحر (اونٹ کے ذبح کا مخصوص طریقہ) کیے جبکہ 37 سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ قربانی سے فارغ ہو کر معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سر مبارک منڈوایا۔

تبرکات مقدسہ کی تقسیم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلیم کو اپنے دست مبارک سے کچھ بال عنایت فرمائے اور باقی ماندہ بال ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیے۔

طواف، منیٰ اور وادی محصب:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا۔ چاہ زمزم پر تشریف لائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر نوش فرمایا اور منیٰ واپس تشریف لے جا کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ 13 ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد منیٰ سے چل کر وادی محصب (معابدہ) میں قیام کیا۔ رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ تشریف لائے۔ بیت اللہ شریف کا الوداعی طواف کیا اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد واپس مدینہ طیبہ کے لیے سفر شروع فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالی ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

جمعرات، 23 جولائی، 2020ء

کب زندگی اور کب موت بہتر ہے؟

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر جنہوں نے زندگی گزارنے کے بہترین طریقے سکھلائے اور ان باتوں کی نشاندہی فرمادی جن سے نقصان اور خسارہ ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَأُمُورُكُمْ شُورٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَأُمُورُكُمْ إِلَى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2266

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے اچھے اور بہتر لوگ تمہارے حاکم ہوں، تمہارے مال دار لوگ سخی ہوں اور تمہارے باہمی معاملات مشورے سے طے پاتے ہوں تو (اِن حالات میں) تمہارے لیے زمین کا اوپر والا حصہ؛ اندرونی حصے سے بہتر ہے۔(یعنی زندگی موت سے بہتر ہوگی) اور جب تم میں سے بدترین لوگ حاکم بن جائیں، تمہارے مال دار لوگ بخیل بن جائیں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتیں طے کرنے لگ جائیں تو ان حالات میں تمہارے لیے زمین کا اندرونی حصہ؛ اوپر والے حصے سے بہتر ہے۔(یعنی موت زندگی سے بہتر ہوگی)

مذکورہ بالا حدیث مبارک میں حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی مجموعی طور پر تین خوبیوں کا فائدہ اور تین برائیوں کا نقصان ذکر فرمایا ہے، جن کی مختصر مختصر تشریح ذیل میں ذکر کی جارہی ہے۔

پہلی خوبی...نیک حکمران:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی خوبی یہ ذکر فرمائی کہ جب تم میں سے اچھے اور بہتر لوگ تمہارے حاکم ہو جائیں۔ ایسے حاکم عدل و انصاف، امن و امان، ترقی و خوشحالی، تعلیم و صحت الغرض تمہاری تمام ضروریات کو احسن طریقے سے پورا کریں گے تو ظلم و ناانصافی، بدامنی، تنزلی، جہالت اور بیماریوں سے پاک معاشرہ ہو گا۔ یہی وہ معاشرہ ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے نتیجے میں تشکیل پاتا ہے۔ اسلام کی روشن تاریخ کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو ایسے ہی معاشرے کی نمایاں تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ عدل و انصاف، امن و امان اور تعمیر و ترقی کی وجہ سے عوام خوشحال تھے، پر امن تھے اور صحت افزاء ماحول میں پرورش پاتے تھے۔

آج کی دنیا جمہوری نظام سیاست کے گرد گھوم رہی ہے۔ ہم اپنے حکمران خود منتخب کرتے ہیں اس لیے ہمیں اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنا حکمران اسے چنیں جو عدل و انصاف، امن و امان، تعمیر و ترقی، تعلیم و صحت کے قیام کی صلاحیت رکھتا ہو، دین اسلام کی تعلیمات سے واقف ہو اور عوام کا ہمدرد ہو۔ جب ہمیں ایسا حکمران مل جائے گا تو ہمارا معاشرہ عدل و انصاف، تعمیر و ترقی، امن و امان اور خوشحالی سے بھر جائے گا۔

اور جب معاشرہ امن و امان، عدل و انصاف سے بھر جائے تو اب اہل اسلام کا زندہ رہ کر عدل و انصاف اور امن و امان قائم کرتے رہنا ان کے فنا ہو جانے سے بہتر ہے۔ یہ معنی ہے کہ زندگی موت سے بہتر ہے۔

دوسری خوبی۔ سخی مال دار:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری خوبی یہ ذکر فرمائی کہ جب تم میں سے مال دار لوگ سخی ہو جائیں۔ ایسے مال دار لوگ راہِ حق میں خرچ کرنے والے ہوں گے، ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہوں گے، زکوٰۃ کا نظام

فعال ہو گا، اسلام کا رفاہی نظام عام ہو گا صدقات، خیرات کا ماحول ہو گا اور مذکورہ بالا نیکیوں کی وجہ سے مصیبتیں اور پریشانیاں ختم ہوں گی، جرائم کی شرح کم ہو گی۔

آج دنیا میں مختلف غیر سرکاری تنظیمیں اپنے مفادات کے حصول کے لیے کام کر رہی ہیں۔ بعض تنظیمیں تو کفر کی اشاعت کے لیے کام کر رہی ہیں اور بعض بے حیائی اور برائیوں کو معاشرے میں عام کرنے کی محنت کر رہی ہیں۔ ایسے حالات میں اہل اسلام کا وہ طبقہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اسے چاہیے کہ وہ غریبوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور ضرورتمندوں اور مفت دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کے لیے اپنے مال کو دل کھول کر خرچ کریں۔ جب ایسے سخی مال دار مل جائیں گے تو ہمارے معاشرے میں ضرورتمندوں کو سہارا ملے گا۔

جب معاشرہ میں ضرورت مند لوگ خود کفیل ہو جائیں تو اب اہل اسلام کا زندہ رہ کر دوسروں کو اپنی ذات سے نفع پہنچاتے رہنا ان کے فنا ہو جانے سے بہتر ہے یہ معنیٰ ہے کہ زندگی موت سے بہتر ہے۔

تیسری خوبی... شورائی نظام:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری خوبی یہ ذکر فرمائی کہ جب تمہارے باہمی معاملات شوریٰ سے طے پائے جانے لگیں۔ مشورہ میں اللہ تعالیٰ نے خیر اور برکت رکھی ہے اس کی تاثیر یہ ہے کہ غلط فیصلوں اور ان کے برے انجام سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ ورنہ فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے گھریلو معاملات سے لے کر جماعتوں، اداروں اور دفاتر تک اس کا اہتمام کرنا چاہیے ہاں اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ ہر شخص سے اس کی ذہنی صلاحیت کے مطابق ہی مشورہ لیا جائے جماعتیں، ادارے اور دفاتر وغیرہ میں صاحب رائے لوگوں کا انتخاب کرنا چاہیے۔

جب تک باہمی مشاورت سے فیصلے کیے جاتے رہیں گے اس وقت تک اس

امت میں خیر رہے گی اب اس کا زندہ رہنا اس کے فنا ہو جانے سے بہتر ہے۔ یہ معنی ہے کہ زندگی موت سے بہتر ہے۔

پہلی برائی... بدترین حکمران:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی برائی یہ ذکر فرمائی کہ جب تم میں سے بدترین لوگ تمہارے حاکم بن جائیں ۔ ایسے حاکم ظلم و ناانصافی، بدامنی اور فتنہ و فساد برپا کریں گے ۔ اور جب معاشرے میں کھلم کھلا خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور ظلم و ناانصافی پھیل جائے تو اب دنیا میں رہنے سے بہتر ہے کہ انسان مر جائے۔

یہاں ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حدیث مبارک کے مذکورہ بالا مفہوم سے خودکشی جیسا برا جرم ثابت نہیں ہو رہا اور نہ ہی اس میں کم ہمتی کی تعلیم دی جا رہی ہے بلکہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ ایسے ماحول میں لوگ خدا کی زمین پر بوجھ بن جائیں گے اور موت تمہارے لیے زندگی سے بہتر ہو گی کہ اس کی وجہ سے کم از کم انسان مزید اللہ کی نافرمانیاں کرنے سے بچ جائے گا اور اس کے ایمان اور نیک اعمال کی حفاظت کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ ایمان کی حفاظت، نیک اعمال کی حفاظت اور مزید گناہوں سے بچنے کی وجہ سے کہا جا رہا ہے کہ موت زندگی سے بہتر ہے۔

دوسری برائی... بخیل مال دار:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری برائی یہ ذکر فرمائی کہ جب تم میں سے مال دار لوگ بخیل بن جائیں ۔ ایسے لوگ مال کی محبت کا شکار ہو جائیں گے راہ خدا میں خرچ کرنے کا تصور مٹ جائے گا، ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری نہیں ہوں گی تو معاشرتی جرائم چوری، ڈاکہ اور رشوت وغیرہ بڑھ جائیں گے، اسلام کا رفاہی نظام بالخصوص زکوٰۃ، صدقات وغیرہ کا نظام ٹھپ ہو کر جائے گا۔

جب ماحول ایسا بن جائے کہ جرائم عام ہو جائیں اسلامی احکامات صدقات اور

زکوۃ وغیرہ کو چھوڑ دیا جائے تو خدا کا عذاب نازل ہو گا۔ زندہ رہ کر اس عذاب کا شکار ہونے سے بہتر ہے کہ انسان مر جائے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔

تیسری برائی... تمام معاملات عورتوں کے سپرد:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری برائی یہ ذکر فرمائی کہ جب تمہارے تمام معاملات تمہاری خواتین کے سپرد ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ صنف نازک (خواتین) میں قوتِ فیصلہ کو فطری طور پر بہت کم رکھا گیا ہے تاکہ گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ کا بوجھ ان پر نہ ڈالا جا سکے اور یہ اپنے گھریلو نظام کو پر سکون بنانے میں اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کریں لیکن جب تمام معاملات ہی عورتوں کے سپرد کر دیے جائیں تو ان کی حیثیت سے بڑھ کر ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ آئے گا جس کی وجہ سے یہ درست فیصلہ نہ کر پائیں گی۔

جبکہ عورت کے مقابلے میں مرد (مجموعی طور پر) بہادر، معاملہ فہم، دور اندیش اور جفاکش ہوتا ہے اور معاملات کے حل میں انہی مذکورہ اوصاف کو اہمیت حاصل ہے۔ لیکن جب فطری طور پر عورت کے کمزور ہونے کے باوجود اس پر ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جائے گا تو دنیوی نظام زندگی میں بہتری کے بجائے خرابیاں پیدا ہوں گی اور یہ بڑھتے بڑھتے فتنہ و فساد تک جا پہنچیں گی اس لیے فتنہ وفساد میں مبتلا ہونے سے بہتر ہے کہ انسان زندگی کو خیر باد کہہ کر موت کا خیر مقدم کر لے۔ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا حدیث مبارک پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 13 اگست، 2020ء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک جماعت صحابہ کرام اور آپ کی آل و اولاد پر جنہوں نے امتِ محمدیہ کو اپنے عمل سے اسلامی زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ سمجھایا۔ آیئے ان کے باہمی طرز زندگی کو حقائق کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور پھر ان پر عمل کرنے کا عزمِ مصمم کرتے ہیں۔ یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد کا عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے لیکن ماہ ذوالحج کے اختتام اور ماہ محرم الحرام کے آغاز کی مناسبت سے شہیدِ مصلیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہیدِ کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے آپسی حُسنِ تعلقات، باہمی اعتماد، قلبی محبت، دلی اُلفت، اتحاد و یگانگت، اتفاق و ہم آہنگی اور بہترین سلوک کے حوالے سے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

یہ واقعات برائے واقعات نہیں کہ جنہیں محض واقعہ سمجھ کر ہی ذکر کیا جائے بلکہ ان واقعات میں ہمارے لیے زندگی گزارنے کے روشن اصول موجود ہیں جن کی روشنی سے تاریکیاں ختم ہوں گی۔

ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا نکاح:

رشتے وہاں لیے اور دیے جاتے ہیں جہاں باہمی اعتماد اور پیار و محبت ہو چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَعْطِ هَذَا ابْنَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2881

ترجمہ: حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کو دے دیں جو کہ آپ کی زوجہ ہے۔ ان کی مراد سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھی۔

کاشانہ فاروقی میں آمد و رفت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ محترمہ حضرت ام کلثوم الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں اس لیے یہ دونوں شہزادے اپنی ہمشیرہ سے ملنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر میں آتے جاتے رہتے تھے۔

عَنْ أَبِي صَالِحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَا يَدْخُلَانِ عَلَى أُخْتِهِمَا أُمِّ كُلْثُومٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَهِيَ تُمَشِّطُ۔

المصنف لابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث:17280

ترجمہ: حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں اپنی ہمشیرہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتے تھے بعض اوقات وہ اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔

حسین رضی اللہ عنہ سگی اولاد سے زیادہ عزیز:

بارگاہِ فاروقی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت بہت زیادہ تھی یہاں تک کہ اپنی سگی اولاد سے بھی زیادہ۔

عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَنْ يَّأْتِيَهُ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَأَتَاهُ حُسَيْن فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ حُسَيْنٌ مِنْ أَيْنَ جِئْتَ قَالَ قَدِ اسْتَأْذَنْتُ عَلٰى عُمَرَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِّيْ فَرَجَعَ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ أَنْ تَأْتِيَنِيْ قَالَ قَدْ أَتَيْتُكَ وَلٰكِنْ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَّهُ عَلَيْكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ وَأَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلَهُ أَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلَهُ وَهَلْ أَنْبَتَ الشَّعْرُ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرُكُمْ.

تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج:14، ص175

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آپ کبھی ہمارے ہاں (گھر) تشریف لائیں! چنانچہ (کچھ عرصے بعد) حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے اِن کے گھر تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف ہیں) مجھے بھی اندر جانے کی اجازت نہیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ (ملاقات کیے بغیر ہی) واپس تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسین! کیا بات ہے آپ ہمارے ہاں تشریف کیوں نہیں لائے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ سے ملنے آپ کے ہاں گیا تھا لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ آپ بہت مصروف تھے

یہاں تک کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو بھی آپ سے ملنے کی اجازت نہیں تھی تو میں واپس آ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہاں میرا بیٹا عبداللہ اور کہاں آپ کا مقام و مرتبہ !یعنی جب آپ تشریف لائے تھے تو مجھے اطلاع بھیج دیتے میں اپنا کام موخر کر لیتا اور آپ سے ملاقات کرتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمیں جو عزت ملی ہے وہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے ملی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یمنی لباس کا ہدیہ:

باہمی محبت اور اس میں اضافے کے لیے اسلامی معاشرت نے بنیادی طور پر یہ سبق دیا ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔ اب اصول کے ذہن میں رکھتے ہوئے عہدِ فاروقی کا درج ذیل واقعہ پڑھیے۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ فَأُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ: اَلْآنَ طَابَتْ نَفْسِي.

سیر اعلام النبلاء للذہبی، الحسین الشہید

ترجمہ: امام زُہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو (مال غنیمت میں سے) لباس دیے ان میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یمن کے علاقے کی طرف آدمی روانہ کر کے والی یمن کو حکم بھیجا کہ دونوں شہزادوں (حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما) کے لیے خصوصی قیمتی اور خوبصورت لباس تیار کر کے بھیجا جائے۔ جب یہ لباس وہاں سے تیار ہو کر آیا اور ان دونوں شہزادوں نے پہنا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر

فرمایا: اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پانچ پانچ ہزار دراہم کا وظیفہ:

عہد فاروقی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے قرابت نبوت کی وجہ سے جو وظیفہ مقرر کیا گیا وہ بدریوں کے وظائف کے برابر تھا۔ اہل انصاف اسے باہمی پیار و محبت سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔

عَنْ مُوسَى بنِ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيْوَانَ أَلْحَقَ الحَسَنَ وَالحُسَيْنَ بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ.

سیر اعلام النبلاء للذہبی، الحسن بن علی

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب مالی امداد کی سرکاری فہرستیں بنوائیں تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا یعنی بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موافق پانچ پانچ ہزار دراہم مقرر کیے۔ اس لیے کہ یہ دونوں جنتی شہزادے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت و توقیر:

عَنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: لَمَّا أُتِيَ عُمَرُ بِكُنُوزِ كِسْرَى۔۔ثُمَّ قَالَ: أَنَكِيلُ لَهُمْ بِالصَّاعِ أَمْ نَحْثُو؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: بَلِ احْثُوا لَهُمْ ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَا لَهُ ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ۔

الجامع لمعمر بن راشد الازدی، م: 153ھ

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ طیبہ میں شاہ ایران کے خزانے (بطور مال

غنیمت) پیش کیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟ یعنی کسی پیمانے سے ماپ کر یا ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اندازہ کر کے تقسیم کیا جائے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اسی طرح دیا اور اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسی طرح سے عنایت فرمایا اور اس کے بعد لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا۔

مذکورہ بالا واقعات ان کے باہمی پیار و محبت کی ہلکی سی جھلک کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ورنہ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ان کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد کے درمیان ہمیشہ

- اخوت کا رشتہ رہا
- اعتماد کا تعلق رہا
- حسن سلوک کا معاملہ رہا
- عزت و تکریم کا برتاؤ رہا

انہوں نے پوری امت مسلمہ کو عملی طور پر اسی محبت اور اعتماد کا درس دیا۔

آج بھی ان کے اسی باہمی پیار و محبت کو بیان کرنے کی ضرورت ہے جو ان میں آخر دم تک قائم و دائم رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام صحابہ اور آل پیغمبر کی دل و جان سے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 20 اگست، 2020ء

عاشوراء... فضائل واحکام اور غلط نظریات

اللہ تعالیٰ نے ماہِ محرم کو فضیلت بخشی ہے یہ عبادات کا مہینہ ہے حدیث مبارک میں اس مہینے کی حرمت کے پیش نظر اسے شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح کعبۃ اللہ کے تقدس کے پیش نظر اسے بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر قرار دیا گیاہے۔ اس مہینے میں ایک دن عاشوراء (دسویں محرم) کاہے شریعتِ اسلامیہ میں اس دن کی بہت اہمیت ہے۔ سب سے بنیادی چیز اعتدال ہوتی ہے، اسی راہ اعتدال پر چلنے سے وہ تمام فضائل حاصل ہوتے ہیں جو شریعت نے متعین فرمائے ہیں۔

محرم کے روزے:

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ أَفۡضَلُ الصِّيَامِ بَعۡدَ رَمَضَانَ شَهۡرُ اللهِ الۡمُحَرَّمُ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:1982

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان المبارک کے مہینے کے علاوہ باقی مہینوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔

عاشوراء کا روزہ:

عَنۡ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ...قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ يَوۡمِ عَاشُورَاءَ أَحۡتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنۡ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبۡلَهُ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:1976

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یوم عاشوراء (دسویں محرم) کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

عاشوراء اور اہل اسلام:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ...وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَا يَصُومُهُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3831

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (ہجرت سے پہلے) عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسلمانوں کو بھی) عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے (تو اب وہی فرض ہیں اور عاشوراء کے روزے کی فرضیت ختم ہو گئی) اب جو عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہے رکھے اور جو چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔ (یعنی اس دن کے روزے کا فرض ہونے والا حکم منسوخ ہو گیا البتہ اس کا مستحب ہونا اب بھی باقی ہے، یہ منسوخ نہیں ہوا)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَصُومُ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَهَّدُنَا عَلَيْهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَحُثَّنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَتَعَهَّدْنَا عَلَيْهِ وَكُنَّا نَفْعَلُهُ.

صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 2083

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے ہمیں عاشوراء (دسویں محرم کے دن) کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور اس کی ترغیب بھی دیتے تھے اس کے بعد جب رمضان (کا روزہ رکھنا) فرض کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عاشوراء کے روزے کی ترغیب نہیں دی جبکہ ہم پھر بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا مسلمان رمضان المبارک کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء (دسویں محرم) کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

عاشوراء اور مشرکین مکہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3831

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش (مکہ) عاشوراء (دسویں محرم) کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔

فائدہ: یہاں یہ بات اچھی طرح ملحوظ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ روزہ قریش کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نہیں رکھتے تھے بلکہ شریعت کا حکم سمجھ کر رکھتے تھے جس طرح بیت اللہ کا طواف، صفا اور مروہ کے درمیان سعی اس وجہ سے نہیں کرتے تھے کہ یہ کام قریش کرتے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ یہ شریعت کے احکام ہیں۔ اسی طرح عاشوراء (دسویں محرم) کا روزہ اس وجہ سے نہیں رکھتے تھے کہ قریش رکھتے ہیں بلکہ اس وجہ سے رکھتے تھے کہ شرعاً ابتداء اسلام میں یہ روزہ رکھنے کا حکم ہے۔

عاشوراء اور یہودِ مدینہ:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَإِذَا أُنَاسٌ مِنَ الْيَهُودِ يُعَظِّمُونَ عَاشُورَاءَ وَيَصُومُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِصَوْمِهِ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3942

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں پر یہودی لوگ دسویں محرم کی عظمت کے پیش نظر اس دن روزہ رکھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (اہل اسلام) اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ آپ نے (بامر الٰہی) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

فائدہ: اسلام بذات خود ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، ہر پہلو سے اپنے اندر جامعیت و کمال رکھتا ہے اپنی اسی جامعیت اور کمال کے پیش نظر اپنے ماننے والوں کو الگ سے اپنی شناخت عطا کرتا ہے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی شکل و صورت، عبادات و معاملات، طرزِ معاشرت، اخلاقیات، تہذیب و تمدن اور ان کے کلچر کی مشابہت سے سختی سے روکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اہل اسلام کو تاکیدی حکم دیا کہ تم یہود کی موافقت کے بجائے ان کی مخالفت کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:1916

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم

فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑی تعظیم و اہمیت دیتے ہیں۔ (یعنی آپ ہمیں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور عاشوراء کے روزہ جیسی عبادت میں ان کی مخالفت کے بجائے موافقت ہو رہی ہے۔) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نویں تاریخ کا روزہ (بھی ساتھ) رکھیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔

فائدہ: اس لیے حدیث پاک کے مطابق عاشوراء کے روزے کے ساتھ نویں یا پھر گیارہویں محرم کا روزہ ملانا چاہیے تاکہ یہود و نصاریٰ کی مشابہت لازم نہ آئے۔

عاشوراء کے روزے پر اعتراض:

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ پر آج کل یہ اعتراض کیا جا رہا ہے کہ ان میں تعارض ہے جس کی وجہ سے یہ روایات قابل عمل نہیں ہیں تعارض کی صورت یہ ہے کہ صحیح البخاری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم مدینہ منورہ پہنچے کے بعد ہجرت کے پہلے سال دیا گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری سال عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ دونوں احادیث میں تعارض ہے پہلی حدیث میں ہجرت کے پہلے سال جبکہ دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال کا واقعہ معلوم ہو رہا ہے۔

جواب:

مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد دو سال تک عاشوراء کا روزہ فرض ہونے کی

وجہ سے رکھا گیا۔ 2 ہجری میں رمضان کی فرضیت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہود اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ ہماری نجات کا دن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جو کام خلافِ شریعت نہ ہوں اور ان سے اہل کتاب کو قریب کرنے کا موقع میسر ہو سکتا ہو تو آپ وہ عمل فرما لیتے تھے۔ جیسے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔ کچھ عرصہ یوں ہی چلتا رہا جب ان سے قرب کا اِمکان ختم ہو گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا۔

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! آپ نے عاشوراء کے روزہ کی ترغیب بھی دی ہے اور یہود کی مخالفت کا حکم بھی دیا اس دن تو یہود روزہ رکھتے ہیں تو ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ ہم اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملالیں گے تاکہ یہود کی مخالفت بھی ہو جائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت کا اظہار بھی ہو جائے۔ تو جب روزہ رکھا ہے وہ پہلے کی بات ہے اور جب مخالفت کا حکم دیا ہے وہ بالکل آخر کی بات ہے اس لیے تعارض نہیں۔

عاشوراء اور اہل وعیال پر وسعت:

عاشوراء کے دن شریعت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ اہل وعیال پر وسعت سے خرچ کیا جائے، اس کی برکت سے اللہ کریم رزق کی تنگی سے نجات عطا فرماتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ وَأَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 3515

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دسویں محرم والے دن اپنے گھر والوں پر وسعت سے خرچ کرے گا تو اللہ تعالیٰ سارا سال اس (کے رزق میں اور اس کے مال) پر وسعت فرمائے گا۔

عاشوراء سے متعلق چند غلط نظریات:

امام علی بن محمد ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ (م:963ھ) فرماتے ہیں:

من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة بصيامها وقيامها ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملك ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف حاج ومعتمر ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف شهيد ومن صام يوم عاشوراء كتب الله له أجر سبع سموات ومن أفطر عنده مؤمن فى يوم عاشوراء فكأنما أفطر عنده جميع أمة محمد ومن أشبع جائعا فى يوم عاشوراء فكأنما أطعم جميع فقراء أمة محمد وأشبع بطونهم ومن مسح على رأس يتيم رفعت له بكل شعرة على رأسه درجة فى الجنة خلق الله السموات يوم عاشوراء والأرض كمثله وخلق القلم يوم عاشوراء واللوح كمثله وخلق جبريل يوم عاشوراء وملائكته يوم عاشوراء وخلق آدم يوم عاشوراء وولد إبراهيم يوم عاشوراء ونجاه الله من النار يوم عاشوراء وفدى إسماعيل يوم عاشوراء وغرق فرعون يوم عاشوراء ورفع إدريس يوم عاشوراء وتاب الله على آدم يوم عاشوراء وغفر ذنب داود يوم عاشوراء وأعطى الملك سليمان يوم عاشوراء وولد النبى يوم عاشوراء واستوى الرب على العرش يوم عاشوراء ويوم القيامة يوم عاشوراء (ابن الجوزى) من حديث ابن عباس وفيه حبيب ابن أبى حبيب وهو آفته۔

تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ، الرقم:16

1. دسویں محرم والے دن جو شخص روزہ رکھے اس کو ساٹھ سال تک دن کے روزے اور رات کی نفلی عبادت کرنے کا ثواب ملے گا۔

2. دسویں محرم والے دن جو شخص روزہ رکھے اس کو دس ہزار فرشتوں (کی عبادت) کے برابر ثواب ملے گا۔
3. دسویں محرم والے دن جو شخص روزہ رکھے اس کو ایک ہزار حج کرنے والوں اور عمرہ کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔
4. دسویں محرم والے دن جو شخص روزہ رکھے اس کو دس ہزار شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔
5. دسویں محرم والے دن جو شخص روزہ رکھے اس کو سات آسمانوں (کی وسعت) کے برابر ثواب ملے گا۔
6. دسویں محرم والے دن جو شخص کسی مومن کا روزہ افطار کرائے اس کو تمام امت محمدیہ کے روزے افطار کرانے کا ثواب ملے گا۔
7. دسویں محرم والے دن جو شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلائے اسے امت محمدیہ کے سارے فقراء کو پیٹ بھر کر کھلانے کا ثواب ملے گا۔
8. دسویں محرم والے دن جو شخص کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے اس کے لیے ہر ہر بال کے بدلے جنت میں ایک ایک درجہ بلند ہو گا۔
9. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان تخلیق فرمائے۔
10. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے ساتوں زمینیں تخلیق فرمائیں۔
11. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے قلمِ تقدیر کو پیدا فرمایا۔
12. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو وجود بخشا۔
13. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو پیدا فرمایا۔
14. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے باقی فرشتوں کو پیدا فرمایا۔
15. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

16. دسویں محرم والے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

17. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے ان کو نارِ نمرود سے نجات عطا فرمائی۔

18. دسویں محرم والے دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے جنت سے مینڈھا لایا گیا۔

19. دسویں محرم والے دن فرعون سمندر میں غرق ہوا۔

20. دسویں محرم والے دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

21. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

22. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت فرمائی۔

23. دسویں محرم والے دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت عطا ہوئی۔

24. دسویں محرم والے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

25. دسویں محرم والے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہوئے۔

یہ حدیث ابن الجوزی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موضوعات (من گھڑت احادیث) میں ذکر کی ہے اور اس کے من گھڑت ہونے کی وجہ حبیب بن ابی حبیب نامی شخص ہے۔

مذکورہ بالا من گھڑت حدیث کے بعد امام علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ (م:963ھ) فرماتے ہیں:

وهو اليوم الذى أخرج فيه نوحا من السفينة وهو اليوم الذى أنزل الله فيه التوراة على موسى وفيه فدى الله إسماعيل من الذبح وهو اليوم الذى أخرج الله فيه يوسف من السجن وهو اليوم الذى رد الله على يعقوب بصره وهو اليوم الذى كشف الله عن أيوب البلاء وهو اليوم الذى أخرج الله فيه يونس من بطن الحوت وهو اليوم الذى فلق الله فيه البحر لبنى إسرائيل

وهو اليوم الذى غفر الله لمحمد ذنبه ما تقدم وما تأخر وفى هذا اليوم عبر موسى البحر وفى هذا اليوم أنزل الله التوبة على قوم يونس فمن صام هذا اليوم كان له كفارة أربعين سنة وأول يوم خلق الله من الدنيا يوم عاشوراء وأول مطر نزل من السماء يوم عاشوراء وأول رحمة نزلت من السماء يوم عاشوراء فمن صام يوم عاشوراء فكأنما صام الدهر وهو صوم الأنبياء۔۔۔ومن اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض إلا مرض الموت ... ومن عاد مريضا يوم عاشوراء فكأنما عاد مرضى ولد آدم كلهم (ابن الجوزى) من حديث أبى هريرة رضى الله عنه وقال رجاله ثقات فالظاهر أن بعض المتأخرين وضعه وركبه على هذا الإسناد

تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ، الرقم:17

1) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو بچایا۔

2) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی۔

3) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے جنت سے مینڈھا بھیجا۔

4) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی عطا فرمائی۔

5) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹائی۔

6) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری دور فرمائی۔

7) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔

8) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے دریا میں راستے پیدا کیے۔

9) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرمائیں۔

10) دسویں محرم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا عبور کیا۔

11) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول فرمائی۔

12) دسویں محرم کو جو شخص روزہ رکھے گا وہ اس کے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

13) دسویں محرم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تخلیق فرمایا۔

14) دسویں محرم کو آسمان سے سب سے پہلے بارش نازل ہوئی۔

15) دسویں محرم کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی۔

16) دسویں محرم کو روزہ رکھنے والا شخص ایسا ہے جیسے ساری زندگی روزہ رکھا ہو۔

17) دسویں محرم کا روزہ انبیاء کرام علیہم السلام کا روزہ ہے۔

18) دسویں محرم کو غسل کرنے والا موت کے علاوہ ہر مرض سے بچا رہے گا۔

19) دسویں محرم کو جس شخص نے کسی بیمار کی تیمار داری کی اس نے تمام اولاد آدم کے بیماروں کی عیادت کی۔

امام ابن الجوزی نے اس کو موضوعات (خود ساختہ من گھڑت احادیث) میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، ظاہر یہ ہے کہ بعد والے کچھ لوگوں نے یہ باتیں ازخود بنائیں اور ان کے ساتھ یہ سند جوڑ دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ محرم اور بالخصوص یوم عاشوراء کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 27 اگست، 2020ء

عقیدۂ ختمِ نبوت اور یومِ تحفظِ ختمِ نبوت

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام کا جو سلسلہ شروع فرمایا تھا اس کا اختتام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر فرمایا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے جو انبیاء و رسل کی تعداد متعین تھی وہ تعداد حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پوری ہو چکی ہے اب کسی ایسے نبی کی نبوت کا قائل ہونا جس سے تعداد میں اضافہ ہو یہ ختم نبوت کے عقیدہ کے منافی ہے اور کفر ہے۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اگر اس پر ایمان نہ ہو یا اس میں تردد ہو اتو ایسا شخص کسی طور مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بے حد شفیق و مہربان تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے اہم فتنوں سے امت کو آگاہ فرمایا، ان سے بچنے کی صورتیں ارشاد فرمائیں، امت کی راہنمائی کے لئے صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقے پہ چلنے کا حکم فرمایا، نئے پیش آنے والے مسائل میں فقہاء عظام اور علماء کرام کی طرف رجوع کا حکم دیا۔

قرب قیامت پیش آنے والے حالات سے امت کو آگاہ فرمایا۔ حضرت امام محمد مہدی کے پیدا ہونے، نام، والدہ کا نام، خلافت وغیرہ کے بارے بتایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا، دجال کو قتل کرنا، یہودیت و عیسائیت کو ختم کر کے اسلام کو دنیا میں غالب کرنا، نکاح کرنا، روضہ رسول پہ حاضر ہو کے سلام عرض کرنا، وفات اور

ان کے جائے مدفن وغیرہ کو تفصیل سے بیان فرمایا جن کا تذکرہ احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی راہنمائی کے لئے یہ سب کچھ کیا لیکن کسی ایک حدیث میں بھی اشارتاً یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد فلاں نام کا آدمی فلاں علاقے میں فلاں زمانہ میں نبی بن کر آئے گا جس پہ ایمان لانا ضروری ہو گا بلکہ اس کے برعکس جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے آگاہ فرمایا کہ کچھ لوگ خود کو نبی سمجھیں گے حقیقت میں وہ کذاب اور دجال ہوں گے۔ جس سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی تاویل و تخصیص کے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی مرسل ہیں آپ کے بعد کسی قسم کی نئی نبوت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے اس لیے جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کا اسلام سے بالکل تعلق نہیں۔ چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ عقیدہ ختم نبوت پر ایمان مضبوط رہے۔

عقیدہ ختم نبوت قرآن کریم سے ثابت ہے:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ:40

ترجمہ: (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت احادیث سے ثابت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3535

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے بہت ہی خوبصورت مکان بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کی خوبصورتی کو دیکھنے کے لیے اس کے گرد چکر لگانے لگے اور تعجب سے کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہیں لگا دی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نبوت والے محل کے کونے میں چھوٹی ہوئی آخری اینٹ ہوں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِیلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِیَاءُ کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِی وَسَیَکُونُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُونَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3455

ترجمہ: قوم بنی اسرائیل کی راہنمائی ورہبری ان کے انبیاء کرام علیہم السلام فرمایا کرتے تھے جب بھی ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی وفات پا جاتے تو ان کی جگہ دوسرے نبی تشریف لے آتے اور میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا البتہ امت کی رہبری کے لئے بڑی تعداد میں خلفاء ہوں گے۔

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِیهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰی تَبُوکَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِیًّا فَقَالَ أَتُخَلِّفُنِی فِی الصِّبْیَانِ

وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضٰی أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4416

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ علی! آپ مدینہ میں رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا آپ اس بات پہ راضی نہیں کہ آپ کا تعلق مجھ سے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے) لیکن میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2272

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت کا سلسلہ یقیناً ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے میرے بعد نہ کوئی صاحبِ شریعت رسول پیدا ہو گا اور نہ کوئی نیا نبی آئے گا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِيْ أَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2840

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، احمد ہوں، میں ماحی ہو کہ اللہ میرے ذریعے کفر مٹادیں گے، میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائیں جائیں گے اور میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (م:405ھ) نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لمبے خطبہ کا ذکر ہے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنے کا ذکر کیا۔ اس میں ایک جملہ یہ بھی فرمایا:

وَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث:8620

میں انبیاء میں سے آخری نبی ہوں میرے بعد نیا نبی نہیں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو تمہاری بعد کوئی امت نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ

کنز العمال، رقم الحدیث:34994

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد؛ انبیاء میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2219

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا میری امت میں تیس ایسے کذاب پیدا ہوں گے جو خود کو نبی سمجھیں، نبوت کا دعویٰ کریں گے جبکہ میں آخری نبی ہوں میرے کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔

عقیدہ ختم نبوت اجماع سے ثابت ہے:

امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ (م:505ھ) فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاُمَّۃَ فَھِمَتْ مِنْ ھٰذَا اللَّفْظِ وَمِنْ قَرَائِنِ اَحْوَالِہٖ اَنَّہٗ اَفْھَمَ عَدْمَ نَبِیٍّ بَعْدَہٗ اَبَدًا... وَاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ تَاْوِیْلٌ وَلَا تَخْصِیْصٌ فَمُنْکِرُ ھٰذَا لَا یَکُوْنُ اِلَّا مُنْکِرَ الْاِجْمَاعِ

الاقتصاد فی الاعتقاد: ص123

ترجمہ: امت کے تمام اہل اسلام نے قرآن میں مذکور لفظ (خاتم النبیین) سے یہی عقیدہ سمجھا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی ہو گا اور نہ ہی کوئی نیا رسول ہو گا اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں لہٰذا اس کا منکر اجماع کا منکر ہو گا۔

فائدہ: یہاں تاویل و تخصیص والی بات کا مطلب یہ ہے کہ لفظ خاتم النبیین کا کوئی اور معنی مراد نہیں لیا جا سکتا ہے۔

امام ابو الفضل عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ (م:544ھ) فرماتے ہیں:

لِاَنَّہٗ اَخْبَرَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَاَخْبَرَ عَنِ اللہِ تَعَالٰی اَنَّہ خَاتَم النَّبِیِّیْنَ وَاَنَّہٗ اُرْسِلَ کَافَّۃً لِّلنَّاسِ واَجمعتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی حَمْلِ ھٰذَا الْکَلَامِ عَلٰی ظَاھِرِہ وَاَنَّہٗ مَفْھُوْمہُ الْمُرَاد بہ دُوْنَ تَاوِیل وَلَا تَخْصِیْص فَلَا شَکَّ فِی کُفْرِ ھٰؤُلَاءِ الطَّوَائِفِ کُلِّھَا قَطْعًا اِجْمَاعاً وَسَمْعاً.

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے یہ فرمایا ہے کہ میں خاتم النبیین

ہوں اور میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور یہ کہ آپ کو تمام انسانیت کا نبی بنا کر بھیجا گیا اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ اس کلام سے جو ظاہری معنی سمجھ میں آ رہا ہے وہی مراد ہے اس کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اس لیے جو شخص اس (عقیدہ ختم نبوت) کا انکار کرے اس کے کافر ہونے میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

امام احمد بن محمد ابن حجر مکی رحمہ اللہ (م:974ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اعْتَقَدَ وَحْيًا مِنْ بَعْدِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَافِرًا بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

الفتاوی الفقہیۃ الکبریٰ، کتاب الانتباہ لتحقیق عویص مسائل الاکراہ

ترجمہ: جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نئے نبی پہ وحی آتی ہے اس کے کافر ہونے پر اجماع ہے یعنی امت محمدیہ کے تمام مسلمان متفق اور متحد ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں۔

امام نور الدین ملا علی قاری رحمہ اللہ (م:1014ھ) فرماتے ہیں:

دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ بِالْإِجْمَاعِ۔

شرح الفقہ الاکبر، ص:202

ترجمہ: ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے اس بات پر اجماع ہے یعنی امت محمدیہ کے تمام مسلمان متفق اور متحد ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں۔

مفتی بغداد ابو الثناء شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ آلوسی (م:1270ھ) فرماتے ہیں:

وَ كَوْنُهُ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيُكَفَّرُ مُدَّعِي خِلَافَهُ وَيُقْتَلُ إِنْ أَصَرَّ۔

تفسیر روح المعانی آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "خاتم النّبیین" ہونا ان عقائد میں سے ہے جس پر قرآن وسنت کے واضح دلائل موجود ہیں اور پوری امت کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پہ اجماع ہے یعنی امت محمدیہ کے تمام مسلمان متفق اور متحد ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں۔ جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہو تو وہ کافر ہے ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئینی طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا:

پاکستان کی بنیاد کلمہ طیبہ پر رکھی گئی اس لیے اس ملک میں کسی طور پر منکرین ختم نبوت کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ جب کبھی بھی منکرین ختم نبوت نے اس ملک کی سلامتی اور اس کی اسلامی حیثیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی اور ملک میں قادیانیت کی تبلیغ کر کے عوام کو مرتد بنانے کی کوشش کی تب اسلامیان پاکستان نے ان کے مذموم مقاصد کی ہر پلیٹ فارم پر دلائل کے ساتھ تردید کی ہے کیونکہ ان کے رگ و ریشے میں کلمہ طیبہ اپنی حقیقت و معنویت کے ساتھ موجود ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اس کلمہ کے الفاظ و معانی اور حقیقت میں رد و بدل کر سکے؟ یہاں کے مسلمان غربت، کرپشن، مہنگائی، بے روزگاری اور اقتصادی بحرانوں کو سہہ سکتے ہیں۔ لیکن اسلامی نظریات بالخصوص ناموس رسالت اور ختم نبوت جیسے عظیم الشان اور حساس موضوع پر مداہنت سے کام نہیں لے سکتے۔ حکمت کے نام پر بے حمیتی کا کسی طور پر اظہار نہیں کر سکتے۔ اس دعوے کی ایک دلیل 7 ستمبر 1974ء کا وہ تاریخ ساز فیصلہ ہے جو عوامی طاقت نے جمہوری و سیاسی زبان سے صادر کیا۔ اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ:

پاکستان کے سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں 22 مئی 1974ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے کچھ طلبہ معلوماتی و تفریحی سفر کے لیے چناب نگر کے راستے پشاور جارہے تھے کہ چناب نگر ریلوے سٹیشن پر قادیانیوں نے اپنا کفریہ لٹریچر تقسیم کرنے کی کوشش کی، جس پر طلبہ نے اس لٹریچر کو لینے سے انکار کیا اور ایمانی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے۔

طلبہ کا یہ قافلہ 29 مئی کو واپس ہونے لگا تو نشتر آباد اسٹیشن (جو کہ چناب نگر اسٹیشن سے پہلے آتا ہے) پر قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے چناب نگر کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر کو بتلایا کہ فلاں بوگی طلبہ کی ہے۔ چنانچہ خلافِ ضابطہ چناب نگر ریلوے سٹیشن پر گاڑی روک لی گئی سینکڑوں مسلح افراد جس میں قادیانیوں کے قصر خلافت کے معتمدین، تعلیم الاسلام کالج کے طلباء، اساتذہ اور بعض قادیانی دکانداروں نے لاٹھیوں سریوں، ہاکیوں، کلہاڑیوں اور برچھیوں کے ساتھ حملہ کر کے 30 نہتے طلبہ کو شدید زخمی دیا۔ قادیانی اپنے ساتھ بازاری فطرت کی تین سو کے قریب عورتیں بھی لائے جب قادیانی غنڈے مسلمان طلبہ کو مارتے تو وہ رقص کرتیں اور تالیاں بجاتیں۔ دریں اثنا نشتر میڈیکل کالج یونین کے صدر ارباب عالم کو اتنے زور سے مارا کہ وہ بے ہوش گئے۔ اِس واقعہ کا پورے ملک میں زبردست ردِ عمل ہوا۔

30 مئی کو لاہور اور دیگر شہروں میں ہڑتال ہوئی۔ 31 مئی کو اس سانحے کی تحقیقات کے لیے صمدانی ٹربیونل کا قیام عمل میں آیا۔ 3 جون کو مجلس عمل کا پہلا اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ 9 جون کو مجلس عمل کا کنوینئر لاہور میں مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کو مقرر کیا گیا۔ 13 جون کو وزیر اعظم نے نشری تقریر میں بجٹ کے بعد مسئلہ قومی اسمبلی کے سپرد کرنے کا اعلان کیا۔ 14 جون کو ملک گیر ہڑتال ہوئی۔

16 جون کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا فیصل آباد میں اجلاس ہوا جس میں حضرت بنوری کو امیر منتخب کیا گیا۔ 30 جون کو قومی اسمبلی میں متفقہ قرارداد پیش ہوئی جس پر غور کے لیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔24 جولائی کو وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ جو قومی اسمبلی کا فیصلہ ہو گا وہ ہمیں منظور ہو گا۔5 اگست سے 23 اگست تک وقفوں وقفوں سے مکمل گیارہ دن مرزا ناصر پر قومی اسمبلی میں جرح ہوئی۔

20 اگست کو صمدانی ٹربیونل نے اپنی رپورٹ سانحہ ربوہ کے متعلق وزیر اعلیٰ کو پیش کی۔22 اگست کو رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کی گئی۔24 اگست کو وزیر اعظم نے فیصلہ کے لیے7 ستمبر کی تاریخ مقرر کی۔ 27، 28 اگست کو لاہوری گروپ پر قومی اسمبلی میں جرح ہوئی۔یکم ستمبر کو لاہور شاہی مسجد میں ملک گیر ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ 5، 6 ستمبر کو اٹارنی جنرل نے قومی اسمبلی میں عمومی بحث کی اور مرزائیوں پر جرح کا خلاصہ پیش کیا۔ 6 ستمبر کو آل پارٹیز مجلس تحفظ ختم نبوت کی راولپنڈی میں وزیر اعظم سے ملاقات کا فیصلہ کیا۔ اس ساری کارروائی میں قومی اسمبلی نے اڑھائی ماہ کے عرصے میں 28 اجلاس بلائے اور 96 گھنٹوں پر مشتمل نشستیں ہوئیں۔

تمام مسالک کی مذہبی وسیاسی قیادت نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اس میں کردار ادا کیا خصوصاً مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور آپ کے رفقاء کار نے قادیانیوں کا لٹریچر جمع کیا، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری جیسے اکابر نے دن رات ایک کر کے قادیانی کے مذہبی وسیاسی عزائم پر مبنی لٹریچر اکٹھا کیا۔اس محنت میں قادیانیوں کی مذہبی حصے کی ترتیب و تدوین مفتی محمد تقی عثمانی (سابق جسٹس سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت)نے جبکہ سیاسی حصے کی ترتیب مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ (سابق ممبر سینٹ آف پاکستان)نے اپنے ہاتھوں سے کی۔

7 ستمبر کو قومی اسمبلی میں دستور کی دفعہ 106 میں قادیانی ولاہوری گروپ کو اقلیتوں کی فہرست میں شامل کیا گیا، اور دفعہ 260 میں ایک نئ شق کا اضافہ کیا جس میں یہ طے کیا کہ ”ہر فرد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے ضمن میں مسلمان نہیں۔“ مرکزی وزیر قانون جناب عبد الحفیظ پیرزادہ نے بل پیش کیا۔ ان کے بعد مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے اٹھے اور بل کی مکمل تائید کی اور اس اقدام پر وزیر اعظم اور ارکان حزب اقتدار کو خراج تحسین پیش کیا۔ تقریباً پانچ بجے سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی نے قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ بھٹو صاحب نے آدھ گھنٹے کے لگ بھگ تقریر کی اس کے بعد بل کی ووٹنگ کا مرحلہ شروع ہوا۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے 130 ووٹ آئے اور قادیانیوں کی حمایت میں ایک ووٹ بھی نہ آیا۔ چنانچہ قومی اسمبلی نے اتفاق رائے سے یہ بل پاس کیا اور مرزائیوں کو ہمیشہ کے لیے غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ 7 ستمبر 1974ء شام 7:30 بجے سینٹ کا اجلاس ہوا، مرکزی وزیر قانون جناب عبد الحفیظ پیرزادہ نے قومی اسمبلی کا منظور شدہ بل سینٹ میں پیش کیا۔

ایوان میں دوبار رائے شماری ہوئی۔ قومی اسمبلی کی طرح سینٹ میں بھی سارے ووٹ مرزائیوں کے خلاف آئے اور ایک ووٹ بھی ان کے حق میں نہ آیا۔ بالآخر 7 ستمبر رات 8:00 بجے ریڈیو پاکستان نے یہ خبر نشر کی کہ مرزائیوں کو قومی اسمبلی اور سینٹ نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ یہ اعلان سننا تھا کہ لوگ خوشی کے مارے سڑکوں پر نکل آئے، ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیں۔ اس فیصلے نے جہاں اہلیان پاکستان کے دینی جذبات کی مکمل ترجمانی کی وہاں پر پوری دنیا کے

مسلمانوں میں اسلامیان پاکستان کی قدر کو بھی بڑھا دیا کہ پاکستان کے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کسی کو ڈاکے ڈالنے کی قطعا اجازت نہیں دے سکتے۔

موجودہ حکومت ملک سے دہشت گردی اور تخریب کاری کو ختم کرنے میں سنجیدہ ہے۔ تو اسے حالات و مشاہدات کے پیش نظر قادیانیوں کی اسلام و ملک دشمن سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھنی ہوگی تا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اہلیان وطن کے اسلامی اساسی عقائد کا تحفظ برقرار رہے اور ان کے جان ومال اور عزت و آبرو کا تحفظ بھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ختم نبوت اور ختم نبوت کے صدقے ملنے والے وطن کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

[signature]

جمعرات، 03 ستمبر، 2020ء

سُسرِ رسول سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ نے جنہیں دولت اسلام سے نوازا وہ لوگ سب سے خوش نصیب افراد ہیں اور پھر ان خوش نصیبوں کے کیا کہنے کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ ایسے خوش نصیب مسلمانوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے اور پھر ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض وہ خوش قسمت ترین افراد بھی ہیں جن کے گھرانے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ داری قائم فرمائی۔ انہی خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک نام سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کی صاحبزادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ اور تمام مومنوں کی ماں ہیں۔

نام و نسب اور کنیت:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک چوتھی پشت میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور مشہور کنیت ”ابوسفیان“ ہے۔

خاندانِ نبوت سے رشتہ داری:

رشتہ داری کے اعتبار سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی حضرت رملہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ دوسری بیٹی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی ساس صاحبہ (خوش دامن) ہیں۔

اس طرح کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت لیلیٰ بنت ابی مُرَّہ رضی اللہ عنہاہیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں جن سے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جنہوں میدانِ کربلا میں اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جامِ شہادت نوش کیا۔

قبولِ اسلام:

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مکہ سے کچھ پہلے "مر الظہران" نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا، قریش کو اس کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے ابو سفیان اور کچھ لوگوں کو بغرض تجسس بھیجا۔ ابو سفیان سے ایک شخص نے کہا کہ شاید یہ بنو خزاعہ کے لوگ ہیں جو بدلہ لینے آئے ہیں۔

ابو سفیان نے کہانہیں ان کے پاس اتنے لوگ کہاں؟ جبکہ ادھر دوسری طرف معاملہ یہ تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسلمانوں اور ان کے لشکر کی حالت کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے ساتھ مکہ کو فتح کیا تو قریش کی خیر نہیں۔ ہاں! اگر کسی طریقہ سے قریش کو خبر ہو جائے اور وہ آکر امن میں داخل ہو جائیں تو بہتر ہے۔ اسی فکر میں نکلا کہ چند آدمیوں کی آوازیں میرے کانوں میں پڑیں، یہ لوگ تجسس کی غرض سے آئے ہوئے تھے، جن میں ابو سفیان بن حرب بھی تھے، میں نے ان کو پہچان لیا، ابو سفیان نے مجھ سے لشکر کا حال معلوم کرنا چاہا تو میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے لشکر کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ ابو سفیان نے کہا کہ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟

میں نے کہا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر امن حاصل کر لو چنانچہ میں ابو سفیان کو سواری پر بٹھا کر لے چلا، راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو فرمانے لگے: الحمد للہ! آج ابو سفیان کسی معاہدہ کے بغیر ہی قابو میں آگئے، مگر میں نے

بہت جلدی سے ابوسفیان کو خدمت نبوی میں حاضر کیا، پیچھے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور عرض کی: اجازت دیجیے ! میں ابو سفیان کی گردن مار دوں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امن عطا فرمایا۔ دوسرے دن ابوسفیان حاضر خدمت ہوئے اور صدق دل سے ایمان لاکر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

دارِ ابی سفیان دار الامن:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تاکہ وہ مجاہدین اسلام کے جاہ و جلال کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کر سکیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پہاڑی کی چوٹی پر لا کھڑا کر دیا۔ انہوں نے لشکر اسلام کی جاہ و جلال اور عسکری قوت کا مظاہرہ کیا۔ یہ جنگی حکمت عملی تھی کہ اپنی افرادی قوت کا پوری قوت سے اظہار کرو۔ اس سے ابو سفیان رضی اللہ عنہ خوب سمجھ گئے کہ قریش اس لشکر اسلام کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ابوسفیان سرداران مکہ میں سے ہیں، فخر کو پسند کرتے ہیں، لہٰذا اِن کے لئے کوئی قابل فخر اعلان ہونا چاہیے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعلان کرادو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اسے امن ہے۔

غزوۂ حنین میں:

فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی طرف پیش قدمی فرمائی، یہاں ایک زبردست معرکہ لڑا گیا اس جنگ میں حضرت ابو سفیان بنفس نفیس شریک ہوئے بلکہ آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت یزید بن ابو سفیان اور حضرت معاویہ بن ابو سفیان بھی اس معرکہ میں بے جگری سے لڑے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست اور اہل اسلام کو فتح نصیب فرمائی۔ دشمن کے چھ ہزار لوگ جنگی قیدی بنائے گئے

کچھ عرصہ تک انہیں قید رکھا گیا اس نازک مرحلہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو ان کی دیکھ بھال اور حراستی امور کا نگران بنایا۔

غزوہ طائف میں:

اسی سال سن آٹھ ہجری میں غزوہ طائف پیش آیا اس میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ شریک ہوئے میدان کارزار میں خوب داد شجاعت دی، جنگ کے دوران سعید بن عبید الثقفی نے نشانہ لگا کر آپ کو تیر مارا جس کی آپ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا، آپ وہ ڈھیلا اٹھائے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں آنکھ درست ہو جائے گی اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت عطا فرمائیں گے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے جنت چاہیے۔

بُت شکنی:

قبیلہ بنی ثقیف کا الطاغیہ نامی ایک بت تھا ان کے قبیلے کے بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ اس بت کو نہ گرایا جائے لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ اس بت کو پاش پاش کر دیا جائے چنانچہ حضرت ابو سفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے اس بت کو جا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مقام قُدید میں منات نامی بت موجود ہے اس کو پاش پاش کر دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

جنگِ یرموک:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں شام کے علاقے یرموک میں

ایک معرکہ لڑا گیا جسے "جنگِ یرموک" کہا جاتا ہے۔ اس میں اہل اسلام کے چوبیس ہزار شیر دل مجاہد شریک جنگ ہوئے ان میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ بنفس نفیس شریک ہوئے آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا، آپ کی بیٹی جویریہ بنت ابو سفیان اور آپ کے صاحبزادے حضرت یزید بن ابو سفیان بھی شریک ہوئے۔ اسی جنگ میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی۔

القاص کا عظیم منصب:

اسلامی لشکر اور فوج میں ایک ایسے خطیب کی ضرورت ہوتی ہے جو اس لشکر کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہر طرح کی قربانی کے لیے آمادہ کرتا رہے۔ اسلامی لشکر کی ہمت افزائی بڑھاتا ہے اور دشمن پر غلبے کی تلقین کرتا ہے۔ جنگ یرموک کے موقع پر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو اسی عظیم منصب سے سرفراز کیا گیا۔ اس موقع پر آپ نے جو خطبے ارشاد فرمائے ہیں اس میں مذکورہ بالا امور کو پرجوش اور احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

وفات:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ مکہ مکرمہ میں گزارا لیکن آخر عمر میں آپ مدینۃ الرسول تشریف لے آئے اور پھر ہمیشہ کے لیے ادھر ہی کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ نے وفات پائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سچی عقیدت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

[signature]

پیر، 7 ستمبر، 2020ء

مقامِ صحابیت (حصہ اول)

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے اس مقام تک امت کے باقی افراد عبادتیں، ریاضتیں اور محنتیں کر کے بھی کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام و مرتبے کو قرآن و سنت اور اجماع امت میں بہت خوبصورت انداز میں ذکر کیا گیا ہے، اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اگر کسی تاریخی روایت سے ان کے مقام و مرتبے میں ذرہ برابر بھی کمی آئے تو ہم قرآن و سنت اور اجماع امت کے مقابلے میں ایسی تاریخی روایت کو کسی صورت تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے۔

صحابی کی تعریف:

امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (م: 852ھ) فرماتے ہیں: **وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ.**

نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص: 133

ترجمہ: ہر اس شخص کو صحابی کہتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملے اور حالتِ اسلام ہی پر فوت / شہید ہو۔

صحابی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ملاقات کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرے۔ یہاں نہ لفظِ "بصر" ہے جس کا معنی ہوتا ہے دیکھنا، نہ لفظِ "کلام" ہے جس کا معنی ہوتا ہے بات کرنا اور نہ لفظِ "سمع" ہے جس کا معنی ہوتا ہے سننا۔ لہٰذا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ایمان

کی حالت میں شریک ہو جائے وہ "صحابی" کہلاتا ہے۔

ذیل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے اہلِ اسلام کے چند عقائد درج کیے جاتے ہیں۔

1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پکے مومن ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پکے سچے مومن ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ رِزۡقٌ كَرِیۡمٌ

سورۃ الانفال، رقم الآیۃ:74

ترجمہ: اور جو لوگ (اول) مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہی پکے مومن ہیں ان کے لیے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (م:1396ھ) فرماتے ہیں:

"آیت میں مکہ سے ہجرت کرنے والے صحابہ، ان کی مدد کرنے والے انصارِ مدینہ کی تعریف و ثنا ان کے سچا مسلمان ہونے کی شہادت، ان سے مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ مذکور ہے ارشاد فرمایا: اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا"

تفسیر معارف القرآن، تحت آیت مذکورہ

2: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عادل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان میں شریعت کے متعلق گواہی دینے کی اہلیت موجود ہے اور ان کی بات کو سچی گواہی کے طور پر

تسلیم کیا جاتا ہے۔ دین اسلام کا مدار انہی کی روایات، مرویات اور شہادات پر ہے اور ان کی روایات وشہادات کا انحصار ان کی ذات کے عادل ہونے پر ہے۔ الغرض ان کو سچا اور عادل تسلیم کرنے سے دین بچتا ہے اور انہیں عادل تسلیم نہ کرنے سے سارا دین بے بنیاد اور باطل ٹھہرتا ہے۔

امام محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمہ اللہ (م: 671ھ) فرماتے ہیں:

فَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُولٌ أَوْلِيَاءُ اللهِ تَعَالَى وَأَصْفِيَاؤُهُ وَخِيَرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ بَعْدَ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ. هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالَّذِي عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنْ أَئِمَّةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ.

تفسیر القرطبی، تحت سورۃ الفتح

ترجمہ: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب اور ولی ہیں، اللہ کے ہاں ان کا بہت بلند مقام ہے۔ انبیاء اور رسل علیہم السلام کے بعد ساری مخلوق میں سب سے زیادہ بہتر اور اچھے انسان ہیں۔ یہ اھل السنۃ کا مذہب ہے جس پر اس امت کے اہل علم کی جماعت متفق ہے۔

3: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محفوظ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے بشری تقاضوں کے مطابق کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذمے میں وہ گناہ باقی نہیں رہنے دیتے یعنی دنیا میں اس گناہ سے معافی اور اس گناہ کی وجہ سے ملنے والے اُخروی عذاب سے ان کو محفوظ فرما لیتے ہیں۔

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

لِيَبۡتَلِيَكُمۡ ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۵۲﴾

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ: 152

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھلایا جب تم اللہ کے حکم سے ان (کافروں) کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم بے ہمت ہو گئے اور ایک معاملہ میں (مورچے پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کے بارے) آپس میں جھگڑا بھی کیا اور تم اس بارے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس کے بعد اللہ نے تمہیں وہ چیز (میدانِ جنگ میں فتح، دشمن پر غلبہ اور اس سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت) دکھا دی جو تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا (کے اسباب یعنی مال غنیمت) کا ارادہ کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت (کے ثواب) کا ارادہ کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے ان سے پھیر دیا (یعنی کچھ وقت کے لیے اپنی مدد موقوف کر دی) پکی بات ہے کہ اللہ نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اور وہ اہل ایمان پر فضل فرمانے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّيۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُوۡا ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ: 155

ترجمہ: دو فوجوں کی باہمی لڑائی (غزوہ اُحد) والے دن جو لوگ تم میں سے پیچھے ہٹ گئے، شیطان نے انہیں اُن کے بعض (پہلے والے) گناہوں کی وجہ سے بہکایا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اس کی بھی معافی دے دی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بخشنے والی اور بردبار ہے۔

لَقَدۡ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِىِّ وَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ فِىۡ سَاعَةِ الۡعُسۡرَةِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا كَادَ يَزِيۡغُ قُلُوۡبُ فَرِيۡقٍ مِّنۡهُمۡ ثُمَّ تَابَ

عَلَيْهِمْ ط اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ: 117

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم اور مشکل وقت میں ان کا ساتھ دینے والے مہاجرین وانصار پر نظر رحمت فرمائی وہ ایسا مشکل وقت تھا کہ جب یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ڈگمگا جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر مہربانی فرمائی یقیناً وہ ذات ان کے لیے بہت شفیق اور مہربان ہے۔

4: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنقید سے بالاتر ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تنقید سے بالاتر ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے کسی قول و فعل پر ایسا تاریخی / معاندانہ تبصرہ کرنا جس سے مقصد ان کی شخصیت کو مجروح کرنا ہو یا ان کی شان میں کمی کرنی ہو ایسی تاریخی بات اور معاندانہ تبصرے کرنا حرام ہے۔ تنقید کی دو ممکنہ صورتیں بن سکتی ہیں: ایمان پر تنقید اور اعمال پر تنقید لیکن دونوں ممنوع ہیں۔

ایمان پر تنقید نہیں ہو سکتی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان پر تنقید اس لیے نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو معیار قرار دیا ہے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 137

ترجمہ: اگر وہ لوگ ایسے ایمان لائیں جیسے تم (صحابہ) ایمان لائے ہو تو پھر وہ کامیاب ہوں گے یعنی ان کا ایمان مقبول ہو گا۔

اعمال کی وجہ سے تنقید نہیں ہو سکتی:

پہلی بات تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرفِ صحابیت میں ان

کے اعمال کو سرے سے دخل ہی نہیں کہ ان کے اعمال کو لے کر ان پر تنقید ہو سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن اعمال کی وجہ سے تنقید کرنی ہے وہ اعمال اللہ نے معاف فرما دیے ہیں۔ جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہو انہی باتوں کو لے کر اُن پر تنقید کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

اعمال کی باز پرس اور ان پر عذاب دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے اِکّادُکّا کسی سے کبھی کچھ لغزش ہو گئی جسے بعد میں خود اللہ تعالیٰ نے معاف بھی فرما دیا تو اب خود اس صحابی پر یا اس کی وجہ سے پوری جماعتِ صحابہ کو تنقید کا نشانہ بنانا بے وقوفی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

چمنستانِ دنیا اور چمنستانِ نبوت:

ایک بہت بڑا پھولوں کا باغ ہو جس میں رنگارنگ کے ہزاروں / لاکھوں خوبصورت پھول اپنی خوشبوئیں بکھیر رہے ہوں، ہر ایک پھول کی رنگت اور مہک سے دور دور تک فضا معطر اور باغ کی دل کشی بڑھ رہی ہو ان ہزاروں / لاکھوں پھولوں میں اگر ایک دو پھول گرمی کی سخت لُو سے کچھ دیر کے لیے مرجھا گئے یا جھلس گئے ہوں پھر چمن کے مالی نے اُن کی دیکھ بھال کر کے دوبارہ انہیں اس قابل بنا دیا ہو کہ وہ باغ میں اپنی رنگت اور مہک سے حسن اور معطر فضا کا باعث بن گئے ہوں۔ بھلا ان ایک دو پھولوں کے کچھ وقت کے مُرجھا جانے سے سارے چمن کے ہزاروں / لاکھوں پھولوں پر کیسے تنقید کی جاسکتی ہے؟

نہیں بالکل نہیں! اسی طرح چمنستانِ نبوت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کھلے ہوئے پھولوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) میں سے ایک دو کسی وجہ سے کچھ دیر کے لیے مرجھا بھی گئے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ شادابی بخش دی اور انہوں نے چمنستانِ نبوت کو اپنے وجود سے دوبارہ حُسن اور مہک بخشی ہو اس طرح کے

دوبارہ شادابی سے کھلنے والے پھولوں کی آڑ لے کر پورے چمنستانِ نبوت کو تنقید کا نشانہ بنانا، بھلا کیسے اور کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

5: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدائی انتخاب ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خدائی انتخاب ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے نبوت و رسالت کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام کا انتخاب فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی خود منتخب فرمایا۔ معلوم یہ ہوا کہ مقام صحابیت محض اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم الشان منصب ہے اس کو حاصل کرنے میں انسان کی کوششوں کو دخل نہیں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ اِخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى جَمِيعِ الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَاخْتَارَ لِي مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ أَصْحَابِي وَفِي أَصْحَابِي كُلِّهِمْ خَيْرٌ۔

اصول السنۃ لابن ابی زمنین، رقم الحدیث: 191

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کے علاوہ تمام عالَم سے میرے صحابہ کو پسند فرمایا اور بطور خاص میرے (جانشین بننے کے) لیے چار صحابہ کو پسند فرمایا یعنی ابو بکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) ان کو میرا بہترین ساتھی بنایا اور میرے تمام صحابہ میں خیر ہی خیر رکھ دی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ وَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَاتِهِ ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ

فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مجمع الزوائد و منبع الفوائد، رقم الحدیث: 832

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں پر نظرِ انتخاب فرمائی تو ان میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو سب لوگوں کے دلوں سے بہترین پایا چنانچہ انہیں نبوت ورسالت کے لیے منتخب فرمایا پھر اس کے بعد لوگوں کے دلوں پر نظرِ انتخاب فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے دلوں کو (انبیاء ورسل علیہم السلام کے علاوہ) تمام لوگوں کے دلوں میں سب سے اچھا پایا چنانچہ انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق کار بنا دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ

1. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک پکا سچا مومن ہے۔
2. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک عادل ہے۔
3. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک محفوظ ہے۔
4. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک ہر قسم کی تنقید سے بالاتر ہے۔
5. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک خدائی انتخاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت، اطاعت اور عقیدت عطا فرمائے، ان کے نقشِ قدم پر چلائے اور قیامت والے دن ہمارا حشر انہی مقدس شخصیات کے ساتھ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 14 ستمبر، 2020ء

مقامِ صحابیت (حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے یاروں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مقام و مرتبہ دیا ہے اس بارے ہمیں کیا نظریات رکھنے چاہییں؟ چند ایک کا گزشتہ قسط میں تذکرہ ہو چکا اب مزید چند نظریات کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

6: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کا افضل ترین طبقہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طبقہ امت کا سب سے بہترین اور افضل ترین طبقہ ہے۔ ان جیسے باکمال اور بے مثال لوگ نہ ان سے پہلے کبھی پیدا ہوئے نہ ہی ان کے بعد قیامت تک پیدا ہوں گے۔ ان کے فضل و کمال کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِإِقَامَةِ دِينِهِ فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ عَلَى آثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ.

تفسیر البغوی، تحت سورۃ یوسف، رقم الآیۃ:110

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (انہوں نے تابعین کرام رحمہم اللہ کو یہ نصیحت فرمائی کہ تم میں سے) ہر وہ شخص جو کسی کے طریقے

کو اپنانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے طریقے کو اپنائے جو دنیا سے جا چکے ہوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کیونکہ جو لوگ زندہ ہیں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے لوگ) ان کے بارے میں قطعی وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ آزمائش وابتلاء کا شکار نہیں ہوں گے۔

ہاں! جو لوگ یہ دنیا چھوڑ کر جا چکے ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو اس امت کے افضل ترین لوگ ہیں، ان کے دل نیکیوں (ہر طرح کی خیر وبرکت) سے مالا مال ہیں، (دین کے مبارک) علم کی گہرائیوں میں اتر کر امت کی رہنمائی کرنے والے ہیں، تکلفات کے بجائے سادگی کے خوگر ہیں۔

ایسی عظیم قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت اور دین اسلام کی اقامت (اشاعت، حفاظت اور غلبہ) کے لیے از خود منتخب کیا ہے۔ اس لیے ان کی قدر اور فضیلت کو خوب اچھی طرح پہچانو! ان کے نقش قدم پر چلو! اور ان جیسے اخلاق و کردار اپنانے کی پوری کوشش کرو! یقیناً وہ لوگ سیدھے (جنت جانے والے) راستے پر گامزن تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے برابری ناممکن ہے:

ثُمَّ قَالَ: لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوحٍ۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 4650

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم بخدا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو صحابی رضی اللہ عنہ؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی غزوہ میں شریک ہوئے جہاں کی گرد و غبار ان کے کپڑوں اور جسم پر پڑی ہو، اس صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل تمہارے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ لوگ مراد ہیں)

زندگی بھر کے تمام اعمالِ حسنہ سے بہتر ہے اگرچہ تم میں سے کسی کو عمرِ نوح (1000 سال) بھی دے دی گئی ہو (اور وہ ایک ہزار سال تک نیک اعمال کرتا رہے تب بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے برابر اجر و ثواب حاصل نہیں کر سکتا)

وجہ فضیلت شرفِ صحابیت ہے:

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمہ اللہ (م:606ھ) فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا كَانَ السَّبْقُ مُوجِبًا لِلْفَضِيلَةِ لِأَنَّ إِقْدَامَهُمْ عَلَى هَذِهِ الْأَفْعَالِ يُوجِبُ اقْتِدَاءَ غَيْرِهِمْ بِهِمْ

تفسیر مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر الرازی، سورۃ الانفال، تحت آیات 72 تا 75

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا (شرف صحابیت پا کر) پوری امت میں سے سب سے پہلے تمام افعال خیر کرنا ان کی فضیلت کو ثابت کرتا ہے اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولین طور پر عمل کرنے والے تھے اور ان کے بعد میں آنے والے لوگ انہی کی اقتداء اور پیروی ہی میں وہ نیک کام کریں گے۔ (بعد میں آنے والے لوگوں میں سے جو بھی عمل خیر کرے گا تو اس کا ثواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ضرور ملے گا جنہوں نے اوّلاً وہ کام کیے تھے)

امام محی الدین یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ (م:676ھ) فرماتے ہیں:

وَأَنَّ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآهُ مَرَّةً مِنْ عُمْرِهِ وَحَصَلَتْ لَهُ مَزِيَّةُ الصُّحْبَةِ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ مَنْ يَأْتِي بَعْدَه فَإِنَّ فَضِيلَةَ الصُّحْبَةِ لَا يَعْدِلُهَا عَمَلٌ. قَالُوا: وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ، وَاحْتَجُّوا بِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَه.

شرح النووی علی صحیح مسلم، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی محفل میں ایک مرتبہ (ایمان کی حالت میں) حاضری کی سعادت پائی ہو اور شرفِ صحابیت نصیب ہوا ہو وہ بعد میں آنے والے پوری امت کے افراد سے افضل ہیں اس لیے کہ (بعد میں آنے والے لوگوں کا) کوئی بھی نیک عمل ان کے شرفِ صحابیت کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے (یعنی مقامِ صحابیت وہبی ہے، کسبی نہیں) اور دلیل کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد میں آنے والے) لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کی مقدار کے برابر سونا (بھی) اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اس کو وہ ثواب نہیں مل سکتا جو میرے کسی صحابی کو تین پاؤ جَو کی مقدار یا اس کی بھی آدھی مقدار خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما افضل ہیں:

حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی بن شیخ عبد الاحد فاروقی المعروف مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (م:1034ھ) فرماتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ گرد و غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑی ہے وہ خاک بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے کئی گنا بہتر اور افضل ہے۔ تو پھر سوچنا چاہئے کہ جس گروہ کی ابتداء میں اوروں کی انتہا درج ہو اس گروہ کی انتہا کہاں تک ہو گی۔

مکتوباتِ امامِ ربانی، مکتوب نمبر 58، ج 1 ص 235

7: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

ہاں اس شخص کا ایمان اور عمل قبول ہوتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان اور عمل کے عین مطابق ہو۔ اور اگر کسی کا ایمان اور عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان و عمل کے مطابق نہیں ہو گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول بھی نہیں ہو گا۔ نہ تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ''مومن'' کہلائے جانے کا مستحق ہے اور نہ ''نیک'' کہلائے جانے کا مستحق۔

ایمان میں معیار حق:

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا ۚ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:137

ترجمہ: اگر باقی لوگ بھی ایسے ایمان لائیں جیسے تم (صحابہ) ایمان لائے ہو (یعنی جتنی باتیں تمہارے ایمانیات میں شامل ہیں وہ بھی ان تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں) تو پھر وہ کامیاب ہوں گے یعنی ان کا ایمان قبول ہو گا۔ (وگرنہ ایمان قبول نہیں ہو گا)

اعمال میں معیارِ حق:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً. قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2641

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر وہ حالات آئیں گے جو حالات بنی اسرائیل کو پیش آئے تھے ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ میری امت بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنا شروع کر دے گی حتی کہ ان بنی اسرائیلیوں میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہو گا تو میرا امتی بھی ویسے ہی کرے گا یعنی یہ بھی اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ طور پر منہ کالا کرے گا۔

بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئی جبکہ میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ان میں سے ایک (نجات پانے والے فرقہ) کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ ایک خوش نصیب فرقہ کون سا ہو گا جو جہنم سے بچ جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صحابہ سے سمجھ کر میرے دین پر عمل کرے گا۔

سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ (م: 241ھ) فرماتے ہیں:

أُصُولُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا: اَلتَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالِاقْتِدَاءُ بِهِمْ۔

شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة لهبة الله الرازي (م: 418ھ)، رقم الحدیث: 317

ترجمہ: ہم (اهل السنة والجماعة) کے ہاں سنت کا اصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے طریقوں کو تھامنا اور اپنانا ہے۔

امام ابراہیم بن موسیٰ المالکی الشاطبی رحمہ اللہ (م: 790ھ) فرماتے ہیں:

سُنَّةُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سُنَّةٌ يُعْمَلُ عَلَيْهَا وَيُرْجَعُ إِلَيْهَا۔

الموافقات للشاطبي، الدليل الثاني، السنة تحت المسالة التاسعة

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہی وہ طریقہ ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے اور اسے مرجع و مآخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ ساتھ دین کی سمجھ اور اعمال میں معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں جو شخص ان کے نقش قدم پر چلے گا اسی کا عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نا صرف یہ کہ خود ہدایت یافتہ ہیں بلکہ ایسے ہدایت یافتہ ہیں کہ قیامت کی صبح تک انہی کے نقش قدم پر چلنے میں ہدایت رکھ دی گئی ہے۔ نا صرف یہ کہ خود کامیاب و کامران ہیں بلکہ کامیابی و کامرانی انہی کے نقش قدم پر چلنے میں رکھ دی گئی ہے۔

8: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔ ایک لمحے کے لیے بھی جہنم میں نہیں جائیں گے۔ ان تک جہنم کی آگ تو کجا دھواں بھی نہیں پہنچ سکتا، قیامت والے دن سیدھے جنت میں جائیں گے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾

سورۃ الحدید، رقم الآیۃ:10

ترجمہ: اور تمہارے لیے آخر کون سی معقول وجہ ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کا اخیر میں وہی اکیلا وارث رہ جائے گا۔ تم میں سے جنہوں نے مکہ مکرمہ کی فتح سے پہلے اللہ کے راہ میں مال خرچ کیا اور قتال فی سبیل اللہ کیا وہ بعد والوں کے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ درجات اور مراتب میں ان سے

بڑھے ہوئے ہیں جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور قتال فی سبیل اللہ کیا۔ (لیکن فرق مراتب کے باوجود) اللہ تعالیٰ نے بہترین ثواب (جنت) کا وعدہ سب سے فرمار کھا ہے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ کی ذات اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمہ اللہ (م:606ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ وَكُلَّ وَاحِدٍ مِّنَ الْفَرِيْقَيْنِ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ أَيِ الْمَثُوبَةَ الْحُسْنٰى وَهِيَ الْجَنَّةُ مَعَ تَفَاوُتِ الدَّرَجَاتِ

تفسیر مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر الرازی، سورۃ الحدید، رقم الآیۃ:10

ترجمہ: قرآن کریم کی آیت میں لفظ ﴿كُلًّا﴾ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہ وہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے ہوں یا فتح مکہ کے بعد ایمان لانے ہوں دونوں ہی مراد ہیں دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہترین ثواب یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔ہاں یہ الگ بات ہے کہ فرقِ مراتب کے اعتبار سے ان کے درجات مختلف ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہنم نہیں جائیں گے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3858

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: جہنم کی آگ (شرفِ صحابیت پانے والے) مسلمان کو نہیں چھو سکتی اور ان کو بھی جنہوں نے ان صحابہ کی (مکمل اتباع والی) زیارت کی ہو۔

9: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع معصوم ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ فرداً فرداً گناہوں سے محفوظ ہیں لیکن جب

کسی بات پر متفق ہو جائیں یعنی ان کا اجماع ہو جائے تو وہ اجماع؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرح معصوم ہوتا ہے۔ ان کی مثال چاند ستاروں جیسی ہیں یعنی جب تک ستارے اپنی اپنی جگہ پر ہوں تو چمک دار ہوتے ہیں لیکن جب سب ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں تو چاند کی طرح روشن ہو جاتے ہیں۔

سب سے قوی ترین اجماع:

امام محمد بن احمد السرخسی رحمہ اللہ (م: 483ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ فَهُوَ بِمَنْزِلَة الثَّابِتِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فِي كَوْنِه مَقْطُوعًا بِهِ حَتّٰى يُكَفَّرَ جَاحِدُه وَهٰذَا أَقْوٰى مَا يَكُوْنُ مِنَ الْإِجْمَاعِ.

اصول السرخسی، فصل الحکم، ج 1، ص: 318

ترجمہ: جس مسئلہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہو جائے وہ یقینی اور قطعی ہونے میں کتاب اللہ اور سنت نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام سے ثابت ہونے والے مسئلہ کی طرح ہے حتیٰ کہ اس اجماع کے منکر کو شرعاً کافر قرار دیا جائے گا اور یہ اجماع کی سب سے قوی ترین قسم ہے۔

امام محی الدین یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ (م: 676ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّهُ إِجْمَاع عَلَى الْخَطَأ وَهُمْ مَعْصُومُونَ مِنْ ذٰلِكَ

شرح النووی علی صحیح مسلم، باب طلاق الثلاث، رقم الحدیث: 2689

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی غلطی پر اجماع نہیں ہو سکتا اس لیے وہ (سب مل کر اس بارے میں) معصوم ہیں۔

10: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باعثِ امن ہیں:

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْنَا الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...فَقَالَ النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتْ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ

وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4596

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کی ... اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ستارے آسمان کے لیے امن کا باعث ہیں کیونکہ جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر وعدہ فنا پورا ہو جائے گا۔ اور میں اپنے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کے لیے امن کا باعث ہوں اور جب میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا تو میرے اصحاب پر مشکلات و آزمائش کا وعدہ پورا کیا جائے گا اسی طرح میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میری امت کے لیے باعث امن ہیں جب میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) بھی یہ دنیا چھوڑ جائیں گے تو میری امت پر اختلافات و مصائب کا وعدہ پورا کیا جائے گا۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ذات امت کے لیے امن کا باعث ہے۔ جس طرح ان کی تعلیمات، ہدایات، طرز زندگی اور ان سے عقیدت و احترام کا رشتہ بھی امن کا باعث ہے جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی اس وقت تک امت بدامنی سے محفوظ رہے گی۔

11: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات:

مشاجرات کا لغوی معنی ہوتا ہے ایک ہی درخت کی ٹہنیوں کا آپس میں ہوا کی وجہ سے ٹکرانا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کا معنی یہ ہے کہ یہ سب کے سب ایک ہی (ایمان والے) درخت کی شاخیں ہیں۔ (آزمائشوں اور خارجی سازشوں جیسی ناموافق) ہواؤں کی وجہ سے آپس میں ٹہنیوں کی طرح ٹکرا بھی

گئے بلکہ بعض جنگی حالات پیش آئے ہیں۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین۔

اھل السنۃ والجماعۃ کا معتدل موقف:

ان جنگوں اور مشاجرات کی وجہ سے دونوں فریقوں کا احترام، مقام و منصب اور جلالتِ شان کو ذہن میں رکھتے ہوئے صواب اور اس کے مقابلے میں خطا کا معتدل نظریہ اپنانے میں کوئی حرج اور ان کے مقام پر حرف نہیں آتا۔ اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ ان معاملات میں خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حق (درست اجتہاد) پر تھے اور ان کے مقابلے میں جو لوگ آئے وہ خطا پر تھے ان کی "اجتہادی خطا" تھی جسے کسی صورت "باطل" نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ان واقعات کی وجہ سے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی بھی فضیلت میں کچھ کمی نہیں ہوئی، کسی ایک کا مقام کم نہیں ہوا، کوئی ایک بھی ایمان سے خالی نہیں ہوا، ان میں کسی ایک کو حق اور اس کے مقابلے میں دوسرے کو باطل قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ حدیث مبارک کی رو سے دونوں کو اللہ کی طرف سے اجر کا مستحق سمجھا جائے گا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 7352

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم (یا مجتہد) کوئی فیصلہ کرتا ہے تو اگر وہ فیصلہ درست ہو اس کے لیے دہرا اجر ہے اور اگر فیصلہ میں خطا ہو جائے تو بھی اسے ایک اجر ضرور دیا جائے گا۔

امام علی بن محمد المعروف ملا علی قاری رحمہ اللہ (م: 1014ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحِمَهُ اللهُ: تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللهُ أَيْدِينَا مِنْهَا فَلَا نُلَوِّثُ أَلْسِنَتَنَا بِهَا۔

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الفتن، رقم الحدیث: 5401

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشاجرات کے بارے میں) فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام فریقوں کے خون سے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا اب ہم اپنی زبانوں کو ان کے بارے میں بد زبانی اور طعنہ زنی کرنے میں ملوث نہیں کرتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب و شتم حرام ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نامناسب الفاظ سے یاد کرنا، برا بھلا کہنا، سَبّ و شتم کرنا، گالم گلوچ کرنا اور لعن طعن کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے کیونکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعریف و توصیف اور مدح اور خوبیاں بیان فرمائیں، انہیں اعزازات، کمالات اور انعامات سے نوازیں۔

جبکہ ان پر سب و شتم کرنے والا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والے اعزازات، کمالات اور انعامات کو تسلیم نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سَبّ و شتم یا طعن کرتا ہے وہ در حقیقت خدائی اور مصطفائی انتخاب پر اعتراض کرتا ہے۔

امام محی الدین یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ (م: 676ھ) فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ سَبَّ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ حَرَامٌ مِّنْ فَوَاحِشِ الْمُحَرَّمَاتِ سَوَاءٌ مَّنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْهُمْ وَغَيْرُهُ لِأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ۔

شرح مسلم للنووی، تحت رقم الحدیث: 4610

ترجمہ: یہ بات خوب اچھی طرح جان لی جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے نامناسب باتیں کرنا حرام ہے کبیرہ گناہوں میں سے ہے خواہ وہ بات ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے کی جائے جو مشاجرات کا شکار ہوئے یا ان کے بارے میں کی جائے جو مشاجرات کا شکار نہیں ہوئے (دونوں کے بارے میں کرنا شرعاً جرم ہے) اس لیے کہ وہ سب کے سب ان جنگوں اور مشاجرات سے متعلقہ معاملات میں اس درجہ پر فائز تھے جہاں خطا پر بھی اجر ملتا ہے یعنی وہ سب (اس بارے میں) مجتہد تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت، اطاعت اور عقیدت عطا فرمائے، ان کے نقش قدم پر چلائے اور قیامت والے دن ہمارا حشر انہی مقدس شخصیات کے ساتھ فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

والسلام

پیر، 21 ستمبر، 2020ء

سورۃ الملک فضائل واحکام، ترجمہ اور خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا۔ اس میں بعض آیات اور سورتیں ایسی ہیں جن کے احادیث مبارکہ میں بہت فضائل ذکر کیے گئے ہیں۔ انہی میں ایک سورۃ الملک بھی ہے جو 29ویں پارہ کی ابتداء میں موجود ہے۔ یہ مکی سورۃ ہے اس کے دو رکوع اور تیس آیات ہیں۔ جو شخص روزانہ رات کو سونے سے پہلے اس کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عذابِ قبر سے نجات عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و اہلبیت کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ رات کو سونے سے پہلے اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دلی آرزو تھی کہ میرے ہر امتی کے سینے میں یہ سورۃ موجود ہونی چاہیے یعنی اسے زبانی یاد ہونی چاہیے۔

الحمد للہ !ملک پاکستان اور بیرون ممالک مجھ سے وابستہ تمام خانقاہوں میں نماز عشاء کے بعد اس کے پڑھنے کا معمول ہے۔ میری خواہش ہے جن لوگوں تک میری یہ بات جس طریقے سے بھی پہنچ سکتی ہے وہ اس سورۃ کو زبانی یاد کریں، روزانہ نماز عشاء کے بعد اس کی تلاوت کا معمول بنائیں۔ اپنے گھر والوں اور بچوں کو سکھلائیں، اس کا ترجمہ اور خلاصہ سمجھائیں، انہیں زبانی یاد کرائیں اور روزانہ رات کے وقت اپنی نگرانی میں ان سے یہ سورۃ مبارکہ پڑھوائیں۔

بخشش کی سفارش:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ سُورَةً مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ سُورَةُ ﴿تَبٰرَكَ

الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ﴾

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2891

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کریم میں 30 آیات پر مشتمل ایک سورۃ ہے جو اپنے پڑھنے والے کی اللہ کے حضور بخشش کی سفارش کرے گی اس کی سفارش کو قبول کر کے پڑھنے والے کی مغفرت کر دی جائے گی اور وہ سورۃ ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ﴾ ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معمول مبارک:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الم تَنْزِيلُ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2892

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک رات کو نیند نہیں فرماتے تھے جب تک سورۃ الم تنزیل (سورۃ السجدۃ) اور سورۃ الملک کی تلاوت نہ فرما لیتے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دلی آرزو:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ لِرَجُلٍ: أَلَا أُتْحِفُكَ بِحَدِيثٍ تَفْرَحُ بِهِ؟ قَالَ: بَلٰى قَالَ: اقْرَأْ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ وَعَلِّمْهَا أَهْلَكَ وَجَمِيعَ وَلَدِكَ وَصِبْيَانَ بَيْتِكَ وَجِيرَانَكَ فَإِنَّهَا الْمُنْجِيَةُ وَالْمُجَادِلَةُ تُجَادِلُ أَوْ تُخَاصِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّهَا لِقَارِئِهَا وَتَطْلُبُ لَهُ أَنْ يُنْجِيَهُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَيُنْجِي بِهَا صَاحِبَهَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوَدِدْتُ أَنَّهَا فِي قَلْبِ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ أمتي۔

تفسیر ابن کثیر، تحت سورۃ الملک

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی حدیث کا تحفہ دوں جو تمہیں خوش کر دے گی۔ اس شخص نے عرض کی کہ ضرور ارشاد فرمائیں! آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الملک کو پڑھو، اپنے اہل و عیال، آل اولاد اور اپنے پڑوسیوں کو سکھاؤ اس لیے کہ یہ سورۃ عذاب سے نجات دلانے والی ہے اور قیامت والے دن اپنے پڑھنے والے کے لیے رب کے حضور اس کی بخشش کرانے والی ہے اور اپنے پڑھنے والے کے لیے جہنم کے عذاب سے نجات مانگنے والی ہے اور اپنی تلاوت کرنے والے کو قبر کے عذاب سے نجات دلانے والی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کے بارے میں فرمایا کہ میری دلی خواہش ہے کہ یہ میری امت کے ہر شخص کو یاد ہونی چاہیے۔

ہر رات کا وظیفہ:

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ﴾ کُلَّ لَیْلَۃٍ مَنَعَہُ اللہُ بِہَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ کُنَّا فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُسَمِّیْہَا الْمَانِعَۃَ۔

السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: 10479

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص (اپنا معمول بنالے کہ) ہر رات سورۃ ملک کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے بچا لیتے ہیں۔ اور ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں اس سورۃ کا نام "المانعۃ" یعنی عذاب سے دور کرنے والی رکھا کرتے تھے۔

قبر کا عذاب اور سورۃ الملک کا آمنا سامنا:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: یُؤْتَی الرَّجُلُ فِیْ قَبْرِہٖ فَتُؤْتَی رِجْلَاہُ

فَتَقُولُ رِجْلَاهُ: لَيْسَ لَكُمْ عَلَى مَا قِبَلِي سَبِيلٌ كَانَ يَقُومُ يَقْرَأُ بِي سُورَةَ الْمُلْكِ ثُمَّ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ صَدْرِهِ أَوْ قَالَ بَطْنِهِ فَيَقُولُ: لَيْسَ لَكُمْ عَلَى مَا قِبَلِي سَبِيلٌ كَانَ يَقْرَأُ بِي سُورَةَ الْمُلْكِ ثُمَّ يُؤْتَى رَأْسُهُ فَيَقُولُ: لَيْسَ لَكُمْ عَلَى مَا قِبَلِي سَبِيلٌ كَانَ يَقْرَأُ بِي سُورَةَ الْمُلْكِ قَالَ: فَهِيَ الْمَانِعَةُ تَمْنَعُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: 3839

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میت جب قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو اس میت کے پاس اگر عذاب پاؤں کی جانب سے آنا چاہے گا تو یہ سورۃ (الملک) اس عذاب کے سامنے رکاوٹ بن جائے گی کیونکہ یہ شخص (دونوں پاؤں پر) کھڑے ہو کر اس کی تلاوت کیا کرتا تھا اسی طرح سینے یا پیٹ کی جانب سے عذاب آنا چاہے گا تو یہ اس کے سامنے رکاوٹ بن جائے گی اسی طرح سر کی جانب سے عذاب آنا چاہے گا تو یہ اس کے سامنے رکاوٹ بن جائے گی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ عذاب قبر سے دور کرنے والی ہے۔

عذابِ قبر سے نجات:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2890

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے ایک صحابی نے (لاعلمی میں) کسی کی قبر پر خیمہ لگایا اس صحابی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جس جگہ وہ خیمہ گاڑ رہے ہیں وہاں کسی کی قبر بھی موجود ہے۔ خیر یہ اپنے خیمے میں تشریف فرماتھے کہ انہوں نے سنا کہ ایک شخص سورۃ الملک کی تلاوت کر رہا ہے اس نے سورۃ الملک کے اختتام تک تلاوت جاری رکھی۔ انہوں نے آکر یہ واقعہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے (لاعلمی میں) ایک قبر پر خیمہ گاڑا مجھے اس وقت معلوم نہیں تھا کہ یہاں قبر موجود ہے۔ میں نے وہاں سے ایک شخص کو سورۃ الملک کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (سورۃ الملک) بندے سے عذاب کو روکنے والی ہے، عذاب سے نجات دینے والی ہے اور عذاب قبر سے بچانی والی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ: وہ ذات بہت ہی برکت والی ہے جس کے قبضے میں (ساری کائنات کی) بادشاہت ہے اور (وہ ذات) ہر چیز پر مکمل طور پر اختیار رکھتی ہے۔

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴿۲﴾

ترجمہ: (اس ذات نے) موت اور زندگی کو پیدا فرمایا، تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا عمل کرتا ہے، (اور وہی ذات) سب پر غالب ہے اور وہی بخشنے والی (ذات) ہے۔

الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳

ترجمہ: (اس ذات نے) اوپر نیچے ترتیب کے ساتھ سات آسمانوں کو پیدا فرمایا، تم خدائے رحمٰن کی (اس) تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھو گے تم پھر نگاہ دوڑاؤ کیا تمہیں اس میں کوئی کمی وبیشی نظر آتی ہے؟ (نہیں، ہرگز نہیں)

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ ۝۴

ترجمہ: (صرف ایک دو بار نہیں بلکہ) تم بار بار (اس کی طرف) نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہیں (اس میں نقص تلاش نہیں کرسکتیں بلکہ) تھک ہار اور ناکام ہو کر واپس تمہاری طرف لوٹ آئیں گی۔

وَ لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرتِ کاملہ کی دلیل دیتے ہیں کہ) بلاشبہ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور (مزید) ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۶

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ربِ کائنات (کی ذات، صفات اور احکام) کا انکار کیا ان کے لیے جہنم (کی آگ) کا عذاب ہے اور (جہنم رہنے کی اعتبار سے) بہت ہی بری جگہ ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ۝۷

ترجمہ: جب ان لوگوں کو اس (جہنم) میں ڈالا جائے گا تو وہ اس میں سخت شور کی آوازیں سنیں گے، اور جہنم کی آگ خوب بھڑک رہی ہوگی۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ

یَاۡتِکُمۡ نَذِیۡرٌ ﴿۸﴾

ترجمہ: (ایسا محسوس ہو گا کہ) وہ شدتِ غضب کی وجہ سے پھٹ پڑے گی، جب اس میں (منکرینِ اسلام) کا کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو دوزخ کے نگران فرشتے ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس (اس عذاب سے) ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا؟

قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ ۬ۙ فَکَذَّبۡنَا وَ قُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ ۚۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ ﴿۹﴾

ترجمہ: وہ (جواب دیتے ہوئے) کہیں گے ڈرانے والا ہمارے پاس آیا تو ضرور تھا، مگر (ہماری بدقسمتی کہ) ہم نے اسے جھٹلایا اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ اللہ نے کچھ نازل نہیں فرمایا (بلکہ تم جھوٹ بولتے ہو اور ہم نے ان سے مزید یہ بھی کہا کہ) تم کھلم کھلا گمراہی میں ہو۔

وَ قَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور وہ (کافر لوگ فرشتوں سے) کہیں گے اے کاش! ہم (دین کے ماہر (مجتہد) کی بات کو توجہ سے) سنتے یا (پھر ہم از خود اتنے) سمجھ دار ہوتے تو (آج) ہم جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں نہ جلتے۔

فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِہِمۡ ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: وہ اپنے گناہوں کا خود اعتراف کریں گے (تو) ان دوزخیوں پر پھٹکار ڈالی جائے گی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: (اس کے برعکس) وہ لوگ جو اپنے رب کو دیکھے بغیر (ایمان لاتے ہیں اور اس سے) ڈرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے بخشش (کا فیصلہ) ہے اور بہت بڑے اجر (کا وعدہ) ہے۔

وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور تم (خواہ) آہستہ آواز سے بات کرو یا اونچی آواز سے (اللہ کو سب معلوم ہے کیونکہ) وہ دلوں کے مخفی ارادوں تک کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: کیا (بھلا) وہ بھی نہیں جانے گا جس نے خود پیدا فرمایا، حالانکہ وہ (ذات) انتہائی باریک بین اور بہت زیادہ خبر رکھنے والی ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: وہ (اللہ ایسی انعام فرمانے والی) ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مسخر (قابلِ استعمال) بنایا، اس کے رستوں میں تم چلو پھرو اور اس (اللہ) کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ پیو (لیکن اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ) آخر کار تم نے دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: کیا تم اس ذات کہ جس کی بادشاہت (زمین کی طرح) آسمانوں میں بھی (مکمل طور پر) پائی جاتی ہے اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے گا پھر یکایک وہ (زمین) بری طرح کانپتے ہوئے ہچکولے لینے لگے۔

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور کیا تم اس ذات کہ جس کی بادشاہت (زمین کی طرح) آسمانوں میں بھی (مکمل طور پر) پائی جاتی ہے اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہارے اوپر پتھر برسانے والی تیز ہوا چلا دے پھر تمہیں (مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا کہ میرا (عذاب

سے) ڈرانا کیسا (صحیح) تھا؟

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا (پھر ان کو ان کے جرم کی سزا دی گئی) دیکھو میرا عذاب کیسا تھا؟

اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ؔمَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: کیا انہوں نے (اڑنے والے) پرندوں کو نہیں دیکھا جو کبھی پروں کو پھیلاتے ہیں اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں، خدائے رحمٰن کے علاوہ انہیں اور کون (فضا میں) تھام سکتا ہے؟ بے شک وہ ذات ہر چیز کو اچھی طرح دیکھنے والی ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: (انہیں یہ بات بھی سمجھائیے کہ) بھلا کوئی ہے جو خدائے رحمٰن کے مقابلے میں لشکر بن کر تمہاری مدد کرے؟ (یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ) کافر دھوکے میں مبتلا ہیں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اگر وہ (اللہ) رزق روزی دینا روک لے تو بھلا (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) اور کون ہو سکتا ہے جو تمہیں رزق دے، مگر یہ لوگ (اس ذات کی) سرکشی اور خدا بیزاری پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: کیا وہ شخص زیادہ راہِ راست پر ہے جو جھک کر اوندھے منہ چل رہا ہو یا وہ جو

سیدھے راستے پر سر اٹھا کر چل رہا ہو؟

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر! آپ ان سے) کہہ دیجیے کہ (اللہ) وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہیں کان، آنکھ اور دل عطا کیے (اس کے باوجود بھی) تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر! آپ ان سے) کہہ دیجیے کہ (اللہ) وہی ذات ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلایا اور (بہت جلد) تم اس کے سامنے (دوبارہ) اکھٹے کیے جاؤ گے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور وہ (آپ سے) پوچھتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو (بتلاؤ) آپ کا یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر! آپ ان سے) فرمادیجیے کہ اس کا (حتمی) علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو (حق کو) کھول کر بیان کر کے (بُرے انجام سے) ڈرانے والا ہوں۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: جس وقت وہ اس (عذاب) کو اپنے قریب آتا دیکھیں گے تو ان (کافروں) کے چہرے بگڑ جائیں گے (تو اس وقت) انہیں کہا جائے گا کہ یہی وہ (عذاب) ہے جس کا تم (دنیا میں) بار بار مطالبہ کرتے تھے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر! آپ ان سے) فرمادیجیے کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم سب پر رحم فرمائے (تمہارا اس سے کیا؟ تم اپنی سوچو کہ) کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر! آپ ان سے) فرمادیجیے کہ وہ (اللہ) بہت ہی زیادہ رحم کرنے والا ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر ہی مکمل بھروسہ کرتے ہیں، بہت جلد تم سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کون کھلی ہوئی گمراہی کا شکار تھا؟

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: (اے پیغمبر! آپ ان سے) فرمادیجیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تمہارا سارا پانی زمین کے (بہت) نیچے اتر جائے تو پھر اس (اللہ کی) ذات کے علاوہ اور کون ہے جو تمہارے لیے صاف پانی کا انتظام کر سکے؟

خلاصہ سورۃ الملک

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ میں سب سے پہلے اپنی ذات بابرکات کی بادشاہت اور قدرت کاملہ کا تذکرہ فرمایا تاکہ بندوں میں احساس عبدیت، جذبۂ اطاعت اور یقین علی اللہ پیدا ہو اس کے بعد موت وحیات کے فلسفے کو حسنِ عمل کے تناظر میں ذکر فرمایا تاکہ اعمال میں اتباعِ سنت، اخلاص، للّٰہیت اور رضائے الٰہی کی اہمیت واضح ہو، مزید یہ کہ اس میں کمی کوتاہی ہو جانے پر غلبہ رحمت کے پیش نظر معافی کی تسلی دی۔

پھر اپنی قدرت کاملہ کے دلائل ذکر فرمائے کہ دیکھو بغیر کسی قسم کے نقص

کے سات آسمانوں کو ترتیب کے ساتھ اوپر نیچے پیدا فرمایا اتنے بڑے کام میں تمہیں کوئی عیب نظر نہیں آئے گا، دعوتِ فکر دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں اگر تمہاری نگاہیں عیب و نقص کو تلاش کرنا چاہیں بھی تو ناکام و نامراد ہی رہیں گی۔

آسمان کے تذکرے کے بعد اس پر جھلملانے والے ستاروں کے مقاصدِ تخلیق کو ذکر کیا کہ ہم نے انہی سے آسمان کو زینت بخشی اور شیاطین کو مار بھگانے کا کام بھی انہی سے لیتے ہیں۔ شیاطین کے برے انجام کو ذکر کرنے کے بعد شیطان کے پیروکاروں کو خبردار کیا کہ شیطان کی بات ماننا چھوڑ دو ورنہ اس کی طرح تمہارا بھی برا ٹھکانہ ہو گا، جس کا نام جہنم ہے۔ اس کے بعد والی آیات میں جہنم میں جلنے والی آگ اور اس کی شدت کو بیان کیا پھر اس میں رہنے والوں کی حالتِ زار کو بیان فرمایا اور اس حالت کا ذمہ دار خود ان کے کفریہ عقائد اور برے اعمال کو قرار دیا اس پر دلیل کے طور پر دوزخ کے نگران فرشتوں سے ہونے والی گفتگو پیش کی۔ ان کی اس بری حالت کی سب سے بڑی وجہ سچے رسولوں کی تکذیب اور توہین کو قرار دیا اور بری حالت سے نجات کا طریقہ یہ ذکر فرمایا کہ ماہرین شریعت (انبیاء، خلفاء، فقہاء اور علماء) کی بات سننا، ماننا اور اس پر عمل کرنا یا پھر از خود دین کے مسائل کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا اور شریعت پر عمل کرنا ہے۔ ان دونوں میں سے پہلا طریقہ چونکہ آسان ہے اس لیے اسے پہلے ذکر فرمایا۔ اس کے بعد مجرمین کا اعترافِ جرم اور ان پر سزا کے طور پر پڑنے والی پھٹکار کا تذکرہ ہے۔ نہ ماننے والوں کی بری حالت، برا انجام اور ان پر ہونے والے عذاب کے تذکرے کے بعد اہل ایمان جو دل میں خوفِ خدا رکھتے ہوں ان کے اچھے انجام اور ان پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ، اللہ کی طرف سے مغفرت اور اسی کی طرف سے ملنے والے بڑے اجر کی صورت میں کیا۔

اس کے بعد بندوں کی توجہ اس طرف کرائی کہ تم جو کچھ بھی کرو آہستہ سے

یا زور سے، چھپ کر یا اعلانیہ۔ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں یہاں تک کہ تمہارے دلوں کے مخفی راز بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے بعد بہت خوبصورت انداز میں سمجھایا کہ میں نے ہی تمہیں پیدا کیا مجھے ہی معلوم نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ باریک بین ہونا اور ہر بات کی پوری خبر رکھنا میری صفتیں ہیں۔ ان باتوں کا احساس دلانے کے بعد اللہ کریم نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا کہ دیکھو! میں نے تمہارے لیے زمین کو قابلِ استعمال بنایا، اتنی نرم نہیں کہ تم اور تمہارے مکانات وغیرہ اس پر تعمیر نہ ہو سکیں اور دھنس جائیں اور اتنی سخت بھی نہیں کہ تم اس کو کھود کر پانی، معدنیات اور دیگر ضروریات کی چیزیں حاصل نہ کر سکو اور قابلِ زراعت نہ ہو۔ اس میں چلنے پھرنے کے رستے موجود ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ اور ہاں رزق کی فکر نہ کرو وہ میں نے تمہیں دینا ہے، لیکن یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ میری نعمتیں استعمال کر کے مجھے ہی نہ بھول جانا کیونکہ ایک دن تم نے دوبارہ زندہ ہو کر میرے سامنے پیش ہونا ہے۔ زمین کے تذکرے کے بعد اہل زمین کو آسمان والے نے خبر دار کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں زمین میں دھنسا بھی سکتا ہوں اور تم پر پتھروں والی تیز ہوا بھی چلا سکتا ہوں جیسا کہ تم سے پہلی بعض نافرمان قوموں کو میں نے انہی عذابوں سے نیست و نابود کر ڈالا۔ لہٰذا بدعقیدگی اور بداعمالی سے بچو۔ اس کے بعد پھر اپنی قدرت کاملہ کے دلائل ذکر فرمائے کہ پرندوں کو دیکھو فضا میں اڑتے پھرتے ہیں کبھی پروں کو پھیلاتے اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں، جسمانی اعضاء کے وزن کے باوجود میں انہیں زمین پر گرنے نہیں دیتا بلکہ فضا ہی میں تھام لیتا ہوں، میرے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔ کافر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ میرے مقابلے میں ایک دو شخص تو کجا کوئی بڑے سے بڑا لشکر بھی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔ میرا رزق کھا کر میرا انکار کرتے ہیں اگر میں رزق دینا روک لوں تو یہ کیا کر سکتے ہیں؟ انہیں چاہیے تھا کہ نافرمانی سے توبہ کرتے لیکن یہ اسی پر ڈٹے ہوئے

ہیں۔ اس کے بعد اپنے چند انعامات کا تذکرہ فرمایا کہ میں نے آنکھ، کان اور دل عطا کیے اس کا حقیقی شکر تو یہ ہے کہ تمام اعضاء کو میرے احکامات کے مطابق استعمال کرو لیکن تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ جیسے میں نے تمہیں اس زمین پر پھیلایا ہے کل کو اسی طرح جمع بھی کروں گا لہٰذا آخرت کی بھرپور تیاری کرو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کافروں کے استہزاء آمیز رویے کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ مذاق اڑاتے ہوئے آپ سے پوچھتے ہیں کہ عذاب والا وعدہ کب پورا ہو گا؟ آپ ان سے کہیں کہ اس کا اصل اور حتمی وقت تو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے جب یہ عذاب کو اپنے قریب آتا دیکھیں گے تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے تب ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم بار بار مطالبہ کرتے تھے، لو اب اسے بھگتو! اے میرے پیغمبر! ان کو سمجھاؤ کہ کافروں کو اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، اے میرے پیغمبر! ان کو واضح طور پر پیغام دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور مکمل بھروسہ بھی اسی اللہ پر کیا، اب رہی یہ بات کہ ہم اپنے ایمان کی وجہ سے گمراہ ہیں یا تم اپنے کفر کی وجہ سے گمراہ ہو؟ اس کا بہت جلد تمہیں پتہ چل جائے گا۔

اے میرے پیغمبر! ان سے کہو کہ زندگی کی اساس پانی پر ہے اگر وہ ذات پانی کو زمین سے غائب کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو؟ اس لیے اس کی قدرت، بادشاہت، رحمت، مغفرت، انعام اور عذاب کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اسلامی عقائد اور احکامات کے مطابق گزارو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں ہر پریشانی سے عافیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 28 ستمبر، 2020ء

کامیاب مومن کی سات صفات

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ المؤمنون کی ابتدائی چند آیات میں کامیاب مومن کی سات صفات ذکر فرمائی ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

سورۃ المومنون، رقم الآیات: 1 تا 11

ترجمہ: وہ اہل ایمان کامیابی پائیں گے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں اور بے فائدہ باتوں اور کاموں سے دور رہنے والے ہیں، جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، جو (شرعاً حرام شہوت سے) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، سوائے اپنی بیویوں سے اور شرعی لونڈیوں سے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں کیونکہ ان کے بارے میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ہاں جو لوگ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ شریعت کی حدیں پھلانگنے والے ہیں، جو لوگ اپنے پاس رکھی لوگوں کی امانتوں اور باہمی معاہدات کی رعایت رکھنے والے ہیں اور اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں یہی وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث بن کر

ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

1: خشوع والی نماز:

کامیاب مومن کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ نماز کو خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔عام طور پر دو لفظ بولے جاتے ہیں: خشوع اور خضوع۔

خضوع کا معنی ہوتا ہے ظاہری اعضاء کو ادب کی وجہ سے جھکانا اور خشوع کا معنی ہوتا ہے دل کو اللہ کی طرف جھکائے رکھنا۔ نماز میں خضوع کے ساتھ ساتھ خشوع بھی مطلوب اور مقصود ہے۔ ہمارا دل اللہ کی طرف، اس کے انعامات، رحمتوں، برکتوں اور عنایتوں کی طرف مائل رہے۔ نماز میں حضورِ قلب کی کیفیت حاصل ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان نماز میں زبان سے پڑھی جانے والی چیزوں کو دل سے سمجھے اور اس کا استحضار کیے رکھے۔

خشوع کی تفسیر:

قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: خَاشِعُوْنَ اَلَّذِيْنَ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ اِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى.

تفسیر السمرقندی، تحت سورۃ المومنون آیت ھذہ

ترجمہ: حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں خاشعون سے مراد وہ لوگ ہیں جو تکبیر تحریمہ کے علاوہ پوری نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خشوع صحتِ صلوٰۃ کے لیے موقوف علیہ نہیں ہاں البتہ قبولیتِ صلوٰۃ کے لیے موقوف علیہ ہے۔

2: لغویات سے اجتناب:

کامیاب مومن کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ فضول، لایعنی، بے کار اور بے فائدہ باتوں اور کاموں سے خود کو بہت بچاتے ہیں، یعنی وقت کے قدر دان ہوتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2239

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں / کاموں کو چھوڑ دے

3: تزکیہ باطن:

کامیاب مومن کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنا تزکیہ باطن اور اصلاح نفس کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منجملہ فرائض میں سے تزکیہ بھی ہے یعنی امت کے قلوب میں سے غیر اللہ کی محبت اور غیر اللہ کا خوف ختم ہو کر اللہ وحدہ لاشریک کی محبت اور اللہ ذوالجلال کا خوف پیدا ہو، ان کے قلب و روح سے بری خصلتیں ختم ہو کر نیک اوصاف اور عمدہ اخلاق پیدا ہوں کیونکہ جب تک دل غیر اللہ اور گندے اوصاف کی آلائشوں سے پاک نہیں ہوتا اس وقت تک اس میں محبت الہیہ، معرفتِ خداوندی، رضائے باری عز وجل، اطاعت رسول، عقیدت نبوت اور عمدہ اوصاف واعلی اخلاق کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹

سورۃ الیل، رقم الآیۃ:9

ترجمہ: جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچالیا حقیقتاً وہی کامیاب ہوا۔

4: ناجائز شہوات سے دوری:

کامیاب مومن کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے شہوانی گناہوں سے خود کو دور رکھتے ہیں ہے۔ ان میں چند کا تذکرہ ذیل میں اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

بد نظری:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ النَّظْرَۃَ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ إِبْلِیسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِي أَبْدَلْتُہُ إِیمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہُ فِي قَلْبِہِ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:10362

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بد نظری شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے میرے خوف کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا اس کو میں ایسی ایمانی حلاوت دوں گا جس کو وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

عَنْ أَبِي ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ بَنِي آدَمَ حَظٌّ مِنَ الزِّنَا فَالْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاھُمَا النَّظَرُ وَالْیَدَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاھُمَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاھُمَا الْمَشْيُ وَالْفَمُ یَزْنِي وَزِنَاہُ الْقُبَلُ وَالْقَلْبُ یَھْوٰی وَیَتَمَنّٰی وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ یُکَذِّبُہُ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:8526

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کا زنا سے کچھ نہ کچھ واسطہ پڑتا رہتا ہے آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا بد نظری کرنا ہے، ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ یا غیر محرم کو) پکڑنا ہے، پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (شہوت کی جگہوں کی طرف) چلنا ہے، منہ بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا (غیر محرم سے شرعاً ناجائز) بوسہ لینا ہے۔ دل خواہش اور آرزو کرتا ہے اور شرمگاہ اس کے ارادے کو کبھی پورا کرتی ہے اور کبھی نہیں کرتی۔

زنا:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:80

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت ہر طرف پھیل جائے گی، شراب (کثرت کے ساتھ) پی جائے گی اور زنا عام ہو جائے گا۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِي فِي الزِّنَا فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقِرُّوهُ فَدَنَا حَتَّى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُحِبُّهُ لأُمِّكَ قَالَ: لاَ. قَالَ وَ كَذَلِكَ النَّاسُ لاَ يُحِبُّونَهُ لأُمَّهَاتِهِمْ. قَالَ: أَتُحِبُّهُ لاِبْنَتِكَ قَالَ : لاَ. قَالَ وَ كَذَلِكَ النَّاسُ لاَ يُحِبُّونَهُ لِبَنَاتِهِمْ. قَالَ: أَتُحِبُّهُ لأُخْتِكَ قَالَ: لاَ. قَالَ وَ كَذَلِكَ النَّاسُ لاَ يُحِبُّونَهُ لأَخَوَاتِهِمْ فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِهِ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ كَفِّرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ.

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:7759

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے زنا کی اجازت دیجیے! اس کی بات سن کر لوگ غصہ ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اسے میرے پاس لاؤ، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کی ماں کے ساتھ یہی

کام کیا جائے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقی لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ اپنی بیٹیوں کے لیے یہ پسند کرتے ہو کہ کوئی اس کے ساتھ زنا کرے۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقی لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ اپنی بہن کے لیے یہ پسند کرتے ہو کہ کوئی اس کے ساتھ زنا کرے۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقی لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی بہنوں کے ساتھ زنا کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور یہ دعا دی: اے اللہ! اس کے گناہ (کے خیال) کو مٹا دے، اس کے دل کو (ایسے برے وساوس سے) پاک کر دے اور (آئندہ کے لیے) اس کی عزت کی حفاظت فرما۔

لواطت:

مرد کا مرد کے ساتھ یا عورت کے ساتھ غیر فطری طریقے پر جنسی خواہش کو پورا کرنا لواطت کہلاتا ہے۔ زیادہ تر اس لفظ کا استعمال پہلے معنی کے لیے ہوتا ہے یعنی مرد کا مرد کے ساتھ جنسی ہوس پوری کرنا۔

وَ الَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

سورۃ النساء، رقم الآیۃ:16

ترجمہ: اور (اے امت محمدیہ!) تم میں سے جب بھی دو مرد آپس میں بدکاری (لواطت، ہم جنس پرستی) کا ارتکاب کریں تو انہیں اس پر اذیت ناک سزا دو۔

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۸۱﴾

سورۃ الاعراف، رقم الآیات:80،81

ترجمہ: اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو مبعوث کیا انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی شخص نے نہیں کی تم جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے (اپنی منکوحہ) عورتوں کے بجائے مردوں کے پاس جاتے ہو (ایسا قبیح جرم کرنے کی وجہ سے) تم لوگ تمام حدیں پھلانگ رہے ہو۔

اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ‌ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾

سورۃ النمل، رقم الآیۃ:55

ترجمہ: کیا بھلا تم اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے (اپنی منکوحہ) عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو؟ سچ تو یہ ہے کہ تم (اس جرم کے ارتکاب کی وجہ سے) جہالت میں ڈوبی ہوئی ایک قوم ہو۔

تنبیہ: قرآن کریم نے جہاں لواطت جیسے گندے جرم کا تذکرہ کیا ہے وہاں اس کی وجہ سے ملنے والے عذاب خداوندی کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَعَنَ اللهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ لَعَنَ اللهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ ثَلَاثًا۔

مسند احمد، رقم الحدیث:2913

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قوم لوط والا عمل کرے گا (یعنی مَردوں کا آپس میں بد فعلی کرنا) تو اس شخص پر اللہ کی لعنت نازل ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی قباحت کے پیش نظر تین بار ذکر فرمایا تا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت اچھی

طرح بیٹھ جائے۔

غیر فطری طریقہ جماع:

شریعت اسلامیہ میں میاں بیوی کے جائز تعلق کی بھی حدود متعین کی گئی ہیں جنسی ملاپ کے وقت غیر فطری طریقہ اختیار یعنی عورت کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا ذریعہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا

السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: 8966

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرتا ہے وہ شخص ملعون ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى رَجُلٍ جَامَعَ امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1923

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ کو جماع کے لیے استعمال کرتا ہے ایسے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔

امام محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (م: 310ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّا نَشْتَرِي الْجَوَارِيَ فَنُحَمِّضُ لَهُنَّ فَقَالَ وَمَا التَّحْمِيضُ قَالَ: الدُّبُرُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أُفٍّ أُفٍّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مُؤْمِنٌ؟ أَوْ قَالَ مُسْلِمٌ۔

تفسیر الطبری، تحت آیت نساؤکم حرث لکم

ترجمہ: حضرت ابو الحباب سعید بن یسار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا کہ ہم لوگ لونڈیاں خریدتے ہیں اور ان سے تحمیض کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: تحمیض کیا ہے؟ حضرت سعید بن یسار رحمہ اللہ نے عرض کی کہ عورت کی پچھلی جانب جماع کرنا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: بھلا کوئی مومن (مسلمان) شخص ایسا (برا) کام بھی کر سکتا ہے؟

جانوروں سے بد فعلی:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:۔۔۔لَعَنَ اللهُ مَنْ وَقَعَ عَلَى بَهِيمَةٍ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 2913

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جانور سے بد فعلی کرے گا اس پر اللہ کی لعنت برسے گی۔

لمحہ فکریہ!

جو دین جانوروں سے بد فعلی کی اجازت نہیں دیتا وہ انسانوں سے بد فعلی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ اس لیے معاشرے کو اس جرم سے پاک کرنے میں ہم سب کو اس میں اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔

مشت زنی:

قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُونٌ

تفسیر الرازی، تحت سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 22

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ مشت زنی کرنے والا شخص لعنتی ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب رد المحتار میں ہے:

اَلْاِسْتِمْنَاءُ حَرَامٌ وَفِيْهِ تَعْزِيْرٌ

ترجمہ: مشت زنی شرعاً حرام ہے اور اس میں شریعت کی مقرر کردہ حدود کے علاوہ سخت قسم کی سزا ہے۔

فائدہ: اسی طرح ان سے نکاح کرنا جن سے شریعت نے نکاح کرنے سے منع کیا ہے جیسے محرمات وغیرہ۔ ان سے نکاح بحکم زنا ہو گا۔ اسی طرح حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا بھی شرعاً جائز نہیں۔

5: امانت داری:

کامیاب مومن کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ امانت کی پاسداری کرتے ہیں یعنی ان میں خیانت نہیں کرتے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اضْمَنُوا لِيْ سِتًّا أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ وَأَدُّوا إِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ۔

صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 271

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے 6 چیزوں کی تم ضمانت دے دو، جنت کی ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں۔ سچ بولو، وعدہ پورا کرو، امانت ادا کرو، شرم گاہوں کی حفاظت کرو، نگاہوں کو غیر محرم سے بچاؤ اور ظلم سے اپنے آپ کو روک کے رکھو۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حِفْظُ أَمَانَةٍ

وَصِدْقُ حَدِيثٍ وَحُسْنُ خَلِيقَةٍ وَعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ

مسند احمد، رقم الحدیث:6652

ترجمہ: حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب چار عادات تمہارے اندر پیدا ہو جائیں تو دنیا کی پریشانیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اور وہ یہ ہیں: امانت داری، صدق، حُسنِ خُلق اور حلال رزق کمانا۔

6: معاہدے کی پاسداری:

کامیاب مومن کی چھٹی صفت یہ ہے کہ معاہدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾

سورۃ الاسراء، رقم الآیۃ:34

ترجمہ: اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو، بے شک اس کی پاسداری کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:34

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار صفات جس شخص میں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان صفات میں سے ایک صفت ہو تو اس میں نفاق (کے برے اثرات) اسی کے بقدر رہے یہاں تک کہ وہ اس (عادت) کو چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو خلاف ورزی

کرے اور جب کوئی جھگڑا ہو جائے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔

7: نماز کے تمام آداب کی رعایت:

کامیاب مومن کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ نماز کے تمام آداب، شرائط، سنن اور مستحبات کی رعایت کرتے ہیں۔ وقت کا لحاظ کرتے ہیں مسنون اور افضل اوقات میں ادا کرتے ہیں، مساجد میں ادا کرتے ہیں، باجماعت ادا کرتے ہیں، دنیاوی معاملات کی وجہ سے نماز میں غفلت اور سستی سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ مستعد ہو کر چستی سے اس فریضہ کو بحسن خوبی انجام دیتے ہیں ۔ قرآن کریم میں کامیاب مومن کی صفات کو شروع بھی نماز سے کیا گیا ہے اور ختم بھی نماز پر ہی کیا اسی سے اندازہ لگانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نماز کی اہمیت وحیثیت کس قدر ہے؟ ساتھ ساتھ اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے نماز کی پابندی سے باقی اوصاف بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

نماز میں خشوع اختیار کرنا، لغویات سے بچنا، نفس کی اصلاح کرنا، ناجائز شہوات سے بچنا، امانت کی پاسداری کرنا، معاہدوں کو پورا کرنا اور نماز کے تمام آداب کی رعایت رکھنا ایسے اوصاف ہیں جس مومن میں یہ آجائیں اللہ تعالیٰ اسے کامیاب قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 15 اکتوبر، 2020ء

قتل اور اس کی سنگینی

اللہ تعالیٰ نے انسانی بالخصوص اسلامی معاشرے میں قتل و قتال کو حرام، مُوجبِ جہنم، مُوجبِ غضب، مُوجبِ لعنت اور مُوجبِ عذابِ عظیم قرار دیا ہے۔ مزید یہ کہ اس سے متعلقہ احکام قصاص و دِیت وغیرہ کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگ قتل جیسے بڑے اور بُرے جرم سے باز رہیں اور فتنہ وفساد نہ پھیلنے پائے۔

قتل کی چار سزائیں:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 93

ترجمہ: اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوں گے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اور اسے سخت ترین سزا دیں گے۔

آیت مبارکہ میں جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی سزا کے طور پر چار باتیں ذکر فرمائی گئی ہیں:

1: دائمی جہنم (تفصیل فائدہ کے عنوان سے ذیل میں ذکر کی جارہی ہے)

2: اللہ کا غضب

3: اللہ کی لعنت (رحمت سے دوری)

4: سخت ترین عذاب (یعنی عام جہنمیوں کی نسبت زیادہ سخت عذاب ہوگا)

فائدہ: آیت مبارکہ میں ہے جان بوجھ کر قتل کرنے کی سزا جہنم ہے جس میں وہ

ہمیشہ رہے گا۔ اس کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چونکہ ایمان سے وہ نفرت کرتا ہے یا قتل کو جائز سمجھتا ہے اس لیے کافر ہو گیا اور کفر کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے یا پھر اس سے لمبی مدت مراد ہے۔

ایک ناحق قتل ساری انسانیت کا قتل ہے:

ناحق قتل انہی گھناؤنے کاموں میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہوتا ہے اس لیے ناحق قتل کو گناہ کبیرہ قرار دے کر اسے پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ٹھہرایا گیا ہے۔ قرآن کریم نے واضح لفظوں میں یہ اعلان کیا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط

سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ: 32

ترجمہ: جس نے کسی ایک بے گناہ کو قتل کیا یا زمین میں فساد برپا کیا گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔

عباد الرحمٰن کی پہچان:

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اوصاف میں ایک وصف "ناحق قتل سے اجتناب" ہے۔ وہ ہر ایسے کام سے دور رہتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہو۔

وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ: 68

ترجمہ: اور وہ ایسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرمت بخشی ہے۔

رجم، قصاص اور ارتداد:

شریعت نے معاشرے سے جرائم کے خاتمے کے لیے قتل کی درج ذیل چند

صورتیں جائز قرار دی ہیں۔ جن کا اختیار اربابِ اقتدار کو سونپا ہے۔

نمبر1: رجم... یعنی جب کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں اور ان کا یہ جرم چار مردوں کی (فقہ اسلامی میں مقرر کردہ شرائط کے مطابق) گواہوں سے یا زنا کرنے والے مرد و عورت کے اعتراف وغیرہ سے ثابت بھی ہو جائے تو قاضی / جج ان کے بارے میں شرعی سزا رجم کی صورت میں نافذ کرے گا اور وہ یہ ہے کہ انہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔

نمبر2: قصاص... یعنی جب کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو (ناحق) قتل کر دے تو ایسی صورت میں اس قاتل کو اس قتل کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا۔ یہ شرعی سزا ہے جو قاضی / جج نافذ کرے گا۔ ہاں مگر یہ کہ مقتول کے ورثا اس قاتل کو معاف کر دیں۔

نمبر3: ارتداد... جب کوئی شخص اسلام کو چھوڑ دے تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں واجب القتل قرار پاتا ہے۔ قاضی / جج اسے شرعی قانون کے مطابق قتل کرا دے گا۔

مومن کی عزت و حرمت کعبہ سے بھی زیادہ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ! وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهِ وَدَمِهِ وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3932

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کا طواف فرما رہے تھے اسی دوران آپ نے کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے کعبہ! تو کتنا اچھا ہے! تجھ سے مہکنے والی خوشبو کتنی ہی اچھی اور عمدہ ہے! تیری عظمت و مرتبت کس قدر بلند

ہے! تیری عزت و حرمت کس قدر زیادہ ہے!(لیکن تیری ان تمام تر عظمتوں کے باوجود)اس ذاتِ برحق کی قسم!جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن کی جان ومال کی حرمت تیری حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔ ہمیں مومن کے بارے میں ہمیشہ نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔

اسلحہ سے اشارہ کرنا بھی منع ہے:

عَنْ هَمَّامٍ رَحِمَهُ اللهُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:7072

ترجمہ: حضرت ہمّام رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا: تم میں سے کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے، وہ ناحق قتل کرنے کی وجہ سے جہنم میں جا پڑے۔

فرشتے لعنت بھیجتے ہیں:

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ رَحِمَهُ اللهُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهُ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:6759

ترجمہ: معروف تابعی حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے اس پر فرشتے اس وقت تک

لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کرنے کو چھوڑ نہیں دیتا اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

قاتل کی عبادات قبول نہیں:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 4272

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے کسی مومن کو (ناحق) قتل کیا پھر اس قتل پر خوش بھی ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی نفل اور فرض عبادت قبول نہیں فرمائیں گے۔

ناحق قتل کے مقابلے میں پوری دنیا کا مٹنا آسان:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1315

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے (ناحق) قتل ہونے سے پوری دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں معمولی حیثیت رکھتا ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا جَمِيعًا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ دَمٍ يُسْفَكُ بِغَيْرِ حَقٍّ.

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 4960

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی شخص کے ناحق قتل ہونے سے پوری کائنات کا ختم ہو جانا معمولی حیثیت رکھتا ہے۔

حقوق العباد میں پہلا سوال:

عَنْ شَقِيقٍ رَحِمَهُ اللهُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6533

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے مابین سب سے پہلے خون خرابے (قتل و قتال) کا فیصلہ سنایا جائے گا۔

قاتلوں کے سہولت کار:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2620

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کے ناحق قتل میں سہولت کار بنا اگرچہ وہ معاونت بالکل معمولی درجے کی (ایک بات کی حد تک) بھی ہو تو وہ شخص (قیامت والے دن) اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) لکھا ہوا ہو گا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس رہے گا۔

شرک اور قتل کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی:

عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 4272

ترجمہ: حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے خاوند ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا: اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو (گناہ گاروں کے) تمام گناہوں کو معاف فرما دیں سوائے اس گناہ گار کے جس نے شرک کیا یا کسی مومن کو جان بوجھ (اور بغیر شرعی اجازت کے حلال اور جائز سمجھ کر) کر قتل کیا۔ یعنی مشرک اور ایسے قاتل کو اللہ کبھی بھی معاف نہیں فرمائیں گے۔

ناحق قتل کے سب شرکاء جہنمی:

عَنْ أَبِي الْحَكَمِ الْبَجَلِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَذْكُرَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1318

ترجمہ: حضرت ابو الحکم البجلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے سنا دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر (بالفرض) تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں ڈالیں گے۔

1. ناحق قتل کرنا شریعت میں حرام ہے اگر کوئی شخص شرعاً ناحق قتل کو حلال سمجھتا ہے تو فقہاء کرام رحمہم اللہ کی تصریحات کے مطابق کافر ہو جاتا ہے۔
2. ناحق قتل کی چار سزائیں: دائمی جہنم، اللہ کا غضب، اللہ کی لعنت اور سخت ترین عذاب کی صورت میں قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

3. ایک ناحق قتل پوری انسانیت کو قتل کرنے کے برابر گناہ ہے۔

4. اللہ کے نیک بندوں کی صفت یہ ہے کہ وہ ناحق قتل نہیں کرتے۔

5. اربابِ اقتدار کے لیے قتل کی تین صورتیں جائز ہیں: رجم، قصاص، ارتداد۔

6. اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن کی عزت کعبۃ اللہ سے بڑھ کر ہے۔

7. ہتھیار سے اشارہ کرنا جائز نہیں جو یہ کام کرتا ہے اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔

8. قاتل کی عبادات اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتیں۔

9. ناحق قتل کے مقابلے میں ساری دنیا کا مٹ جانا آسان ہے۔

10. قیامت کے دن حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل ناحق کا حساب ہو گا۔

11. قاتلوں کے سہولت کار روزِ قیامت اللہ کی رحمت سے مایوس کر دیے جائیں گے۔

12. شرک اور قتل کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی کا امکان ہے۔

13. اور اگر کسی کو ناحق قتل کرنے میں تمام آسمان و زمین والے مل کر شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں ڈالیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پورے معاشرے کو بالخصوص وطن عزیز پاکستان کو دہشت گردی، قتل و قتال اور فتنہ و فساد جیسی لعنت سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

والسلام

پیر، 12 اکتوبر، 2020ء

رحمتِ عالم ﷺ کا عالمی پیغام

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین اسلام عطا فرمایا ہے وہ جینے سے پہلے اور مرنے کے بعد کے حالات کی جہاں خبر دیتا ہے وہاں دنیا میں ہر عمر کے حساب سے زندگی گزارنے کے انسانی، فطری، اخلاقی، قومی و ملی قوانین بھی دیتا ہے۔ اسلام؛ اتحاد و اتفاق کا سب سے بڑا نا صرف علمبردار بلکہ گزشتہ ادوار میں عملاً نافذ العمل مذہب بھی رہا ہے۔

اسلام؛ پوری روئے زمین پر علمی، عملی، قومی اور ملی فسادات کو ختم کر کے امن و آتشی، انصاف و عدل، راحت و چین کے ساتھ مکمل آزادی کا حق دیتا ہے۔ یہ محض تجاویز اور تھیوری پیش کرنے پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ عملی زندگی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ سابقہ اقوام کے عروج و زوال کی محض داستانیں ہی نہیں سناتا بلکہ ان سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کے لیے دعوتِ فکر دیتا ہے۔

1: انسان کا رشتہ خالق سے جوڑے رکھنے کے لیے عقائد و نظریات اور عبادات کا حکم دیتا ہے۔

2: انسان کا رشتہ بحیثیت امتی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لیے ایمان بالنبی اور اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیتا ہے۔

3: انسان کا رشتہ انسان سے صحیح طور پر جوڑے رکھنے کے لیے اخلاقیات اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

4: انسان کا رشتہ معاشرے سے جوڑے رکھنے کے لیے عمدہ معاشرت کا حکم دیتا ہے۔

5: انسان کا رشتہ ضروریات زندگی سے جوڑے رکھنے کے لیے صاف شفاف

معاملات کا حکم دیتا ہے۔

اگر مذکورہ بالا تمام فطری اور انسانی اقدار کو اسلام کے احکام کے مطابق تسلیم کر کے عمل کیا جائے تو کرۂ ارض پر انسانوں کا نہیں "انسانیت" کا راج ہو گا۔

لیکن زمینی حقائق یہ بتلاتے ہیں کہ جب تک اسلامی دستور العمل عملاً نافذ رہا تب تک تو یہ دنیا امن کا گہوارہ تھی اور جب خدا تعالیٰ کے آفاقی احکامات کے بجائے انسانوں کی تدبیر پر اصول ہائے جہاں بانی کی بنیاد رکھی گئی تو بدامنی، لاقانونیت، فتنے، معاصی، خود سری، خود غرضی اور دیگر شیطانی محرکات نے جنم لیا۔ نتیجہ آج انسان اتحاد کے بجائے اختلافات وافتراق کی دوزخ میں جل رہا ہے۔

مذہبی، سیاسی، قومی، خاندانی اور نسلی اختلافات نے اس کی روحِ آزادی کو نہ صرف زخمی کیا بلکہ اس کے سارے نظام کو عالمی سطح پر مفلوج اور بے کار کر دیا ہے۔ محض انسانی تدابیر کی کوکھ سے جن سانحات وحادثات نے جنم لیا پھر اسی کو بار بار آزمانے کی مسلسل روش نے انسان کو آج تک امن وآزادی اور سکون وراحت نصیب نہیں ہونے دی۔

نظامِ عالم پر متعدد انسانی تجربات کو آزمایا گیا، قیامِ امن کی تجاویز وآراء پر سنجیدگی سے کئی بار غور کیا گیا، نئے قوانین بھی وضع کیے گئے لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بنیادی خامیوں کو دور کیے بغیر امن کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنا خود ایک خواب بن گیا۔

جبکہ اسلام سارے عالم میں قیامِ امن کا محض مدعی ہی نہیں بلکہ حقیقتاً نظامِ امن نافذ بھی کر چکا ہے۔ جس کے فوائد و ثمرات اپنے پرائے، دوست دشمن، مسلم وکافر سبھی کے ہاں تسلیم شدہ ہیں۔ انسانی تدابیر سے پیدا ہونے والے اس وقت جتنے بھی اختلافات ہیں بنیادی طور پر مندرجہ ذیل اختلافات میں منحصر ہیں۔ مذہبی

، قومی ، سیاسی ، نسلی ، علاقائی ، خاندانی اختلافات ؛ ان سب کا حل ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی سیرتِ طیبہ میں ملتا ہے۔

دورِ حاضر میں باہمی اختلافات میں سے جو سب سے بڑا اختلاف ، افتراق و انتشار بلکہ جنگ و جدال قتل و غارت اور منافرت و دشمنی کا باعث ہے وہ یہی مذہبی اختلاف ہے۔ ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے لیے تنگ دل بلکہ سخت دل ہیں۔ مذہب کے نام پر کئی خاندانوں کے خاندان کئی نسلوں کی نسلیں کئی قوموں کی قومیں کئی ملکوں کے ملک صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔

عدمِ برداشت ، عدمِ رواداری و تحمل کی روش نے لاکھوں انسانوں کو موت کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اس وقت بھی بین الاقوامی سطح پر باہمی مصالحت ، اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لیے مختلف منصوبوں پر عمل درآمد کرانے کے لیے کئی ممالک ، ادارے ، جماعتیں اور تنظیمیں اپنا کردار دکھانے میں سر توڑ محنت کر رہی ہیں۔ مذاکرات ، ڈائیلاگ ، مصالحت اور عسکری قوت کے زور پر الغرض تمام اسباب کو بارہا بروئے کار لایا بھی گیا لیکن حالات جوں کے توں ہیں۔

دنیا میں بسنے والی مختلف اقوام کے مزاجی اختلافات اسی گتھی کو مزید الجھا رہے ہیں عقلی طور پر جتنی صورتیں بظاہر ممکن نظر آرہی ہیں حقیقت میں مذہبی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے ناممکن ہیں۔

مثلاً کسی فرد کے بارے میں یہ تصور کر لیا جائے کہ فلاں شخصیت پر تمام اقوام اور افراد متفق ہو جائیں اور اسی ایک کی بات مان کر اختلافات کو ختم کر لیا جائے۔

ایسے شخص کے لیے دو بنیادی خوبیوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔

1: اس کا علم وسیع تر ہو وہ تمام اقوام کے فطری جذبات اور ضروریات اور اغراض سے واقف ہو۔

2: لوگوں کے معاملات کی اصلاح بھی کر سکتا ہو۔

یہ صورت عقلاً تو ممکن ہو سکتی ہے لیکن فی الواقع بہر طور ناممکن ہے کیونکہ انسانوں کے مزاج میں تفاوت ہے۔ یہ تفاوت ان کو ایک مرکزی نقطے پر متحد نہیں ہونے دیتا۔ دوسری صورت عقلی طور پر ممکن ہے کہ کسی ادارے کو تمام اقوام متفقہ طور پر حاکمیت سونپ دیں پھر اس ادارے کے ہر حکم کو قبول بھی کریں لیکن فی الواقع اس میں بھی عمل کرنا ناممکن ہے کیونکہ ادارے میں جس قوم کے افراد کی تعداد زیادہ ہو گی وہی قوم اس ادارے سے اپنے مفادات سمیٹے گی، باقی اقوام پھر محرومی اور ناانصافی کا شکار ہو کر رہ جائیں گی۔

اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات سیرتِ طیبہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام کی روشنی میں یہ ہیں کہ کسی شخص یا ادارہ، جماعت یا تنظیم کی حاکمیت، تسلیم کرنے کے بجائے ان کے خالقِ حقیقی کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ جس کے ہر فیصلے پر من و عن عمل کیا جائے۔ کیونکہ نوع انسانیت کا خالق وہی ہے، وہی ان کی تمام ضروریات کو بخوبی سن سکتا ہے، جان سکتا ہے اور ان کو حل بھی کر سکتا ہے۔ اس میں ظلم و جور کا شائبہ بھی نہیں اور مفاد پرستی کا تصور بھی نہیں۔ چونکہ وہ تمام مخلوقات کا خالق ہے اس لیے عقل کا مقتضاء بھی یہی ہے کہ صرف اسی ہی کو حاکم تسلیم کیا جائے۔ اسی ممکنہ و مشترکہ پلیٹ فارم پر اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کو خطاب کیا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 64

ترجمہ: اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی مشترکہ بات پر جمع ہو جائیں کہ ہم اللہ کے

علاوہ کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے اور ہم اس کی ذات وصفات (خاصہ) کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب نہ مانے۔ اگر وہ اس عہد وپیمان سے پھر گئے تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو ماننے والے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ۪

سورۃ ال عمران، رقم الآیۃ:103

ترجمہ: اللہ کی رسی (قرآن، توحید) کو مضبوطی سے تھامو اور باہم افتراق و انتشار کا شکار نہ بنو۔

توحید ہی ایسی رسی ہے جس کو تھامنے سے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں لیکن اس مقام پر مندرجہ ذیل تفصیل کو بطور خاص ملحوظ رکھا جائے ورنہ اختلافات کے خاتمہ کا تصور ماند پڑ جائے گا۔ اس خدائی اصول کی تشریح ہر شخص اپنی طرف سے نہ کرے ورنہ مختلف تشریحات کا ملغوبہ نئی الجھن میں ڈال دے گا۔ بلکہ اس کی تشریح وہ معتبر کہلائے گی جو اس دل سے زبان کے راستے ظاہر ہو جس دل پر یہ اصول نازل کیا گیا اور جس کی زبان مبارک کو یہ اعزاز سونپا گیا ہے کہ قرآن آپ پر نازل ہو گا اور اس کی تشریح آپ لوگوں کو سمجھائیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

سورۃ النحل، رقم الآیۃ:44

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف قرآن کریم نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو اس کی مراد سمجھائیں جس مقصد کے لیے ان کی طرف یہ نازل کیا گیا تاکہ وہ اس میں غور وفکر کر کے اس پر عمل کر سکیں۔

اس لیے قرآن کا وہ مطلب مراد لیا جائے جو مطلب اللہ کے برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا وہ مطلب مراد لیا جائے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا۔

اسلام کے معتدل مذہب ہونے کی ایک وزنی دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں سابقہ تمام سچے مذہبی پیشواؤں پر ایمان لانا اور ان کی عزت و توقیر لازمی ہے۔ اس کے برخلاف آج کے یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے مدعی تو ہیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بالخصوص خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف نبی اور رسول بلکہ خدا اور خدا کے بیٹے ماننے کے مدعی ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے انبیاء و رسل علیہم السلام مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ اور بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو یکسر نہیں مانتے جبکہ اسلام تمام سچے انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایمان لانے میں تفریق نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 136

ترجمہ: ہم رسولوں پر ایمان لانے کے بارے میں فرق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔

البتہ ان کے فرق مراتب کو ضرور ملحوظ رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 253

ترجمہ: ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر زیادہ فضیلت عطا کی۔

ایمان لانے کا مطلب واضح ہے کہ وہ اپنے وقت میں اللہ کے برحق سچے نبی اور رسول تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی اب ان کی شریعت کو مجموعی طور پر خداوند کریم نے منسوخ فرمادیا ہے۔ اب تا صبح قیامت شریعت محمدیہ اللہ کے ہاں معتبر اور پسندیدہ و مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

والسلام

پیر، 19 اکتوبر، 2020ء

نبی کریم ﷺ کے بنیادی حقوق (حصہ اول)

اللہ تعالیٰ کی اربوں کھربوں رحمتیں نازل ہوں اُس ذات پر جن کے سبب سے اِنسانیت کو وجود ملا، جن کے صدقے انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت ملی، جن کے طفیل ہدایت ملی، جن کی بدولت نجات ملے گی اور جن کی وجہ سے رب کی سرمدی رضا نصیب ہو گی۔ انسانیت کو اب تک جو کچھ خیر ملی ہے اور جو کچھ آئندہ ملے گی وہ سب آپ کے دم قدم سے ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے حقوق ہیں۔ جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

1: نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

سورۃ الاَعراف، رقم الآیۃ: 158

ترجمہ: (اے میرے محبوب) آپ یہ بات فرما دیں کہ (دنیا جہان میں بسنے والے) لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں قائم ہے۔ اُس ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اس لیے تم (ایسے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) نبی اُمّی پر (بھی) جو کہ (خود) اللہ پر اور ان کے احکام پر (دل و جان سے) ایمان رکھتا ہے اور اس (نبی) کا اتباع کرو تاکہ تم سیدھی راہ پر آ جاؤ۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ

سورۃ الفتح، رقم الآیۃ: 8،9

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ایمانیات وغیرہ پر سچی) گواہی دینے والا، (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات کی) خوشخبریاں دینے والا اور (اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والے عذاب و ناراضگی سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے کیا تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ۔

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

وَ مَنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ سَعِيۡرًا

سورۃ الفتح، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: اور جو (بدبخت) شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لائے گا تو (ایسے) کافروں کے لیے ہم نے دوزخ (کی دہکنے والی آگ) تیار کر رکھی ہے (جس میں ان کو ڈالا جائے گا)

2: نبی کریم ﷺ کو ذات کے اعتبار سے بشر ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں بشر ہونے کا عقیدہ رکھے۔

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

سورۃ الکہف، رقم الآیۃ: 110

ترجمہ: (اے میرے محبوب پیغمبر!) آپ یہ بات فرما دیں کہ میں (ذات کے اعتبار سے تمہاری ہی جنس سے تعلق رکھنے والا) بشر (انسان / آدمی) ہوں (لیکن اس بشریت کے باوجود مجھے جو مقام و مرتبہ دیا گیا ہے وہ عام بشر کے برابر نہیں بلکہ سب سے بڑھ کر ہے وہ اس طرح کہ) میری طرف (اللہ کی جانب سے) وحی نازل ہوتی ہے (جس میں بطور خاص یہ بات بھی موجود ہے) کہ (لوگو) تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ تو (تم میں سے) جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی (تمنا اور) آرزو رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ وہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائے۔

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید البشر ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محض بشر ہونے کا نہیں بلکہ سید البشر ہونے کا عقیدہ رکھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4223

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، میں وہ پہلا انسان ہوں گا جس کی قبر کھلے گی، سب سے پہلے سفارش کرنے والا میں ہی ہوں گا اور میں ہی وہ پہلا انسان ہوں گا جس کی سفارش کو قبول کیا جائے گا۔

4: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ ہدایت ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات کے اعتبار سے بشر مانتے ہوئے وصف کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے نور ہدایت ہونے کا عقیدہ رکھے۔

اوصاف کے اعتبار سے آپ نور ہیں بلکہ نور علیٰ نور ہیں۔ منبع نور ہیں، مرکز نور ہیں۔ آپ کی وجہ سے کفر کی تاریکیاں، ظلم کے اندھیرے، ناانصافی کی ظلمتیں کافور ہوئیں ۔ آپ کے نورِ ہدایت سے اسلامی عقائد، اعمال، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت روشن ہوئیں۔ اس اعتبار سے آپ یقیناً نور ہیں۔

نمبر 5: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی الانبیاء ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض نبی ہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے

وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّ حِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنۡصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡہَدُوۡا وَ اَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾

سورۃ اٰلِ عمران، رقم الآیۃ: 81

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے اس بات کا عہد لیا کہ اگر میں تم کو کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اللہ نے ان انبیاء کرام سے فرمایا کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو؟ اور میری طرف سے سونپی جانے والی ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ اُن سب نے کہا: ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے اقرار کے گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی میں شامل ہو جاتا ہوں۔

عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ وَقَدْ ضَلُّوا فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 14631

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی طرح کے (مسائل) نہ پوچھو وہ خود گمراہ ہیں تمہیں سیدھی بات کیسے بتائیں گے؟ ہو سکتا ہے کہ تم کسی غلط بات کو سچا مان بیٹھو اور حق بات کو جھٹلا بیٹھو۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام (اس دنیا میں) موجود ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہوتا۔

فائدہ: اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور باوجود خود نبی ہونے کے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے۔

6: نبی کریم ﷺ کو افضل الانبیاء ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھٹا حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَ مَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 522

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چھ چیزیں عطا کر کے مجھے باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دی ہے:

1: اللہ نے مجھے جوامع الکلم (الفاظ کی مقدار کم اور معنویت بہت زیادہ) دیے۔

2: رعب عطا فرما کے میری مدد کی ہے۔

3: مال غنیمت کو میرے لیے حلال کیا ہے۔

4: پوری زمین کو میرے لیے "طَہُور" (پاک کرنے کا ذریعہ) بنادیا ہے۔

5: پوری زمین کو میرے لیے سجدہ گاہ بنادیا ہے۔

6: مجھے پوری مخلوق کا نبی بنادیا ہے۔

(ان کا خلاصہ یہ ہے کہ) مجھے اللہ نے آخری نبی بنادیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ قَالَ : قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَرَ بَيْتًا أَفْضَلَ مِنْ بَيْتِ بَنِي هَاشِمٍ.

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:6285

ترجمہ: صدیقہ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے جبریل امین نے کہا: میں نے تمام روئے زمین کو دیکھا ہے، میں نے سب سے زیادہ فضیلت والا آپ ہی کو دیکھا ہے اور گھرانوں میں سب سے اچھا گھرانہ بنی ہاشم کا پایا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خِيَارُ وَلَدِ آدَمَ خَمْسَةٌ: نُوحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَعِيسَى وَمُوسَى وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَيْرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ.

مسند بزار، رقم الحدیث:9737

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانچ نبی ایسے ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں وہ یہ ہیں: حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ان سب کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

7: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ، وَخَطِيبَهُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3546

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت والے دن میں تمام انبیاء (کرام علیہم السلام) کا امام، ان کا ترجمان اور شفیع ہوں گا اور میں اسے اپنا ذاتی کمال سمجھنے کے بجائے محض اللہ کا کرم سمجھتا ہوں۔

فائدہ: معراج والی رات آپ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کرائی جس کی وجہ سے آپ عالم دنیا میں امام الانبیاء کہلائے اور آخرت میں بھی آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں امامت کے درجے پر فائز ہوں گے۔

8: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ:40

ترجمہ: (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهُ وَاَجْمَلَهُ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُوْنَ بِهٖ وَيَتَعَجَّبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3535

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے ہوئے سنا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے بہت ہی خوبصورت مکان بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کی خوبصورتی کو دیکھنے کے لیے اس کے گرد چکر لگانے لگے اور تعجب سے کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہیں لگا دی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نبوت والے محل کے کونے میں چھوٹی ہوئی آخری اینٹ ہوں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ

نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4416

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ علی! آپ مدینہ میں رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا آپ اس بات پہ راضی نہیں کہ آپ کا تعلق مجھ سے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (ہاں حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے) لیکن میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں۔

9: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم عن الخطا ہونے کا عقیدہ رکھے۔

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾

سورۃ یونس، رقم الآیۃ:15

ترجمہ: اور جس وقت ان کافروں کے سامنے ہماری (قرآنی) آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ (اے محمد!) کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا (پھر) اس میں (ہمارے عقائد و نظریات کی رعایت رکھتے ہوئے کچھ) تبدیلی کرو۔ اے پیغمبر! ان (کافروں) سے کہہ دو کہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی

تبدیلی کر لوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ اور (تمہاری اس خواہش کی رعایت کر کے قرآن میں تبدیلی کرنے کے بارے میں) میں اپنے رب سے بڑے عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

فائدہ: جب پیغمبر شریعت کے حکم کو بدلنے کے لیے راضی نہیں تو وہ شریعت کے حکم کی خلاف ورزی (گناہ) کیسے کر سکتا ہے؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم ہونے کی دلیل ہے۔

10: نبی کریم ﷺ کو مفروض الاتباع ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دسواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفروض الاتباع ہونے کا عقیدہ رکھے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمَهُ. فَقَالَ: يَا قَوْمِ! إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مُهْلَتِهِمْ وَ كَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي وَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَ كَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2283

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! میں نے لشکر (دشمن کی فوج) کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، لہٰذا جلدی سے بھاگ نکلو۔ اب اس کی قوم میں سے بعض نے اس کا کہنا مان لیا

اور وہ شام ہوتے ہی وہاں سے بھاگ نکلے اور آرام سے چلے گئے اور بعض نے جھٹلایا اور وہ صبح تک اسی جگہ رہے اور صبح ہوتے ہی (دشمن کا) لشکر ان پر حملہ آور ہوا اور ان کو تباہ کیا اور انہیں نیست و نابود کر دیا۔ یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں احکام شریعت لے کر آیا ہوں اس کی اتباع کی اور جس نے میرا کہنا نہ مانا اور سچے دین کو جھٹلایا۔ اس کی مثال دوسرے تباہ ہونے والے شخص کی طرح ہے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم اور ضروری ہے جو آپ کی پیروی کرے گا وہ کامیاب ہو گا اور جو نافرمانی کرے گا ناکام ہو گا۔

11: نبی کریم ﷺ کو اپنے روضہ مبارکہ میں زندہ ماننا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گیارہواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کا عقیدہ رکھے۔

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ بَلَيْتَ فَقَالَ: اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔

سنن ابی داؤد: رقم الحدیث: 1049

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنوں میں سب سے بہترین دن جمعہ کا ہے، اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن اُن کا انتقال ہوا، اسی دن صُور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہاری طرف سے بھیجا ہوا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔ (عام انسانوں کی طرح ریزہ ریزہ نہیں ہوتے بلکہ قوی آثار حیات ہونے کی وجہ سے محفوظ رہتے ہیں)

12: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بارہواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کا عقیدہ رکھے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ: 24

ترجمہ: (اے میرے محبوب پیغمبر! مسلمانوں سے) آپ فرما دیں اگر تمہارے والدین، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے، وہ کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔ تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا (عذاب کا) فیصلہ صادر فرمادے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 15

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

محبت نبوی ﷺ کا اہم تقاضا:

یوں تو محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار تقاضے ہیں۔ جن کو ان شاء اللہ قدرے تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔ سر دست اتنی بات ضرور سمجھ لیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں سے قلبی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دلی نفرت رکھنا بھی انہی تقاضوں میں شامل ہے۔

فرانس میں گستاخانہ خاکے:

حالیہ دنوں میں فرانس میں سرکاری سطح پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کر کے مسلمانوں کے ایمانی جذبات کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے اور اسے ”آزادی اظہار رائے“ کا نام دینے کی بھونڈی کوشش کی گئی۔ اس موقع پر دنیا بھر کے اہل اسلام کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا طرز عمل اور کون سی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے اس حوالے سے اختصار کے ساتھ چند تجاویز آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

سیاسی رہنما کیا کریں؟

دنیا بھر کے تمام مسلم ممالک کے سیاسی رہنماؤں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اس کے خلاف بھرپور اور موثر احتجاج ریکارڈ کرانا چاہیے۔

1: سفارتی تعلقات ختم کریں:

فرانس سے سفارتی تعلقات بالکلیہ ختم کرنے چاہییں کیونکہ بین الاقوامی سطح

پر سفارت کا شعبہ باہمی رواداری کے قیام کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے لیکن جب کوئی ملک کسی دوسرے ملک کے باشندوں کی دشمنی اور ان کی دل آزاری پر اتر آئے اور باہمی رواداری کی دھجیاں بکھیرنے لگے تو دوسری جانب سے تعلقات کسی صورت برقرار نہیں رکھے جاسکتے۔

2: اقتصادی تعلقات ختم کریں:

اسی طرح معاشی اور اقتصادی تعلقات کو بھی یکسر ختم کیا جائے، اقتصادی تعلقات کی بنیاد اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب کوئی ملک دوسرے ملک سے دشمنی مول نہ لے۔ فرانس نے گستاخانہ خاکوں کا انعقاد کر کے دنیا بھر کے تمام اسلامی ممالک سے اپنے تعلقات از خود خراب کیے ہیں ان سے اقتصادی تعلقات ختم کر کے ہم بھوکے پیاسے نہیں مریں گے اور اگر بالفرض بھوکا پیاسا مرنا بھی پڑا تو مر جائیں گے لیکن کسی ایسے ملک سے اقتصادی تعلقات کو کسی صورت قبول نہیں کرسکتے جو ملک سرکاری سطح پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے بنائے۔

3: بین الاقوامی اداروں میں توانا آواز اٹھائیں:

تمام دنیا کے اسلامی ممالک کے سیاسی رہنما فرانس سے سفارتی و اقتصادی تعلقات کو ختم کریں۔ قیامِ امن کے لیے قائم بین الاقوامی اداروں بالخصوص اقوام متحدہ کے سامنے تشویش کا اظہار کریں اور مسئلے کی حساسیت پر انہیں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے مجبور کیا جائے۔

تاجر برادری کیا کرے؟

تجارت بین الاقوامی سطح پر تعلقات کا مضبوط ترین ذریعہ ہے، اس لیے مسلم ممالک کی تاجر برادری فرانس کی تمام مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کرے۔ اس طرزِ عمل

سے فرانس کے علاوہ دیگر ممالک کو بھی سبق ملے گا اور آئندہ کوئی ملک ایسی ناپاک جسارت نہیں کر سکے گا۔

مسلمان تاجر برادی سے گزارش ہے کہ ہماری شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانی ہے۔ کیا ہم ان کی خاطر اپنے عارضی منافع نہیں چھوڑ سکتے؟ مال کیا ہے؟ ان کی خاطر تو جان تک کو قربان کیا جا سکتا ہے اس لیے بالخصوص آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ فرانس کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں، اگر کوئی مسلمان تاجر ان کی مصنوعات سے اپنا کاروبار چلا رہے ہیں تو اس کے متبادل کا انتظام کریں۔

عوام کیا کرے؟:

زبانِ خلق نقارۂ خدا ہوتی ہے، عوام کا احتجاج سب سے مؤثر ہوتا ہے اور جب عوام اپنے ساتھ اپنے سیاسی رہنماؤں کو بھی احتجاج میں شریک کر لے تو اپنے مطالبات منوا لیتی ہے، اگر مسلمان عوام مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن، ناانصافی اور ظلم کے خلاف آواز بلند کر سکتی ہے سڑکوں پر نکل سکتی ہے تو کائنات کے سب سے بڑے ظلم گستاخانہ خاکوں کے بارے سڑکوں پر کیوں نہیں آ سکتی؟

اس حوالے سے میری گزارش ہے کہ عوام ہر سطح پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرائے یہاں تک کہ فرانس میں موجود مسلمان اپنے نبی کی عزت و ناموس کے لیے اور اپنے آزادی اظہار رائے کے حق کو پر امن طریقے سے حاصل کریں، اگر سیاسی معاملات میں ریلیاں، دھرنے اور احتجاج ہو سکتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر اس سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔

میڈیا کیا کرے؟

رائے عامہ کی ہمواری میں میڈیا کا کردار بنیادی ہوتا ہے، میڈیا چوتھا ستون ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے اپنی اپنی بساط اور اختیارات کے

مطابق اس کو استعمال میں لانا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ سوشل میڈیا سے وابستہ افراد سوشل میڈیا پر اپنی صدائے احتجاج بلند کریں اور پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کے مالکان اس بارے مضبوط و مؤثر ترین لائحہ عمل کا اعلان کریں اور اس کے لیے عملی اقدامات بھی کریں۔ اخبارات میں خصوصی اشاعتوں کا اہتمام، ٹی وی پر خصوصی پروگرامز کا انعقاد کیا جائے۔

اس حوالے سے میری گزارش یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو لکھنے اور گفتگو کے لیے منتخب کیا جائے جو اسلام کی روح کو سمجھتے ہوں، معاملے کی حساسیت کا ادراک رکھتے ہوں اور اس کے حل کے لیے سنجیدہ اور مؤثر تجاویز پیش کر سکتے ہوں۔ فکری بے راہ روی کا شکار متجددین اور مستشرقین سے مرعوب نام نہاد دانشور قوم کی رہنمائی ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ الٹا معاملہ کو غلط رخ دیتے ہیں۔

علماء کرام کیا کریں؟

مسلمان قوم اپنے مذہبی پیشواؤں کے حکم پر ہمیشہ لبیک کہتی ہے، یہ مسئلہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا۔ اس بارے سب سے زیادہ حق ان لوگوں کا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے وراث ہیں، نبی کے علم، عمل، تزکیہ اور منبر کے وارث ہیں۔ اس حوالے سے میری گزارش یہ ہے کہ خطباتِ جمعہ اور دیگر مذہبی اجتماعات میں عوام کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں اور قوتِ دلیل اور طاقتِ عشق سے اس فریضے کو ادا کریں۔ درسِ قرآن، درسِ حدیث، درسِ فقہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرامز، عوامی اجتماعات، کانفرنسز، سیمینارز، جلسے اور جلوسوں، ریلیوں اور دھرنوں، اخبارات اور ٹی وی پروگراموں میں علماء کرام اس معاملے کو ترجیحی بنیادوں پر اٹھائیں۔ پُرامن طریقوں سے اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہر طبقے کو اس کا احساس دلائیں کیونکہ دین کی بنیاد محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور یہ نہ

رہے تو خالی نقوش کسی کام کے نہیں رہتے۔

فرانسیسی مصنوعات کی فہرست:

فرانس کی مصنوعات کی ایک فہرست درج ذیل ہے، ان کا بائیکاٹ کریں۔

1: LU کمپنی کے تمام بسکٹس- TUC, Bakeri, Orieo, Gala, Party, Prince, Candy وغیرہ

2: BIC کمپنی کی تمام اشیاء۔ شیونگ ریزر، سٹیشنری، لائٹر وغیرہ

3: Total کمپنی کے پٹرول پمپس، انجن آئل وغیرہ

4: Garnier کمپنی کی تمام مصنوعات۔ کریمیں، لوشن، ہئیر کلر وغیرہ

5: L'Oreal کمپنی کی تمام مصنوعات۔ شیمپو، کنڈیشنر، کاسمیٹکس وغیرہ

6: Chloe کمپنی کے پرفیومز، کپڑے، جوتے وغیرہ

7: Ibis ہوٹلز

8: Carefour سپر مارکیٹ۔

اگر کسی دکان یا مارکیٹ میں گستاخوں کی مصنوعات دیکھیں تو مالکان سے شکایت کریں، انہیں آمادہ کریں کہ یہ چیزیں شیلف سے ہٹا دیں۔ اور وہاں لکھ کر لگائیں کہ گستاخی کی وجہ سے یہ مصنوعات ہٹائی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

پیر، 26 اکتوبر، 2020ء

نبی کریم ﷺ کے بنیادی حقوق (حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ ہر آن ، ہر لحظہ ، ہر گھڑی اور ہر لمحہ اپنے محبوب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات میں مسلسل اضافہ اور بلندیاں عطا فرمائے اور آپ کو ''مقامِ محمود'' تک پہنچائے۔

13: نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیرہواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر کثرت کے ساتھ درود و سلام پیش کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 56

ترجمہ: (خود) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی ذاتِ بابرکات) پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا رحمت (درود) بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور مراد اس سے رحمتِ خاصہ ہے جو آپ کی شانِ عالی کے مناسب ہے۔ اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اسی طرح جس رحمت کے بھیجنے کا ہم کو حکم ہے اس سے مراد اُس رحمتِ خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورے میں ''درود'' کہتے ہیں۔ اور اس دعا کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتبِ عالیہ میں بھی ترقی ہو سکتی ہے اور خود دعا کرنے والے کو

بھی نفع ہوتا ہے۔"

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرىٰ فِي وَجْهِهِ فَقُلْنَا إِنَّا لَنَرَى الْبُشْرىٰ فِي وَجْهِكَ ۔ فَقَالَ إِنَّهُ أَتَانِي الْمَلَكُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

سنن النسائی، رقم الحدیث: 1207

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کی کہ آپ کے رب تعالیٰ فرماتے ہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو اس بات پر خوشی نہ ہو گی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ہدیہ درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر سلام پیش کرے گا میں دس بار اُس پر سلامتی نازل کروں گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عَشْرًا صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ مِائَةً وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِائَةً كَتَبَ اللّٰہُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ بَرَاءَةً مِنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَةً مِنَ النَّارِ وَأَسْكَنَهُ اللّٰہُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الشُّهَدَاءِ.

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: 7235

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس پر سو مرتبہ

رحمت بھیجتے ہیں اور جو شخص مجھ پر سو بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر لکھ دیتے ہیں کہ یہ شخص نِفاق (منافقت) سے بھی بَری ہے اور جہنم سے بھی بَری ہے اور قیامت والے دن اس کا حشر و نشر شہیدوں کے ساتھ فرمائیں گے۔

جو شخص دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر درود و سلام پیش کرتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک فرشتوں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سُنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهُ.

جلاء الافہام

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا میں اس کو خود سنوں گا اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجے گا وہ مجھ تک (ملائکہ کے ذریعے) پہنچا دیا جائے گا۔

14: نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر استشفاع کرنا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چودھواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر جا کر دعا کی درخواست کرے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 64

ترجمہ: اور ہم نے جو رسول بھی ان کی امت کی طرف بھیجا ان کا اس کے سوا کوئی

اور مقصد نہیں تھا کہ اس رسول کی اللہ کے حکم کے مطابق اطاعت کی جائے۔ اور جب اُن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت آپ کے پاس آکر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

فائدہ: استشفاع کا معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے دعا کی درخواست کرنا۔ یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آج بھی روضہ اطہر پر حاضری کے وقت باقی ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دُنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم سے ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا (دیہاتی) آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیتِ مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار (شخص) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ

آواز آئی " قد غفر لك "یعنی مغفرت کر دی گئی۔

معارف القرآن، تحت آیت ھذہ

عَنْ مَالِكٍ الدَّارِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ (وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الطَّعَامِ) قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: اِئْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَسْقَوْنَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ عَلَيْكَ الْكَيْسُ۔ فَأَتَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.

المصنف لابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث: 32665

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیرِ خوراک حضرت مالک الدار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آگیا۔ ایک شخص (حضرت بِلال بن حارث مُزَنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی اور ان سے کہو: تم پر (حکمت و) دانائی لازم ہے۔ یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

15: نبی کریم ﷺ کے توسل سے دعا مانگنا:

امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پندرہواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دے کر اللہ سے دعا مانگے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي فَقَالَ إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ فَقَالَ ادْعُهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث: 1385

ترجمہ: حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ اللہ سے میرے لئے عافیت اور تندرستی کی دعا مانگیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چاہو تو آخرت کے لئے دعا مانگوں، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور چاہو تو (ابھی) دعا کر دوں؟ اس نے عرض کی: دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا مانگو: [دعا کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:] اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے، اے محمد! میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کی اپنی اس حاجت کے سلسلہ میں تاکہ یہ حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے بارے میں قبول فرمالیجئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 2 نومبر، 2020ء

جسمانی صحت کے لیے کھیل کود کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار "اِنسان" جسم اور روح سے مرکب ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے جسم بھی اور روح بھی۔ بحیثیت مسلمان ہم میں سے ہر شخص کیلیے اپنے جسمانی اَعضاء اور اَعصاب کو مضبوط، صحت مند، چاق و چوبند، طاقت وَر اور متوازن رکھنے کے ساتھ ساتھ خود کو روحانی بیماریوں اور باطنی خرابیوں سے بچانا از حد ضروری ہے۔

خانقاہیں اور کھیلوں کے میدان:

جیسے روحانی تربیت کے لیے خانقاہوں کا ہونا ضروری ہے تا کہ روح میں پیدا ہونے والی باطنی بیماریوں اور اَخلاقی اَمراض سے حفاظت ہو سکے ایسے ہی جسمانی تربیت کے لیے صحت مند اور مفید کھیلوں کے کھلے میدان بھی ضروری ہیں تا کہ جسمانی بیماریوں سے حفاظت ہو سکے۔

جسمانی صحت کا مدار خوراک اور ورزش:

اس حوالے سے سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ انسان کا صحت مند ہونا ضروری ہے اور صحت کا دار و مدار جسمانی توازن (فٹنس) پر منحصر ہوتا ہے۔ جسم چُست ہو، پُھرتیلا ہو اور مضبوط ہو تا کہ ذہنی تناؤ، تھکاوٹ، سُستی، بے چینی اور بوجھل پن جیسی مصیبتوں سے جان چھوٹ سکے اور جسم تبھی چُست رہے گا جب خوراک کے شرعی آداب اور طبی اصولوں کو اپنا جائے۔

کھانے کے شرعی آداب:

1: خوراک حلال ہو۔ یعنی حلال کی کمائی سے شرعاً حلال چیزیں ہوں۔

2: خوراک کا مقصد بدن کو قوت دینا ہو اور بدن کو قوت دینے کا مقصد عبادات کی ادائیگی ہو۔

3: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا

4: دستر خوان بچھا کر اس پر کھانا کھانا

5: جوتے وغیرہ اتار کر کھانا

6: شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا

7: عیب نہ نکالنا

8: داہنے ہاتھ سے کھانا

9: لقمہ مناسب مقدار میں بنانا

10: اپنے سامنے سے کھانا

11: برتن کے اطراف و کناروں سے کھانا بیچ میں سے نہ کھانا

12: خوب اچھی طرح چبا کر کھانا

13: دستر خوان پر گرے ہوئے ٹکڑے اٹھا کر کھانا

14: بہت زیادہ گرم کھانا نہ کھانا

15: کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہ مارنا

16: کھانا کھاتے وقت اچھی اچھی باتیں کرنا

17: ٹیک لگا کر نہ کھانا

18: کھانے کے بعد برتن صاف کرنا

19: انگلیوں اور منہ کو صاف کرنا

20: کھانے کے بعد دعا پڑھنا الحمدللہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین

21: کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

22: کلی کرنا

23: ضرورت ہو تو دانتوں میں خلال کرنا

پینے کے شرعی آداب:

1: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پینا

2: بیٹھ کر پینا

3: دیکھ کر پینا

4: موسم کے مطابق قدرے ٹھنڈا اور میٹھا پانی پینا

5: صاف پانی پینا

6: دائیں ہاتھ سے پینا

7: کم از کم تین سانس میں پینا

8: ٹوٹے ہوئے برتن میں نہ پینا

9: پیتے وقت برتن میں سانس نہ لینا

10: پینے کے بعد کی دعائیں پڑھنا۔

فائدہ: پانی وغیرہ پینے کے بعد: (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا) اور دودھ پینے کے بعد (اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ) پڑھنا۔

کھانے پینے کے طبی اصول:

1: خوراک تازہ اور سادہ ہو۔ کوشش کی جائے کہ دیسی خوراکیں استعمال کی جائیں۔

2: خوراک مناسب استعمال کی جائے یعنی پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے بلکہ کچھ نہ

کچھ بھوک ابھی باقی ہو کہ کھانا چھوڑ دیا جائے۔

3: کھانے کے اوقات کار متعین کیے جائیں بے وقت کا کھانا جسمانی صحت کے لیے زہر ہوتا ہے۔

4: کھانے میں پانی کا استعمال مناسب وقت میں کیا جائے کھانے کے بالکل آخر میں پیٹ بھر کر پانی پینا بہت ساری بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔

5: ممکن ہو تو موسمی پھل کھائیں۔

6: بقدرِ وسعت مقوی جسم ڈرائی فروٹ استعمال کریں۔

7: بغیر بھوک کے کھانا نہ کھایا جائے۔۔

8: کھانے کو ہضم کرنے کے لیے چہل قدمی وغیرہ کرنا ضروری ہے۔

9: کھانے کے فورا بعد سو جانا صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

10: ہلکی پھلکی مفید ورزش کا اہتمام کیا جائے۔

جسمانی صحت کے لیے کھیل کود:

جسمانی صحت کے لیے جیسے خوراک بہت اہم چیز ہے اسی طرح ورزش اور کھیل کود کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس حوالے سے احادیث مبارکہ میں چند کھیلوں کا تذکرہ ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہر اُس کھیل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جس کے مقاصد میں جسمانی طور پر خود کو تندرست رکھنا اور غلبۂ دین کے لیے چُست رکھنا شامل ہے۔

چار کھیل:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَجَابِرَ بْنَ عُمَيْرٍ الْأَنْصَارِيَّيْنِ يَرْمِيَانِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا: لِصَاحِبِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ اللهِ فَهُوَ لَهْوٌ وَلَعِبٌ إِلَّا

أَرْبَعَ مُلاَعَبَةُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَتَأْدِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ وَمَشْيُهُ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ وَتَعْلِيمُ الرَّجُلِ السَّبَّاحَةَ.

السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:8890

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دو انصاری صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ اور جابر بن عمیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ دونوں تیر اندازی کر رہے تھے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ لہو ولعب ہے۔ ہاں! چار ایسی چیزیں ہیں جو لہو ولعب میں شامل نہیں۔ شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، اپنے گھوڑے کو سدھانا، متعین کردہ دو جگہوں کے درمیان دوڑ لگانا اور تیراکی کرنا۔

میاں بیوی کی باہمی تفریح طبع:

اسلام میں میاں بیوی کے حلال جنسی تعلق کی بہت قدر و منزلت ہے کیونکہ یہی حلال تعلق ہی دونوں کو بدنگاہی، حرام کاری اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ میاں بیوی آپس میں جی بہلانے، تسکین نفس حاصل کرنے اور حصول اولاد کے لیے جب ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے ہیں تو ان کا یہی کام صدقہ اور عبادت بن جاتا ہے اور اس پر ان دونوں کو اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شوہر اپنی بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بیوی اپنے شوہر کو محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

گھوڑا سدھانا:

گھڑ سواری کو اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے، اس سے جسم کی پوری ورزش کے ساتھ ساتھ ہمت، جرات، مہارت، خود اعتمادی اور بلند حوصلگی جیسی صفات

پیدا ہوتی ہیں اس لیے اسلام میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ غلبہ دین کے لیے گھوڑا پالنا، سدھانا اور اس پر سواری کی مشق کرنا سب باعث اجر و ثواب اور ذریعہ نجات ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں گھوڑا پالا، تو اس گھوڑے کا دانہ پانی حتی کہ لید، گوبر اور پیشاب بھی قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں تولے جائیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت رکھ دی ہے۔

دوڑ لگانا:

دوڑنے سے جسم میں پھرتی اور اعصاب میں پختگی پیدا ہوتی ہے، چست اور صحت مند انسان ذہنی اور جسمانی طور پر ہوشیار اور چاق وچوبند رہتا ہے اور بیماریوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ تیز قدموں سے چلنے اور دوڑنے کی وجہ سے خوراک جزو بدن بن کر جسم کو طاقت بخشتی ہے۔ اس لیے اسلام میں دوڑنے اور دوڑ کا مقابلہ لگانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما میں دوڑنے کا مقابلہ ہوا، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ آگے نکل گئے، تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ان دونوں کا دوڑ کا مقابلہ ہوا تو اس بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے نکل گئے۔ اب کی بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی جملہ دہرایا: رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا۔

تیراکی:

ماہرین کی تحقیق کے مطابق تیراکی سے بلڈ پریشر کنٹرول اور جسمانی اعضاء مضبوط ہوتے ہیں ایک حدیث مبارک میں اسے مومن کا بہترین کھیل قرار دیا گیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تیراکی کا مقابلہ کرنا ثابت ہے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم حالت اِحرام میں تھے مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے آؤ غوطہ لگانے کا مقابلہ کرتے ہیں دیکھتے ہیں کہ کس کا سانس زیادہ لمبا ہے۔

سالانہ تین روزہ کھیلوں کا مقابلے:

شرعی حدود اور اخلاقی قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے ہم نے اپنے ادارے مرکز اھل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان میں سالانہ تین روزہ کھیلوں کے مقابلوں کا انعقاد کیا۔ جس میں اساتذہ، طلبہ اور عملہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان دنوں میں مجلس ظرافت کے ساتھ ساتھ درج ذیل کھیلوں کے مقابلے ہوئے۔

1: دوڑ

2: والی بال

3: بیڈ منٹن

4: باڈی (وانجھو)

5: کوڈی

6: فریسبی

مقابلوں کے اختتام پر علماء کرام، معززین علاقہ اور سیاسی وسماجی رہنماؤں نے بھرپور شرکت کی، مقابلوں کے شرکاء کی حوصلہ افزائی کی۔ اس موقع پر ٹرافیاں تقسیم کی گئیں۔

فرق یہ ہے کہ:

لیکن یہ کھیل برائے کھیل نہیں تھے کہ جس میں مشغول ہو کر عبادات میں کمی آئی ہو۔ سال بھر کے یومیہ معمولات: مسنون اعمال کی پابندی، تہجد، تلاوت قرآن، ذکر و اذکار، نوافل اور دعا و مناجات میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

تین روزہ روحانی اجتماع اور کھیلوں کے مقابلے:

ہم روحانی و اخلاقی تربیت کے لیے تین دن کا خانقاہی اجتماع کرتے ہیں اور جسمانی صحت کے لیے تین دن کے کھیلوں کے مقابلے کو انعقاد کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے روحانی تربیت ضروری ہے اسی طرح جسمانی صحت کے لیے کھیلوں کی سرگرمیاں بھی ہونی چاہییں کیونکہ روحانی اعمال کی ادائیگی کے لیے جسمانی صحت بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 9 نومبر، 2020ء

قرض کے احکام و آداب

اللہ تعالیٰ نے جو دین نازل فرمایا ہے اس میں عقائد، عبادات ، معاملات ، معاشرت اور اخلاقیات سب کے سب اہم ہیں۔ کسی میں بھی کوتاہی نہیں برتنی چاہیے اسلامی تعلیمات میں عقائد کی درستگی اور عبادات کے بعد جس چیز پر زور دیا گیا ہے وہ باہمی معاملات ہیں۔ معاملات کو سدھارنے کی تاکید اس لیے کی گئی ہے کہ اس کو اُخروی نجات میں بہت دخل ہے کیونکہ جس طرح مسلمان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا ہونا بہت ضروری ہے اس طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا نامہ اعمال حق تلفی اور بدمعاملگی سے پاک وصاف ہو۔ اگر کسی شخص کے نامہ اعمال میں عبادات کی نیکیاں تو موجود ہوں لیکن دوسروں کے حقوق کی پامالی کی برائیاں بھی ہوں تو جنت اور رضائے الٰہی کا حصول مشکل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی عزیز ترین جان بھی اللہ کے راستے میں قربان کرے بلکہ بار بار قربان کرے یعنی درجہ شہادت پر فائز ہو جائے اتنی بڑی سعادت کے باوجود اگر اس نے کسی کا حق ادا نہ کیا جو اس کے ذمہ واجب الادا تھا تو ایسا شخص جنت کی نعمتوں سے محروم رہے گا تاوقتیکہ اس کے ورثا اس کی طرف سے اس کے حق کو ادا کر دیں۔ ذیل میں قرض سے متعلق چند احکام و آداب ذکر کیے جا رہے ہیں جن پر عمل کر کے ہم دنیاوی منافع کے حصول کے ساتھ ساتھ اخروی عذاب سے بھی نجات پاسکتے ہیں۔

شدید مجبوری کے بغیر قرض نہ لیں:

ہماری زندگی میں کچھ چیزوں کا تعلق ہماری بنیادی ضروریات کے ساتھ ہے اور کچھ چیزوں کا تعلق ہماری خواہشات کے ساتھ ہے۔ انسان کو اپنا مزاج بنانا چاہیے کہ

اپنی ضروریات کو میانہ روی سے پورا کرنے کی کوشش کرے اس کے لیے بسا اوقات انسان کو قرض بھی لینا پڑ جاتا ہے جس کی شرعاً اجازت ہے۔ باقی رہیں خواہشات کبھی تو یہ جائز اور مباح ہوتی ہیں اور کبھی ناجائز اور حرام۔ جہاں تک تعلق ہے مباح خواہشات کا تو ان کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق پورا کرنے میں حرج نہیں اور گناہ بھی نہیں البتہ ناجائز اور حرام خواہشات کو مالی حیثیت کے باوجود بھی پورا نہیں کرنا چاہیے چہ جائیکہ قرض لے کر انہیں پورا کیا جائے۔

قرض کے معاملے کو لکھ لیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ ؕ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 282

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کسی متعین مدت کے لیے ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

قرض کے معاملے پر گواہ بنالیں:

وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی ؕ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 282

ترجمہ: اور اپنے میں سے دو مردوں کو (اس معاملے پر) گواہ بنالو۔ اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو تاکہ ان دو میں سے ایک عورت بھول بھی جائے تو دوسری اسے یاد کرادے۔

سودی قرض کا معاملہ نہ کریں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4100

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے (لینے) والے پر، کھلانے (دینے) والے پر، سودی معاملے کو لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر لعنت (رحمت سے دوری کی بد دعا) فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

قرض کی ادائیگی کی نیت کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى (أَدَّاهَا) اللهُ عَنْهُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2387

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے مال (ادھار) لیتے وقت ادائیگی کی نیت رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ادائیگی والا معاملہ آسان فرما دیتے ہیں۔

قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2287

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار شخص کا ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے۔

فائدہ: جس شخص کے پاس قرض کی ادائیگی کے اسباب موجود ہوں اور اس کے باوجود بھی قرض ادا نہ کرے تو وہ ظالم ہے۔

قرض کا مطالبہ نرمی سے کریں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2076

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور (قرض کی) وصول یابی میں نرمی سے کام لیتا ہے۔

قرض دار کو مہلت / کچھ معاف یا سارا معاف کر دیں:

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:280

ترجمہ: اگر قرضدار تنگدست ہو تو اسے خوشحال ہونے تک مہلت دینی چاہیے اور اگر (قرض دار کو قرض) صدقہ ہی کر دو (یعنی اس کو سارا معاف کر دو یا جس قدر گنجائش ہو اتنی مقدار ہی معاف کر دو) تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم اس بات کی اہمیت جانتے ہو تو۔

قرض دار یہ دعا کریں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ مُكَاتَبًا جَاءَهُ فَقَالَ: إِنِّي قَدْ عَجَزْتُ عَنْ مُكَاتَبَتِي فَأَعِنِّي قَالَ: أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلِ صِيرٍ دَيْنًا أَدَّاهُ اللهُ عَنْكَ۔ قَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3563

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کے پاس ایک مکاتب آیا اور کہا میں بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز آگیا ہوں۔ میرے ساتھ تعاون کریں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ دعا بتلاتا ہوں جو مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائی تھی۔ اگر آپ پر صیر پہاڑ کے برابر مقدار میں بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا انتظام فرمادیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو! اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ اے اللہ! آپ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان سے بچا کر مجھے وہ عطا فرمایئے جو آپ کی حلال کردہ ہیں اور مجھے اپنی ذات کے علاوہ ہر کسی سے بے نیاز فرمادے۔

قرض دار کو مقروض بوقتِ ادائیگی یہ دعا دیں:

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ أَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ۔

السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: 6236

ترجمہ: حضرت اسماعیل بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس ہزار کا قرض لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قرض مجھے ادا کرتے ہوئے یوں دعا دی: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ۔ اللہ تعالیٰ تیری ذات، تیرے اہل و عیال اور تیرے مال میں برکتیں عطا فرمائے۔

قرض دار شہید کا معاملہ:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَيْثُ تُوضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ

بَيْنَ ظُهْرَيْنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ، ثُمَّ طَأْطَأَ بَصَرَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا نَزَلَ مِنَ التَّشْدِيدِ؟ قَالَ: فَسَكَتْنَا يَوْمَنَا وَلَيْلَتَنَا فَلَمْ نَرَهَا خَيْرًا حَتَّى أَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا التَّشْدِيدُ الَّذِي نَزَلَ؟ قَالَ: فِي الدَّيْنِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَقْضِيَ دَيْنَهُ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 22493

ترجمہ: حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ مسجد نبوی کے صحن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے، جہاں جنازے رکھے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک اپنی نظر مبارک اوپر کی طرف اٹھائی اور جھکالی۔ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیسے کیسے سخت عذاب نازل ہو رہے ہیں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) ہم لوگ ایک دن اور ایک رات اس معاملے کے بارے میں (سہمے رہے اور) خاموش رہے مگر پھر ہم نے خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہ دیکھا (یعنی کوئی عذاب نازل نہ ہوا) دوسرے دن جب صبح ہوئی تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا کہ کیسے عذاب نازل ہونے کے بارے میں آپ فرما رہے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرض کے سلسلے میں (یعنی اس حوالے سے سخت احکام نازل ہو رہے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص راہِ خدا میں شہید کر دیا جائے اس کے بعد زندہ کیا جائے اور پھر شہید کر دیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے اور پھر زندہ ہو جائے

اور اس کے اوپر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو پائے گا تا وقتیکہ اپنے قرض کو ادا نہ کرے (یا اس کی طرف سے ادا نہ کر دیا جائے)

قرض دار کا جنازہ:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: لَا۔ فَصَلَّى عَلَيْهِ۔ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرٰى فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ! قَالَ صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ۔ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 2295

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک میت لائی گئی تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا اس فوت ہونے والے شخص نے کسی کا قرضہ دینا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: نہیں۔ اس کے بعد دوسرا جنازہ لایا گیا آپ نے وہی سوال دہرایا کہ کیا اس نے کسی کا قرض ادا کرنا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ خود پڑھ لو۔ (میں نہیں پڑھاتا) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اس کی طرف سے قرضہ میں اتاروں گا میرے ذمہ ہو گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ شَابًّا سَخِيًّا وَكَانَ لَا يُمْسِكُ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ يُدَانُ حَتّٰى أَغْرَقَ مَالَهُ كُلَّهُ فِي الدَّيْنِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ لِيُكَلِّمَ غُرَمَاءَهُ فَلَوْ تَرَكُوا لِأَحَدٍ

لَتَرَكُوا لِمُعَاذٍ لِأَجْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ. رَوَاهُ سعيد فِي سُنَنِهٖ مُرْسلاً۔

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث:2918

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک سخی نوجوان تھے جن کے پاس کوئی چیز رکتی نہیں تھی (بلکہ اسے راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے اس وجہ سے) وہ قرض لیتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کا تمام مال قرض میں گھر گیا وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپ قرض خواہوں سے یہ فرمادیں کہ اگر وہ کسی کو معاف کر سکتے ہوں تو معاذ بن جبل اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے یعنی معاف کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا سارا مال قرض خواہوں کو بیچ دیا حتی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایک چیز بھی باقی نہیں بچی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہیں بچا تو ان کا کیا ہوگا؟ اس لیے ٹال مٹول سے کام نہیں لینا چاہیے اور قرضوں کی ادائیگی کی مناسب ترتیب بنا کر ادا کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکامِ شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 16 نومبر، 2020ء

نبی کریم ﷺ کی قُربت

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں آزمائشوں اور فتنوں سے محفوظ رکھے اور آخرت میں اپنی ناراضگی اور عذاب سے نجات عطا فرمائے۔ قیامت کا دن بہت سخت ہو گا اس دن ہر شخص اس فکر میں ہو گا کہ اس کے گناہ معاف ہو جائیں، اس کی نیکیاں قبول ہو جائیں، پل صراط سے عافیت سے گزر جائے، اَعمال نامہ دائیں ہاتھ میں مل جائے، مغفرت کا فیصلہ ہو جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ ان کا مدار اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے سے ہے اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو انسان کی نجات میں بہت بڑا دخل ہے جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت صحیح معنوں میں نصیب ہو گئی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو گی اور وہ شخص جنت داخل ہو جائے گا اور جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوئی اسے کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث مبارک میں چند ایسے خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کو قیامت والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قُربت نصیب ہو گی جس کی برکت سے وہ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور چند ایسے بد نصیب لوگوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جن سے قیامت والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں گے اور ان کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے جس کی وجہ سے وہ قیامت کی ہولناکیوں کا شکار ہو کر ذلت وخواری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

قیامت کے دن دو طرح کے لوگ:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ

مِنۡ أَحَبِّکُمۡ إِلَیَّ وَأَقۡرَبِکُمۡ مِنِّی مَجۡلِسًا یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ أَحَاسِنَکُمۡ أَخۡلَاقًا وَإِنَّ أَبۡغَضَکُمۡ إِلَیَّ وَأَبۡعَدَکُمۡ مِنِّی مَجۡلِسًا یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ الثَّرۡثَارُونَ وَالۡمُتَشَدِّقُوۡنَ وَالۡمُتَفَیۡهِقُوۡنَ قَالُوا: یَا رَسُولَ اللهِ قَدۡ عَلِمۡنَا الثَّرۡثَارُوۡنَ وَالۡمُتَشَدِّقُوۡنَ فَمَا الۡمُتَفَیۡهِقُونَ؟ قَالَ: اَلۡمُتَکَبِّرُوۡنَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2018

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے میں میرے سب سے زیادہ محبوب اور قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے اور قیامت والے دن مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے دور وہ لوگ ہوں گے جن کی زبانیں بے لگام ہوں گی، لوگوں کو بے عزت اور بے آبرو کرنے والے ہوں گے اور جو غرور تکبر میں مبتلا ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ ثرثارون (بدزبان) اور متشدقون (بداخلاق) کا معنی تو ہمیں معلوم ہے لیکن متفیھقون کے مرادی معنی آپ ارشاد فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد تکبر کرنے والے لوگ ہیں۔

حُسنِ اَخلاق کا وسیع مفہوم:

حُسنِ اَخلاق یہ ایسا جامع اور معنویت سے لبریز لفظ ہے جو تمام احکامِ شرعیہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ فحاشی و بے حیائی اور دیگر تمام گناہوں سے بچنا حُسنِ اَخلاق کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔

حُسنِ اخلاق کے لیے ضروری ہے کہ مخلوقِ خدا کے بارے انسان کے دل میں جذبۂ خیر خواہی موجود ہو، لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئے، اس کا کردار اچھا ہو اور اس کی گفتار سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

حُسنِ اَخلاق کے تین بنیادی اوصاف:

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَہُ اللہُ أَنَّہُ وَصَفَ حُسْنَ الْخُلُقِ فَقَالَ: هُوَ بَسْطُ الْوَجْهِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوفِ وَ كَفُّ الْأَذٰى۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2005

ترجمہ: امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ حُسنِ اَخلاق کے بنیادی اوصاف ذکر کرتے ہیں کہ بااخلاق شخص وہ ہے۔ 1: جو لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے۔ 2: ان سے بھلائی کا برتاؤ کرے۔ 3: انہیں تکلیف دینے سے خود بچائے۔

حُسنِ اَخلاق سب سے وزنی عمل:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللہَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2002

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے دن مومن کے نیک اعمال میں سے حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی نیک عمل زیادہ وزنی نہیں ہو گا اور بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی اور گندی باتیں کرنے والے شخص کو بہت ناپسند فرماتے ہیں۔

حُسنِ اَخلاق کی بدولت جنت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ: تَقْوَى اللہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2004

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ جنت میں زیادہ تر لوگ کس عمل کی وجہ سے جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا خوفی اور حسن اخلاق کی وجہ سے جائیں گے۔

خُلق حَسن، خُلق کریم اور خُلق عظیم:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں ایک جگہ یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ خُلق کی تین قسمیں ہیں: (1) خلق حسن (2) خلق کریم (3) خلق عظیم۔ خلق حسن یہ ہے کہ برائی کا بدلہ لیا جائے، خلق کریم یہ ہے کہ برائی کا بدلہ نہ لیا جائے بلکہ معاف کر دیا جائے جبکہ خلق عظیم یہ ہے کہ برائی کرنے والے کو معاف کرکے اس پر احسان بھی کیا جائے۔ تینوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

1: اَخلاقِ حسنہ کی تعلیم:

فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 194

ترجمہ: جو شخص تم پر زیادتی کرے (بشرطیکہ وہ کام شرعاً گناہ نہ ہو) تو تم بھی اس سے اسی کے برابر بدلہ لے لو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

2: اَخلاقِ کریمانہ کی تعلیم:

فَمَنۡ عَفَا وَ اَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ

سورۃ الشوریٰ، رقم الآیۃ: 40

ترجمہ: جو شخص (بدلہ لینے کے بجائے) معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ نے بطور احسان خود اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

3: اَخلاقِ عظیمہ کی تعلیم:

وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 134

ترجمہ: جو (بدلہ لینے کی قدرت کے باوجود) غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو (ان کی غلطیاں) معاف کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں سے محبت فرماتے ہیں۔

فائدہ: تفسیر عثمانی میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر اس طرح ملتی ہے کہ غصہ کو پی جانا ہی بڑا کمال ہے اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو بالکل معاف کر دیتے ہیں اور نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔

جو مسلمان حُسنِ اَخلاق کے وسیع تر اور جامع مفہوم کو سمجھ کر اس خوبی کو اپنے اندر پیدا کرلے وہ قیامت والے دن میدانِ محشر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے گا جس کا معنی یہ ہے کہ ایسے شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ملے گی اور جسے شفاعت نصیب ہو گئی اس کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی، نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں مل جائے گا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم سے پناہ اور جنت میں داخل ہونا نصیب ہو جائے گا۔ اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں، ملاقات کے وقت ہنس مکھ رہیں، تواضع اور محبت کا برتاؤ کریں۔ منہ پر ناگواری کے آثار نہ لائیں، لہجے میں تلخی نہ لائیں، گفتگو میں سختی نہ لائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے بارے نیک جذبات اور نیک نیتی کا رویہ رکھیں، جہاں تک ممکن ہو لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے اور انہیں سکھ دینے کی کوشش کریں کسی کو اپنی ذات بالخصوص اپنی زبان سے تکلیف نہ دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اَخلاق حسنہ، اَخلاقِ کریمانہ اور اَخلاقِ عظیمہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

پیر، 23 نومبر، 2020ء

نبی کریم ﷺ سے دوری

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں اپنے محبوب کی محبت، عقیدت اور اطاعت نصیب فرمائے اور روزِ محشر ان کی قربت اور شفاعت عطا فرمائے۔

روز محشر نبی کریم ﷺ سے دوری:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارک میں قیامت کے دن دو طرح کے لوگوں کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں ایک وہ جو اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب قریب رہیں گے اور آپ کے محبوب بنیں گے۔ دوسرے وہ جو اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور دور رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہوں گے۔ اس بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائیں۔

اَلثَّرْثَارُوْنَ (بدزبان):

قیامت والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا شکار ہونے والے بدنصیب لوگوں میں پہلے نمبر پر وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اپنی زبان پر کنٹرول نہیں کرتے۔

فضول اور بے مقصد باتیں کرتے ہوں گے اسی طرح اپنی زبان کو دیگر کبیرہ گناہوں سے نہیں بچاتے ہوں گے۔ مثلاً: جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش گوئی، گالم گلوچ، طنز و تشنیع، تحقیر و تمسخر وغیرہ۔

دنیا و آخرت میں ان گناہوں کی نحوست:

یہ وہ کبیرہ گناہ ہیں جن کی نحوست انسان کی دنیاوی زندگی پر بھی پڑتی ہے کہ ان سے انسان کا اعتماد، وقار، شخصیت اور ذاتی حیثیت معاشرے سے ختم ہو جاتی ہے اسی

طرح ان کی نحوست روزِ محشر بھی ظاہر ہو گی اور ایسا انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہے گا جس کا لازمی نتیجہ جہنم ہے۔

زیادہ تر لوگ جہنم کیوں جائیں گے؟

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ.. ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا نَبِيَّ اللهِ فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ قَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا. فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2616

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام نیکیوں کی بنیاد جاننا چاہتے ہو؟ حضرت معاذ نے عرض کی: جی ضرور۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان کو پکڑ کر فرمایا: اپنی زبان قابو میں رکھو۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ازراہ تعجب عرض کی: اے اللہ کے نبی! ہماری گفتگو کی وجہ سے ہماری پکڑ ہو گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعجب کو دور کرتے ہوئے فرمایا: معاذ! اللہ آپ کا بھلا کرے زیادہ تر لوگ اپنی بد گوئی کی وجہ سے جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے۔

آج ہم سب کو اس بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ہم اپنے آپ کو ان بد نصیبوں میں تو شامل نہیں کر رہے جو قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور اور آپ کی شفاعت سے محروم رہیں گے؟

اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ (بد تہذیب):

قیامت والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہنے اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ناراضگی کا شکار ہونے والے بدنصیب لوگوں میں دوسرے نمبر پر وہ لوگ ہوں گے جو بد تہذیب اور بد اخلاق ہوں گے۔

بد اخلاق لوگ:

لوگوں کو ذلیل کرنے والے، ان کی عزتوں کو تاراج کرنے والے، شرفاء کو بے آبرو کرنے والے اور دوسروں کو رسوا کرنے والے لوگ بھی انہی بدنصیبوں میں شامل ہوں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور اور آپ کی شفاعت سے محروم ہوں گے۔ اس لیے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اکثر اوقات خاموشی اختیار کرے تاکہ فضول باتیں اور کسی کی دل آزاری جیسے گناہ نہ ہونے پائیں یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں اس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔

اچھی بات کریں یا خاموش رہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6475

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھی باتیں کہے یا پھر خاموش رہے۔

اعضائے انسانی کی زبان سے التجا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ۔ رَفَعَهُ ۔ قَالَ: إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ: اِتَّقِ اللهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2407

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزانہ جب انسان بیدار ہوتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء اس کی زبان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں اے زبان! ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرنا بے شک ہمارا تیرے ساتھ تعلق ہے اس لیے کہ اگر تو درست رہی تو ہم سے صادر ہونے والے اعمال بھی درست رہیں گے اور اگر تو خراب ہو گئی تو ہم سے صادر ہونے والے اعمال بھی گناہ بن جائیں گے۔

دانا شخص کی علامت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتَ الْعَبْدَ يُعْطَى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلْقِي الْحِكْمَةَ۔

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: 1885

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے اور کم سے کم بولنے کی نعمت عطا کی گئی ہے تو تم اس کے قریب رہو اس لیے کہ وہ دانائی اور حکمت کی باتیں دل میں ڈالے گا۔

اکثر گناہوں کی جڑ:

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ...سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَكْثَرَ خَطَايَا ابْنِ آدَمَ فِي لِسَانِهِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 4584

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: انسان کے زیادہ تر گناہ زبان کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

اَلْمُتَفَیْہِقُوْنَ (متکبر):

قیامت والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا شکار ہونے والے لوگوں میں تیسرے نمبر پر متکبر لوگ ہوں گے۔ حدیث مبارک میں ہے متکبر شخص قیامت والے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہ کر غیض و غضب کا شکار ہو گا اور شفاعت سے محروم کر دیا جائے گا۔

تکبر ہے کیا؟

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِی قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ أَنْ یَکُونَ ثَوْبُہُ حَسَنًا وَنَعْلُہُ حَسَنَۃً قَالَ : إِنَّ اللّٰہَ جَمِیلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ۔ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:178

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بندہ جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو گا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ بندہ اچھے کپڑے اور اچھے جوتے کو پسند کرتا ہے (کیا یہ بھی تکبر ہے ؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ تکبر نہیں۔ اللہ جمیل ہیں اور حسن و جمال کو پسند فرماتے ہیں۔ تکبر یہ ہے کہ بندہ حق بات کو قبول نہ کرے اور (خود کو بڑا سمجھتے ہوئے) لوگوں کو ذلیل سمجھے۔

متکبر جنت نہیں جائے گا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِی قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1998

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر ہو اوہ جنت نہیں جائے گا۔

کتے اور خنزیر سے زیادہ بے حیثیت انسان:

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:7790

ترجمہ: حضرت عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: لوگو!تواضع و انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ جو شخص اللہ کو راضی کرنے کے لیے تواضع و انکساری اختیار کرے گا اللہ رب العزت اس شخص کو بلندیاں عطا فرمائیں گے وہ خود کو بے حیثیت سمجھتا ہو گا جبکہ لوگوں کی نظروں میں اس کی بڑی عظمت اور حیثیت ہو گی اور جو شخص تکبر اختیار کرے گا اللہ رب العزت ایسے شخص کو لوگوں کی نظروں میں حقیر و بے حیثیت بنادیں گے جبکہ وہ خود کو بہت بڑا سمجھتا رہے گا ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں کتے اور خنزیر سے زیادہ بے حیثیت ہو کر رہ جائے گا۔

تکبر سے بری شخص جنتی:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ ثَلَاثٍ الْكِبْرِ وَالْغُلُولِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1572

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تکبر، خیانت اور قرض سے بری ہونے کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

تکبر کا علاج:

عام طور پر تکبر علم، حسب ونسب، مال و دولت، حسن و جمال پر کیا جاتا ہے جبکہ یہ ساری چیزیں اللہ رب العزت کی محض عطا ہیں اس پر انسان کو اترانا اور تکبر کرنا زیب ہی نہیں دیتا۔ ایک حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کا علاج یہ بتلایا ہے کہ بندہ سلام کرنے میں پہل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ اوصاف اپنانے کی توفیق دے جن کی وجہ سے روز محشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو اور ان تمام برے افعال سے ہماری حفاظت فرمائے جن کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور آپ کی ناراضگی اٹھانی پڑے۔ یعنی حسن اخلاق عطا فرمائے اور بد زبانی، بد اخلاقی اور تکبر سے نجات عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 30 نومبر، 2020ء

شرک کی قباحت/دم و تعویذ کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ ہی ہمارے معبود، خالق، مالک، مختارِ کل، مشکل کشا اور حاجت روا ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی ہمارا خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ معبود و مسجود ہے نہ رازق و مختار ہے نہ ہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔

شرک کسے کہتے ہیں؟:

اللہ تعالیٰ کی ذات میں یا اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا جو صفت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص اور مقرر ہے۔

مشرک اللہ پر بہتان باندھتا ہے:

وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا ﴿۴۸﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ:48

ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

شرک ناقابل معافی جرم:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۱۶﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ:116

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائیں گے اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں ان میں سے جس کو چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو پکی بات ہے کہ وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

جنت حرام؛ جہنم واجب:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ: 72

ترجمہ: بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہراتا ہے اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔

مشرک کے اعمال بے کار:

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَ فِی النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ: 17

ترجمہ: یہی (مشرک) لوگ ہیں، ان کے اعمال بے کار اور رائیگاں ہو گئے اور یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے۔

مشرک ناپاک ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ: 28

ترجمہ: یقیناً اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے ناپاک ہیں۔

مشرک کی کوئی حیثیت نہیں:

وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّيْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

سورۃ الحج، رقم الآیۃ: 31

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، اب یا تو اسے پرندے اٹھا کر لے جائیں گے یا ہوا اسے دور دراز کی جگہ جا کر

پھینک دے گی۔

شرک بہت بڑا ظلم ہے:

اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۳﴾

سورۃ لقمان، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

شرک فی الصفات:

بعض لوگ اللہ کی ذات میں تو کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے یعنی شرک فی الذات سے بچتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک ٹھہرالیتے ہیں مثلاً: روزی دینا، اولاد دینا، پریشانیوں کو دور کرنا، خوشیاں دینا، نفع اور نقصان دینا یہ ایسے کام ہیں جن کا مالک صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔ اللہ کے ماسواء کسی کو بھی خواہ وہ ولی ہو یا نبی ہو، انسان ہو یا فرشتہ ہو، جاندار یا غیر جاندار، زندہ ہو یا مردہ الغرض کسی کو بھی یہ قدرت اور اختیار نہیں کہ وہ روزی دے، اولاد دے، نفع پہنچائے یا نقصان سے بچائے، پریشانیوں کو دور کرے یا خوشیاں عطا کرے۔

غیر اللہ سے مدد مانگنا:

یہ بات بھی اچھی طرح ذہن میں رکھ لیجیے کہ اسباب کو اختیار کیے بغیر مدد کرنا یہ اللہ رب العزت کا خاصہ ہے اگر کوئی انسان اللہ کے ماسواء کسی اور سے اس درجے کی مدد مانگتا ہے تو وہ توحید کی حقیقت سے غافل ہے۔

اور اگر ایسے کاموں میں مدد مانگتا ہے جو بندے کی طاقت میں داخل ہیں اور اسباب اختیار کرنے سے پورے ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں کسی سے مدد مانگنا شرک نہیں ہو گا۔ جیسے کسی بھوکے، پیاسے کو کھلا پلا کر اس کی مدد کرنا، کسی مریض کو دوائی دے کر اس کے مرض کو دور کرنے میں مدد کرنا وغیرہ۔

دم اور تعویذ جائز ہیں:

دم اور تعویذ بطور علاج جائز ہیں، بعض لوگ تعویذ ہی کو نفع یا نقصان کا مالک سمجھ لیتے ہیں جو کہ کسی صورت درست نہیں۔ نفع دینے اور نقصان سے بچانے میں اصل ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے لیکن اللہ رب العزت نے جیسے بعض دواؤں میں بعض بیماریوں کا علاج رکھ دیا ہے اور اسے اسباب میں داخل فرما دیا ہے اسی طرح بعض کلمات کو بعض بیماریوں کا علاج بنا دیا ہے اور اسے بھی اسباب میں داخل فرما دیا ہے۔

دم میں شرکیہ باتیں نہ ہوں:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ ! كَيْفَ تَرٰى فِي ذٰلِكَ فَقَالَ: اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ ، لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:5783

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں دم تعویذ وغیرہ کرتے تھے اس کے بارے ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایسا کرنا کیسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وہ کلمات دکھلاؤ جن سے تم دم اور تعویذ کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دم اور تعویذ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہاں اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ اس میں شرکیہ باتیں درج نہ ہوں۔

حدیث مبارک سے دم کرنے کا ثبوت:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا فِي سَفَرٍ فَمَرُّوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَاسْتَضَافُوهُمْ فَلَمْ يُضِيفُوهُمْ ، فَقَالُوا لَهُمْ : هَلْ فِيكُمْ رَاقٍ ؟ فَإِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ لَدِيغٌ، أَوْ مُصَابٌ

فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: نَعَمْ فَأَتَاهُ فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ الرَّجُلُ فَأُعْطِيَ قَطِيعًا مِنْ غَنَمٍ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا وَقَالَ: حَتَّى أَذْكُرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ مَا رَقَيْتُ إِلاَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَتَبَسَّمَ وَقَالَ: وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ ثُمَّ قَالَ: خُذُوا مِنْهُمْ، وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ مَعَكُمْ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:5784

ترجمہ: حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت ایک علاقے سے گزر رہی تھی، اس علاقے والوں سے کہا کہ ہم مسافر لوگ ہیں ہمیں مہمان بنالو تو انہوں نے مہمان بنانے سے انکار کیا۔ (اللہ تعالیٰ کی شان ہے جنہوں نے انکار کیا اُس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا یا کوئی بیماری لگ گئی جو علاج معالجہ ان کے پاس اس دور میں تھا کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ جن لوگوں کو ہم نے مہمان بنانے سے انکار کیا ان سے پوچھو شاید ان کے پاس کوئی علاج ہو؟) وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس آئے اور سارا معاملہ کہہ ڈالا کہ ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا یا یوں کہا کہ ہمارے سردار کو کوئی بیماری لگ گئی ہے ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ لوگوں میں سے کوئی بندہ علاج کر سکتا ہے؟ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جی ہاں! میرے پاس دَم موجود ہے میں اس کا علاج کروں گا، وہ وہاں چلے گئے سورۃ فاتحہ پڑھی اور سردار پر پھونک ماری، اللہ تعالیٰ نے سردار کو شفاعطا فرمادی۔ اس پر اُن لوگوں نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو (تقریباً تیس) بکریوں کا ریوڑ دیا جسے اس صحابی نے فوراً اپنے کام میں لانے سے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں اس بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں اس وقت تک استعمال میں نہیں لاؤں گا۔ وہ صحابی اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے صرف سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور (اس عمل کی تائید کرتے ہوئے ازراہ محبت) فرمایا: آپ کو کیسے پتہ چلا کہ سورۃ فاتحہ بطور دم بھی پڑھی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ ان بکریوں کو لے لو (یعنی اپنے استعمال میں لاؤ) اور ہاں ان میں میرا حصہ بھی رکھنا۔

فائدہ: مذکورہ بالا حدیث مبارک کو امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں کتاب الاجارہ کے تحت ذکر کیا ہے جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دم اور تعویذ پر اجرت لینا بھی درست ہے۔

جس طرح بعض مرتبہ دوائی اور طریقہ علاج بے اثر ہو جاتا ہے اسی طرح بعض مرتبہ دم اور تعویذ سے بھی کام پورا نہیں ہوتا۔

دم اور تعویذ کا فائدہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے:

عَنْ أَبِي خُزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوَى بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِيهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللهِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1991

ترجمہ: حضرت ابو خزامہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! تعویذ، دوا اور ڈھال کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں: کیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر کو بدل سکتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چیزوں سے جو فائدہ پہنچتا ہے وہ بھی تقدیر میں لکھے ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

بطور علاج دم اور تعویذ درست ہیں جیسا کہ دوائی بطور علاج استعمال کرنا درست ہے۔ اسے حرام یا شرک کہہ دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔

چند کبیرہ گناہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللهِ أَكْبَرُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ (ثُمَّ أَنْ) تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ قَالَ وَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4761

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے ہی تجھے پیدا فرمایا ہے۔ سوال کیا کہ اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو جائے گی۔ سوال کیا کہ اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا (بدکاری) کرے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تصدیق کے لیے سورۃ الفرقان کی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام والی زندگی اور ایمان والی موت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 7 دسمبر، 2020ء

کسبِ حلال

اللہ تعالیٰ ہمارے ”رازق“ ہیں یعنی تمام مخلوقات کو ساری ضروریاتِ زندگی عطا فرمانے والے ہیں۔ اپنے محض فضل و احسان کی وجہ سے اس رزّاق ذات نے تمام مخلوقات کی روزی کا ذمہ خود لے لیا ہے اور ہمیں رزقِ حلال کمانے کا حکم دیا ہے۔

اُس مسبب الاسباب ذات نے رزقِ حلال کو اِس دنیا (دار الاسباب) میں تحت الاسباب رکھا ہے لیکن ان اسباب کو اختیار کرنے میں محض عقل کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ شریعت کی تعلیمات کا مکلف بنا دیا ہے کیونکہ محض عقل حلال و حرام میں فرق اور تمیز نہیں کر سکتی جب تک کہ شریعت کی تعلیمات کو اس کے ساتھ دل و جان سے تسلیم نہ کر لیا جائے۔

حصولِ رزق کا معتدل اسلامی نظریہ:

اسلام وہ اعتدال والا دین ہے جس میں نہ افراط کی گنجائش ہے اور نہ ہی تفریط کی بلکہ اس کے تمام ارکان میں اعتدال ہی اعتدال ہے۔ نہ تو اسلام رہبانیت کا درس دیتا کہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہو اور نہ ہی نکمے پن اور بھکاری پن کو کسی صورت تسلیم کرتا ہے بلکہ کسبِ حلال کی نہ صرف ترغیب بلکہ حکم دیتا ہے۔ اسلام میں واضح طور پر اس کے تمام جائز ذرائع کی حوصلہ افزائی اور اس سے متعلق تفصیلی احکامات موجود ہیں۔

زبانِ فطرت کی صدا:

جس جہان میں ہم آباد ہیں اس جہان میں انسان کے علاوہ دیگر کئی جاندار و غیر جاندار مخلوقات ہیں: زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، حجر و شجر، آگ، پانی،

مٹی۔ بری / بحری اور فضائی جانور اور چرند و پرند وغیرہ سب کے سب خدا تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو کر اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں تو اشرف المخلوقات انسان کیوں عضو معطل کی طرح نکما اور بے کار بیٹھا رہے؟

احسانِ خداوندی:

انسان کے سمجھنے کے لیے ارض و سما کا فطری نظام بھی کافی تھا لیکن خدائے بزرگ و برتر کا احسان دیکھیے کہ ان سب کے باوجود حصولِ رزق کے لیے جائز ذرائع اپنانے کا واضح طور پر انسان کو حکم دیا:

وَ ابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ

سورۃ الجمعۃ، رقم الآیۃ:10

ترجمہ: اور اللہ کے فضل (روزی) کو کمانے کے لیے شرعاً جائز ذرائع استعمال کرو۔

حصولِ رزق کے جائز ذرائع:

جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ اسلام نے حصول رزق کے معاملے میں انسان کو عقل کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کو شریعت کی تعلیمات پر عمل کرنے کا پابند کیا ہے اور شریعت میں حصول رزق کے ذرائع میں ایسی وسعت رکھی ہے کہ ہر طبقے کا انسان اس میں شامل نظر آتا ہے۔ اجمالی طور پر ہم اسے چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: 1: تجارت 2: صنعت 3: زراعت 4: مزدوری

تجارت اور تاجر:

عَنۡ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1209

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر (روز محشر) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔

ذخیرہ اندوز تاجر ملعون ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2153

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائز طریقے سے نفع کمانے والے تاجر کو (برکت والا) رزق ملتا ہے جبکہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا اللہ کی رحمت سے خود کو دور کرنے والا (لعنتی) ہے۔

صنعت اور صنعت کار:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْتَرِفَ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:13200

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صنعت والے (مومن) کو پسند فرماتے ہیں۔

خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُنَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ (وَأَحْتَرِفُ) لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث 2070

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور خلیفہ منتخب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میری قوم یہ بات جانتی ہے کہ میرا تجارتی کاروبار ہے جو میرے اہل وعیال کے گزران کے لیے کافی ہے۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے انتظامی معاملات میں مشغول ہو رہا ہوں (اور اس وجہ سے خود کما نہیں سکتا) اس لیے میرے گھر والے بیت المال سے کھائیں گے اور میں مسلمانوں کا مالِ تجارت بڑھاتا رہوں گا۔

زراعت اور کاشت کار:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 2320

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان شجر کاری یا کھیتی باڑی کرتا ہے۔ اس سے پرندے، انسان اور جانور اپنی غذا حاصل کرتے ہیں تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔

مزدوری اور مزدور:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ قَالَ بَلَى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ ائْتِنِي بِهِمَا قَالَ فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَقَالَ مَنْ يَشْتَرِي هَذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ وَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ وَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ وَقَالَ

اشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلَى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ قَدُومًا فَأْتِنِي بِهِ فَأَتَاهُ بِهِ فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُودًا بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيعُ فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:1398

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے مالی امداد کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مالی تعاون کرنے کے بجائے انہی سے سوال کیا کہ آپ کے گھر میں کچھ سامان وغیرہ ہے؟ انصاری نے عرض کی: جی ہاں۔ ایک ٹاٹ ہے جس کے آدھے حصے کو میں نیچے بچھاتا ہوں اور دوسرے آدھے حصے کو اوپر لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ! وہ گھر گئے اور دونوں چیزیں لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو اپنے ہاتھ مبارک میں لیا اور حاضرینِ مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یہ دونوں چیزیں خریدنے کے لیے کون تیار ہے؟ ایک شخص نے عرض کی: میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں خریدنے کو تیار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی اس سے زیادہ قیمت میں خریدنے والا ہو تو بتائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دو تین بار دہرائی۔ ایک دوسرے شخص کہنے لگے: میں یہ چیزیں دو درہم میں خریدتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو درہم پیش کیے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

دونوں چیزیں دو درہم کے عوض اس کو بیچ دیں۔ اور وہ دو درہم اس انصاری کو دیتے ہوئے فرمایا: آپ ایک درہم سے اپنے اہل خانہ کے لیے کھانے پینے کا سامان خرید لو اور دوسرے درہم سے بازار سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ انصاری صحابی گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ایک درہم کا سودا سلف لے کر گھر دیا اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ ڈالا اور ان سے فرمایا: یہ کلہاڑی لو اور جنگل کی طرف چلے جاؤ، وہاں سے لکڑیاں کاٹو اور انہیں بیچو! مجھے پندرہ دن تک یہاں نظر نہ آؤ۔ وہ انصاری صحابی چلے گئے اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچتے رہے جب ان کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تو انہوں نے اپنے گھر والوں کے لیے کپڑے اور کھانے پینے کی اشیاء خریدیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کر کے کمانا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور قیامت کے دن چہرے پر اس بھیک کا داغ ہونے سے بہتر ہے۔

ہاتھ کی کمائی بہترین روزی:

عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ (أَحَدٌ مِنْ بَنِي آدَمَ) طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث 2072

ترجمہ: حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولادِ آدم میں کوئی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھا سکتا جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہو۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کمایا کرتے تھے۔

مزدور کی فضیلت:

عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ

صحیح البخاری، رقم الحدیث2074

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابو عُبید کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لکڑیوں کا گھٹا اپنی کمر پر لاد کر لائے (محنت والا کام کرے) یہ شخص اُس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ جس کے سامنے اس نے ہاتھ پھیلائے ہیں چاہے وہ اسے کچھ دے دے یا نہ دے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث2070

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے کام خود کیا کرتے تھے اور زیادہ محنت و مشقت کی وجہ سے ان کے جسم سے پسینہ بہتا جس کی وجہ سے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 14 دسمبر، 2020ء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اہل اسلام

اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان میں ایک مبارک نام حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا بھی ہے۔ اہل اسلام کے ہاں آپ علیہ السلام قابل احترام نبی و رسول ہیں۔ دنیا بھر میں ہر سال 25 دسمبر کو عیسائی لوگ آپ کی پیدائش سے منسوب کرتے ہیں اور Merry Christmas کے نام سے عید مناتے ہیں۔ اس موقع پر اہل اسلام بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں بنیادی حقائق و نظریات جاننا چاہتے ہیں۔ اس حوالے سے مختصر مگر جامع مضمون پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا:

آپ علیہ السلام کے نانا کا نام عمران ہے اسی سے سورۃ اٰلِ عمران ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی:

سابقہ انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں لوگ اپنی اولاد میں سے کسی ایک بیٹے کو دین کے لیے وقف کر دیا کرتے تھے۔ ان کی شریعت میں یہ جائز تھا باقی بیٹے دنیا کے کام کاج کرتے جبکہ ایک بیٹے کو خالص دین کے لیے وقف کر دیتے۔ حضرت عمران کی بیوی نے بھی اللہ تعالیٰ سے ایسی ہی سے منت مانی۔

اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۵﴾

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ: 35

ترجمہ: وہ واقعہ بھی یاد کریں جب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی یعنی) عمران کی

بیوی نے کہا: اے اللہ! جو میرے پیٹ میں حمل ہے (اگر یہ بیٹا پیدا ہوا تو) میں منت مانتی ہوں کہ تیری راہ میں وقف کر دوں گی۔ میری نذر کو قبول فرمایئے! آپ ہی دعا کو سننے (قبول کرنے) والے ہیں اور ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی امید سے تھیں کہ حضرت عمران فوت ہو گئے اس کے بعد حضرت مریم کی پیدائش ہوئی۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 36

ترجمہ: پھر جب (لڑکے کے بجائے) لڑکی پیدا ہوئی تو کہنے لگیں: اے میرے رب! مجھ سے لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے ہاں کس کی پیدائش ہوئی اور (وہ) لڑکا (جس کی نیت انہوں نے منت مانتے وقت کی تھی) اس (پیدا ہونے والی) لڑکی کے برابر نہیں۔ اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور (جب یہ اولاد والی ہو گی) اس کی اولاد کو (بھی) شیطان مردود سے حفاظت کے لیے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔

حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کو دودھ پلانے کے لیے دائی کا انتظام کیا گیا یا ان کو دودھ پلانے کی نوبت ہی نہیں آئی یہ بغیر دودھ پیے بچپن میں بڑھتی چلی گئیں۔ اس لیے قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑے اچھے طریقے سے پرورش کی یعنی بہت جلد جسم میں طاقت عطا فرمائی کہ اگر

عام بچی کی ایک مہینے میں ایسی پرورش ہوتی ہے تو وہ ایک دن میں ایسی تھیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت:

حضرت مریم کی والدہ اپنی بیٹی کو لیے بیت المقدس تشریف لے گئیں۔ وہاں علماء بنی اسرائیل موجود تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اگر مریم کے والد زندہ ہوتے، بیت المقدس کے امام تھے وہ خود اپنی بیٹی کی تربیت کرتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی خواہش یہ تھی کہ حضرت مریم کی کفالت میں کروں کیونکہ آپ کی بیوی حضرت مریم کی خالہ تھیں جبکہ باقی علماء کی بھی یہی خواہش تھی کہ مریم کی کفالت کی سعادت انہیں مل جائے۔

حق کفالت میں جھگڑا:

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

سورۃ ال عمران، رقم الآیۃ: 44

ترجمہ: اور آپ ان لوگوں کے پاس اس وقت موجود نہیں تھے جب وہ مریم کی حق کفالت کے لیے اپنی قلموں کو (دریا میں) ڈال رہے تھے (یعنی) جس وقت وہ لوگ اس معاملے میں جھگڑ رہے تھے آپ وہاں موجود نہیں تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے نام قرعہ:

”جب حضرت مریم نذر میں قبول کرلی گئیں تو مسجد کے مجاورین میں جھگڑا ہوا کہ انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے، آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے تھے چلتے پانی میں چھوڑ دیئے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بہے بلکہ الٹا پھر جائے اسی کو حقدار سمجھیں۔ اس میں بھی قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا اور حق حقدار کو پہنچ گیا۔“ (تفسیر عثمانی)

مریم علیہا السلام سے فرشتوں کی گفتگو:

حضرت مریم نہایت پاکباز، نیک، زاہدہ و عابدہ خاتون تھیں۔ آپ بچپن میں بھی خدا کا انتخاب تھیں اور جوانی میں بھی خدا کا انتخاب تھیں۔

وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓٮِٕكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصۡطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیات: 42، 43

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولیت بخشی ہے، پاکیزگی عطا کی ہے اور (اس زمانے کی) دنیا بھر کی خواتین میں منتخب فرما کر فضیلت بخشی ہے۔ (اس لیے) اے مریم! آپ اپنے رب کی اطاعت کرتی رہیں، اپنے رب کے حضور سجدہ کرتی رہیں اور رکوع کرتی رہیں ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

فائدہ: فرشتے کا کسی سے کلام کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ضرور نبی ہو گا۔

حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت:

حضرت مریم اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کی زیرِ تربیت آ گئیں۔ حضرت مریم بہت چھوٹی عمر میں بلوغ تک پہنچی ہیں۔ ایک کمرہ تھا وہاں حضرت مریم کی رہائش رکھی گئی آپ دعوت و تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے واپس آ کر کھانا وغیرہ دیتے لیکن ایک بار حضرت مریم جس کمرے میں تھیں اس کمرے کا جب دروازہ کھولا تو سامنے تازہ پھل نظر آئے، جن پھلوں کا وہ موسم نہیں تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے تعجب سے پوچھا: ﴿يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ﴾ اے مریم تالا بند ہے دروازے پہ تالا لگا ہے یہ پھل کہاں سے آئے؟ حضرت مریم نے جواب میں فرمایا: ﴿هُوَ مِنۡ

عِنۡدِ اللّٰہِ﴾ یہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔

مریم علیہاالسلام کے سامنے فرشتے کا انسانی شکل میں ظہور:

وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مَرۡیَمَ ۘ اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَہۡلِہَا مَکَانًا شَرۡقِیًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِہِمۡ حِجَابًا ۟ فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡہَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَہَا بَشَرًا سَوِیًّا ﴿۱۷﴾

سورۃ مریم، رقم الآیات:16،17

ترجمہ: اور اس کتاب میں مریم کے اس واقعے کا تذکرہ بھی کریں جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک مشرقی جانب کے مکان میں تشریف لے گئیں اور (یکسوئی سے عبادت کے لیے) اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ حائل کر دیا۔ اس موقع پر ہم نے مریم کے پاس ایک فرشتہ (حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو) بھیجا۔ جو اُن کے سامنے کے ایک مکمل انسان کی شکل وصورت میں ظاہر ہوا۔

حضرت مریم علیہاالسلام کی پاکدامنی:

قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾

سورۃ مریم، رقم الآیۃ:18

ترجمہ: مریم نے کہا میں تجھ سے خدائے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تجھ میں کچھ بھی خداخوفی ہے (تو مجھ سے دور ہو جا۔)

فرشتوں کی عادت یہی ہے کہ وہ جب بھی انسانی صورت میں رونما ہوتے ہیں تو نہایت حسین و جمیل اور خوب صورت شکل میں آتے ہیں جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعے میں بھی یہ بات موجود ہے۔ اور یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مریم کی عفت و پاکدامنی کا امتحان مقصود ہو کہ وہ نہایت خوبصورت جوان کو دیکھ کر اپنی عفت و پاکدامنی کو کیسے بچاتی ہیں؟ قرآن کریم نے حضرت مریم کی پاکدامنی اور عفت

کی منظر کشی جن خوبصورت الفاظ سے کی ہے وہ ہر عفت مآب خاتون کے لیے عملی زندگی کا ایک سنہرا سبق ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کو بچے کی خوشخبری اور اظہارِ تعجب:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾

سورۃ مریم، رقم الآیات:19، 20

ترجمہ: فرشتے نے جواب دیا: میں تو آپ کے رب کا بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں اور اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ کو (نسب، عادات و اخلاق کے اعتبار سے) پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے ازراہِ تعجب کہا کہ مجھے لڑکا کیسے پیدا ہو گا حالانکہ (میں نے اس کے جائز اسباب اختیار نہیں کیے یعنی) مجھے (جائز طریقے سے اس مقصد کے پیشِ نظر) کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور میں نے (اس کے ناجائز اسباب بھی اختیار نہیں کیے یعنی) میں بدکار عورت نہیں ہوں۔

اظہارِ قدرت کی تیسری صورت:

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسانوں کی پیدائش کے لیے جو عام ضابطہ بنایا ہے وہ یہ ہے کہ مرد و عورت کے باہمی جنسی ملاپ سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اس ضابطے کو دینی اور معاشرتی رنگ دینے کے لیے ادیانِ عالم میں اپنے اپنے مذہبی احکامات کی روشنی میں نکاح کا حکم اور طریقہ موجود ہے۔ اس فطری ضابطے کی پابندی مخلوق کے لیے لازمی ہے، خالق کے لیے نہیں بلکہ وہ قادرِ مطلق ذات ہے اگر چاہے تو اسی نظام سے پیدا فرمائے اور چاہے تو والدین کے بغیر ہی پیدا فرما دے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ذات نے آدم علیہ السلام کو مرد اور عورت دونوں کے بغیر تخلیق فرمایا۔ حضرت حوا کو بغیر عورت کے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

سورۃ مریم، رقم الآیۃ: 21

ترجمہ: فرشتے نے کہا کہ ایسے ہی ہو گا (یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہ رہا بلکہ) آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ میرے لیے یہ بالکل معمولی سی بات ہے اور ہم یہ کام اس لیے کریں گے کہ تاکہ اس (پیدا ہونے والے) بچے کو لوگوں کے لیے (قدرت خداوندی کی) نشانی بنائیں۔ اور اپنی طرف سے رحمت کا ذریعہ بنائیں اور یہ کام طے شدہ ہے (یعنی ازل میں) فیصلہ خداوندی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام امید سے ہو گئیں:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

سورۃ مریم، رقم الآیات: 22، 23

ترجمہ: حضرت مریم کو حمل ٹھہر گیا اور (جب بچے کی ولادت کا وقت قریب آیا تو) وہ اس کو لیے ہوئے لوگوں سے دور الگ مقام پر چلی گئیں۔ پھر درد زہ (زچگی کے درد) کی وجہ سے کھجور کے درخت کی طرف آئیں اور کہا: اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور مجھے ایسا بھلا دیا جاتا کہ کسی کو کچھ یاد ہی نہ رہتا۔

حضرت مریم علیہا السلام کو تسلی:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ

سورۃ مریم، رقم الآیات: 24، 25

ترجمہ: حضرت جبرئیل نے نیچے ایک جگہ سے آواز دے کر کہا: غم نہ کرو آپ کے رب نے آپ کے نیچے کی جانب ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر پکی ہوئی تازہ کھجوریں جھڑیں گی۔اب اس درخت سے کھاؤ اور (پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی رکھو۔

حضرت مریم علیہا السلام کی منت:

فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ﴿۲۶﴾

سورۃ مریم، رقم الآیۃ:26

ترجمہ: اور ہاں اگر کسی کو (اعتراض کرنے کے لیے اپنی طرف) آتا ہوا دیکھو تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے اللہ کے لیے (چپ کے) روزے کی منت مانی ہے اس لیے میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

فائدہ: چپ کا روزہ رکھنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں منسوخ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت:

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾

سورۃ مریم، رقم الآیات:27 تا 29

ترجمہ: پھر مریم اپنے بیٹے (عیسیٰ) کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں قوم کے لوگوں نے کہا اے مریم! تم نے بہت بڑی غلط حرکت کی۔ اے ہارون کی بہن نہ تیرے والد برے آدمی تھے اور نہ ہی تیری والدہ کوئی بدکار عورت تھی۔ مریم نے چپکے

سے بچے کی طرف اشارہ کیا (کہ مجھ سے نہیں بلکہ اس نو مولود بچے سے پوچھو جس پر) وہ لوگ کہنے لگے: بھلا ہم ایسے بچے سے کیسے پوچھ تاچھ کر سکتے ہیں جو ابھی گود میں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی گفتگو:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾

سورۃ مریم، رقم الآیات: 30 تا 36

ترجمہ: وہ بچہ خود ہی بول اٹھا کہ میں اللہ کا خاص بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (انجیل) دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے بابرکت انسان بنا دیا ہے (یعنی مخلوق خدا کو مجھ سے دین کا نفع پہنچے گا) اور جب تک میں اس دنیا میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا جس دن مجھے موت آئے گی اور جس روز میں (قیامت کے دن زندہ ہونے کی حالت میں) دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ یہی ہیں عیسیٰ بن مریم جس میں لوگ جھگڑا کر رہے ہیں میں اس سے متعلق بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے قطعاً یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے بلکہ وہ اس سے بالکل ہر طرح سے پاک ہے۔ وہ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو بس حکم دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ

کام اسی وقت ہو جاتا ہے۔ یقیناً میرا اور تم سب کا پروردگار اللہ ہے اس لیے اسی ہی کی عبادت کرو یہی (دین پر چل کر جنت جانے کا) سیدھا راستہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات:

مذکورہ بالا گفتگو سے جو باتیں سمجھ آتی ہیں، وہ یہ ہیں:

1. حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ کے بیٹے نہیں۔ یعنی اس میں عقیدہ ابنیت اور عقیدہ اُلوہیتِ مسیح کے نظریے کی واضح تردید ہے۔
2. حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحبِ کتاب نبی ہیں۔
3. حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد نبی ہیں۔
4. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود مبارک بہت برکتوں والا ہے۔
5. حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز/ روزہ (مراد تمام احکام خداوندی ہیں) کے پابند ہیں۔ آپ الہ نہیں ہیں کیونکہ الہ کسی اور کے حکم کا پابند نہیں ہوتا۔
6. حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے خدمت گزار رہے ہیں صرف والدہ کی بات فرمائی کیونکہ آپ بغیر والد کے تھے اس لیے ان کا ذکر نہیں فرمایا۔
7. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان سے معلوم ہوا کہ والدہ کی خدمت نہ کرنے والا سرکش اور بدبخت ہوتا ہے۔
8. حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائش سے لے کر روز محشر تک سراپا سلامتی ہیں۔ پیدائش کے وقت اپنی بے گناہ ماں کی صفائی بیان کر کے، لوگوں کے جھگڑے کا حل پیش کر کے، عقائد و نظریات کو بیان فرما کے، اَخلاق و آداب سکھلا کے، انجیل کے ذریعے احکامات سکھلا کے پہلے بھی سراپا سلامتی رہے اور قُربِ قیامت نازل ہو کر تمام فتنوں سے اس امت کو محفوظ فرما کے واقعی آپ سراپا سلامتی ہونے کا حق ادا کریں گے۔

9. حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو عیسیٰ بن مریم فرما کر عصمت نبوت کی دلیل ذکر فرمائی ہے وہ اس طرح کہ نبوت اور زنا والا نسب دونوں ایک ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکتے نبی کا نسب اگر اخلاقی طور پر عیب والا ہو تو یہ بات عقیدۂ عصمتِ نبوت کے خلاف ہے۔ اس لیے فرمایا کہ میرے نسب پر طعن نہ کرو میں واقعی "ابنِ مریم" ہوں۔ باقی یہودیوں اور مرزائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب میں یوسف نجار کا نام ذکر کر کے العیاذ باللہ آپ علیہ السلام کے ناجائز اولاد ہونے کی بات کی ہے وہ سراسر کفر ہے۔

10. حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عقیدہ توحید کی نزاہت و پاکیزگی کو بیان فرما کر اپنے "ابن اللہ" ہونے کی تردید کی ہے۔

11. حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو خالص توحید کا سبق دے کر صرف اسی ذات کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی کو جنت جانے کا سیدھا اور واحد راستہ قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام کی مشترکہ دعوت کو صدقِ دل سے قبول کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

پیر، 21 دسمبر، 2020ء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں ہمارا دینِ اسلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و توقیر کا درس دیتا ہے۔ گزشتہ قسط میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے اہل اسلام کے عقائد و نظریات کو قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ مزید عقائد و نظریات آئندہ ہفتے پیش کروں گا۔ ایفائے عہد کے پیش نظر پیش خدمت ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے 10 معجزات:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جن معجزات کو بیان فرمایا گیاہے مجموعی طور پر ان کی تعداد دس بنتی ہے۔ جن کو نمبر وار ذکر کیا جارہاہے۔

پہلا معجزہ...بغیر باپ کے پیدا ہونا:

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام جیسا قرار دیا گیاہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بغیر باپ کے حضرت مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے۔

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ:59

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال حضرت آدم جیسی ہے۔

مشابہت آدم کی مزید دو حیثیتیں:

1: حضرت آدم علیہ السلام بھی فرشتوں کے ساتھ کافی عرصہ رہے۔ اسی طرح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اُس وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہ رہے ہیں جب سے انہیں اس زمین سے آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا ہے اور قُربِ قیامت تک انہی فرشتوں کے ساتھ رہیں گے۔

2: حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین کی طرف نازل ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان سے زمین پر اتریں گے۔

دوسرا معجزہ... نومولودگی کی حالت میں کلام کرنا:

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی گفتگو اس حالت میں ہوئی کہ آپ نومولود تھے یہ وہ عمر ہوتی ہے جب بچہ کچھ بولنے پر قادر نہیں ہوتا آپ نے اسی عمر میں فصیح و بلیغ کلام فرمایا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے:

فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـًٔـا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ مَا كَانَ اَبُوۡكِ امۡرَاَ سَوۡءٍ وَّمَا كَانَتۡ اُمُّكِ بَغِيًّا ۖۚ ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتۡ اِلَيۡهِ ؕ قَالُوۡا كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَنۡ كَانَ فِى الۡمَهۡدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾

سورۃ مریم، رقم الآیات: 27 تا 29

ترجمہ: پھر مریم اپنے بیٹے عیسیٰ کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں قوم کے لوگوں نے کہا اے مریم! تم نے بہت بڑی غلط حرکت کی۔ اے ہارون کی بہن نہ تیرے والد برے آدمی تھے اور نہ ہی تیری والدہ کوئی بدکار عورت تھی۔ مریم نے (چپکے سے) بچے کی طرف اشارہ کیا (کہ مجھ سے نہیں بلکہ اس نومولود بچے سے پوچھو جس پر) وہ لوگ کہنے لگے: بھلا ہم ایسے بچے سے کیسے پوچھ تاچھ کر سکتے ہیں جو ابھی گود میں ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں یہ گفتگو فرمائی۔

قَالَ اِنِّىۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰٮنِىَ الۡكِتٰبَ وَجَعَلَنِىۡ نَبِيًّا ۙ ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِىۡ

مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾

سورۃ مریم، رقم الآیات: 30 تا 36

ترجمہ: وہ بچہ خود ہی بول اٹھا کہ میں اللہ کا خاص بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (انجیل) دی ہے اور اس نے مجھ نبی بنایا۔ اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے بابرکت انسان بنادیا ہے (یعنی مخلوق خدا کو مجھ سے دین کا نفع پہنچے گا) اور جب تک میں اس دنیا میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا جس دن مجھے موت آئے گی اور جس روز میں (قیامت کے دن زندہ ہونے کی حالت میں) دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ یہی ہیں عیسیٰ بن مریم جس میں لوگ جھگڑا کر رہے ہیں میں اس سے متعلق بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے قطعاً یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے بلکہ وہ اس سے بالکل ہر طرح سے پاک ہے۔ وہ جب کوئی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو بس حکم دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ کام اسی وقت ہو جاتا ہے۔ یقیناً میرا اور تم سب کا پروردگار اللہ ہے اس لیے اسی ہی کی عبادت کرو یہی (دین پر چل کر جنت جانے کا) سیدھا راستہ ہے۔

فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درج بالا گفتگو گزشتہ صفحات میں ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اب موضوع کی مناسبت سے دوبارہ بھی ذکر کر دی ہے۔

تیسرا معجزہ... مٹی سے پرندہ بنا کر اللہ کے حکم سے زندہ کرنا:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ایک بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ آپ مٹی سے ایک پرندے کی شکل بناتے پھر اس میں پھونک مارتے اور وہ پرندہ اللہ کے حکم سے جیتا جاگتا پرندہ بن جاتا۔

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 49

ترجمہ: اور (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے) بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آیا ہوں (اور وہ یہ کہ) میں تمہارے سے سامنے گارے (چکنی مٹی) سے پرندے کی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ (بے جان مٹی کا پتلا) اللہ کے حکم سے (جیتا جاگتا صحیح سالم) پرندہ بن جاتا ہے۔

چوتھا معجزہ... پیدائشی اندھے کی بینائی لوٹانا:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ایک بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ آپ (مادرزاد) پیدائشی لاعلاج اندھے پر ہاتھ پھیرتے تو اللہ کے حکم سے اس کی بینائی آجاتی۔ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 49

ترجمہ: اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے کو تندرست کر دیتا ہوں۔

پانچواں معجزہ... برص والے مریض کو صحت یاب کرنا:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ایک بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ آپ برص والے لاعلاج مریض پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے

تندرست ہو جاتا۔ وَ الۡاَبۡرَصَ

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ: 49

ترجمہ: اور میں برص والے (لاعلاج) مریض شخص کو تندرست کر دیتا ہوں۔

فائدہ: برص یہ ایک جِلدی بیماری ہے جس کی وجہ سے جسم کے اکثر حصے خاص طور پر چہرے، کمر، ہاتھوں اور پاؤں پر سفید سفید داغ نمودار ہوتے ہیں۔

چھٹا معجزہ... مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ایک بات یہ بھی ذکر فرمائی ہے کہ آپ مردوں کو مخاطب کر کے فرماتے کہ اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ تو وہ زندہ ہو جاتے تھے۔

وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ: 49

ترجمہ: اور میں مُردوں (جس میں بظاہر زندگی کے آثار دکھائی نہ دیں) کو زندہ کر دیتا ہوں۔

ساتواں معجزہ... بغیر دیکھے کھائی اور ذخیرہ کی ہوئی چیزوں کی خبر دینا:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ایک بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ آپ لوگوں کو یہ بتلا دیتے تھے کہ تم کون سی چیز کھا کر آئے ہو اور کون سی چیز گھر میں ذخیرہ کر کے آئے ہو

وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ

سورۃ اٰل عمران، رقم الآیۃ: 49

ترجمہ: اور تم لوگ اپنے گھروں سے جو چیز کھا کر آتے ہو یا ذخیرہ کر کے آتے ہو میں وہ (بغیر دیکھے ہی) تم کو سب (ٹھیک ٹھیک) بتا دیتا ہوں۔

آٹھواں معجزہ… پکے پکائے کھانوں کا دستر خوان اترنا:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ایک بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ آپ نے دعا فرمائی کہ آسمانوں سے پکے پکائے کھانوں کا دستر خوان نازل فرما۔ حدیث مبارک میں ہے کہ وہ دستر خوان نازل بھی ہوا۔

قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰہُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنۡکَ ۚ وَ ارۡزُقۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیۡ مُنَزِّلُہَا عَلَیۡکُمۡ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بَعۡدُ مِنۡکُمۡ فَاِنِّیۡۤ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُہٗۤ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۱۵﴾٪

سورۃ المائدۃ: رقم الآیات: 114، 115

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم پر آسمان سے (پکے پکائے کھانوں کا) دستر خوان نازل فرما جو ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے خوشی کا سامان بن جائے اور آپ کی طرف سے ایک بڑی نشانی (میری نبوت و رسالت کے حق ہونے پر ایک معجزہ) ہو۔ اور ہمیں یہ عظیم نعمت عطا فرما ہی دیں کیونکہ آپ سب سے بہتر (نعمتیں) عطا فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر وہ دستر خوان (جس کی تم نے مجھ سے دعا مانگی ہے) ضرور اتاروں گا لیکن اس کے بعد تیری قوم میں سے جو شخص بھی کفر کرے گا اس کو میں ایسی سزا دوں گا کہ جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی ہو گی۔

عَنۡ عَمَّارِ بۡنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: أُنۡزِلَتِ الۡمَائِدَۃُ مِنَ السَّمَاءِ خُبۡزًا وَلَحۡمًا، وَأُمِرُوا أَنۡ لَا یَخُوۡنُوۡا وَلَا یَدَّخِرُوۡا لِغَدٍ فَخَانُوۡا وَادَّخَرُوۡا وَرَفَعُوۡا لِغَدٍ فَمُسِخُوۡا قِرَدَۃً وَخَنَازِیۡرَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3061

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے روٹی اور گوشت کا دستر خوان اتارا گیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا گیا کہ اس میں کسی طرح کی کوئی خیانت نہ کریں اور نہ ہی اسے کل کے لیے ذخیرہ بنائیں۔ مگر ان کی قوم نے اس میں خیانت کی اور ذخیرہ کیا جس کی وجہ سے ان کے چہرے مسخ کر کے بندر اور خنزیروں جیسے بنا دیے گئے۔

آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیسوی بشارت:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

سورۃ الصف، رقم الآیۃ: 6

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ) جب (حضرت) عیسیٰ بن مریم نے (اپنی قوم سے) کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا (رسول) ہوں، کہ مجھ سے پہلے جو (آسمانی کتاب) تورات آچکی ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور میں ایک عظیم المرتبت رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد تشریف لائیں گے، جن کا نام احمد ہو گا۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس رسول کی آمد کی خوشخبری دی ہے اس سے مراد حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ أَسْمَاءٍ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ (وَأَنَا أَحْمَدُ) وَأَنَا الْمَاحِي

الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3532

ترجمہ: حضرت محمد بن جُبیر بن مُطعم اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(دیگر ناموں کی طرح)میرے(یہ)پانچ نام بھی ہیں: محمد، احمد، ماحی جس کا معنی ہے کفر کو مٹانے والا، حاشر جس کا معنی ہے وہ ذات جس کے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور عاقب۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ الْفَزَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنِّي عِنْدَ اللهِ مَكْتُوبٌ بِخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذَلِكَ: دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسَى وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِي رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ۔

صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:6404

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ الفزاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ رب العزت کے ہاں میں اس وقت خاتم النبیین تھا جبکہ سیدنا آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ مزید فرمایا کہ میں تمہیں اپنے بارے مزید باخبر کیے دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ(جد امجد)حضرت ابراہیم کی دعا(کا ثمرہ)ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا نتیجہ ہوں اور اپنی والدہ کے اس خواب کی حقیقی تعبیر ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ ان سے ایک عظیم الشان روشنی نکلی جس سے ملک شام کے محلات روشن ہوگئے۔

اس حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اسی خوشخبری کا نتیجہ قرار دیا ہے جس کا تذکرہ سورۃ الصف میں ہے۔

انجیل یوحنا کی گواہی:

" احمد " حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام ہے، اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اسی نام سے آپ کی بشارت دی تھی۔ اس قسم کی ایک بشارت آج بھی انجیل یوحنا میں تحریف شدہ حالت میں موجود ہے۔ انجیل یوحنا کی عبارت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے حواریوں سے فرمایا: "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔(یوحنا:16) یہاں جس لفظ کا ترجمہ مددگار کیا گیا ہے وہ اصل یونانی میں "فارقلیط" (Periclytos) تھا جس کے معنی ہیں " قابل تعریف شخص " اور یہ " احمد " کا لفظی ترجمہ ہے لیکن اس لفظ کو " Paracletus " سے بدل دیا گیا ہے، جس کا ترجمہ " مددگار " اور بعض تراجم میں " وکیل " یا " شفیع " کیا گیا ہے۔ اگر " فارقلیط " کا لفظ مد نظر رکھا جائے تو صحیح ترجمہ یہ ہو گا کہ " وہ تمہارے پاس اس قابل تعریف شخص (احمد) کو بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا " اس میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی خاص علاقے یا کسی خاص زمانے کے لیے نہیں ہوں گے، بلکہ آپ کی نبوت قیامت تک آنے والے ہر زمانے کے لیے ہو گی۔ نیز برناباس کی انجیل میں کئی مقامات پر حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام لے کر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارتیں موجود ہیں۔ اگرچہ عیسائی مذہب والے اس انجیل کو معتبر نہیں مانتے، لیکن ہمارے نزدیک وہ ان چاروں انجیلوں سے زیادہ مستند ہے جنہیں عیسائی مذہب میں معتبر مانا گیا ہے۔

آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی، سورۃ الصف، رقم الآیۃ:6

نواں معجزہ... آپ کا زندہ حالت میں آسمان پر اٹھایا جانا:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ایک بات بھی ذکر

فرمائی ہے کہ آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے دین حق کی تبلیغ شروع فرمائی تو یہودی لوگوں نے اسے اچھا نہ سمجھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے لوگوں کا رجحان یہودیوں کی طرف تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے اس رجحان میں کمی آئی تو وہ لوگ حسد کا شکار ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن بن گئے۔ قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن اس میں کامیاب نہ ہوسکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔

وَّ بِكُفۡرِهِمۡ وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰى مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ‌ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۢ ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۱۵۸﴾

سورۃ النساء، رقم الآیات: 157، 158

ترجمہ: اور یہودیوں نے کفر اختیار کیا اور حضرت مریم پر (العیاذ باللہ۔ ناجائز جنسی تعلقات کا بہت) بڑا بہتان لگایا۔ اور یہ کہا کہ ہم نے اللہ کے رسول حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا تھا۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ غلط کہتے ہیں) حالانکہ نہ تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور نہ ہی سولی دے پائے تھے بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے وہ اس میں شک کا شکار ہوئے ہیں۔ انہیں محض گمان کی اتباع کے حقائق پر مبنی باتوں کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔ یقیناً وہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر پائے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ اپنے پاس (آسمانوں کی طرف) اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑا صاحب اقتدار اور

حکمت والا ہے۔

"رفع" اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جانے کا مطلب:

امام فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین الرازی رحمہ اللہ (م: 606ھ) اس آیت کے تحت ایک گمراہ فرقہ (فرقہ مُشَبِّہَۃ) کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ الرَّفْعُ اِلٰی مَوْضِعٍ لَایَجْرِیْ فِیْهِ حُکْمُ غَیْرِ اللّٰهِ۔

تفسیر الرازی، تحت قولہ تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ

ترجمہ: اس آیت مبارکہ میں رفع سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں اللہ کے علاوہ کسی اور کا (ظاہری طور پر بھی) حکم نہیں چلتا۔

فائدہ: فرقہ مُشَبِّہَۃ کے دیگر گمراہ کن نظریات میں سے ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کے قائل ہیں اور اپنا (غلط) استدلال سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت سے کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اھل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات تمام جہات کو محیط ہے محض کسی خاص جہت میں نہیں کہ اس کے علاوہ دیگر جہات میں نہ ہو۔

غامدی صاحب کا باطل عقیدہ:

دور حاضر کے نام نہاد مذہبی اسکالر جاوید احمد غامدی نے اپنا غلط نظریہ یہ پیش کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئی ہے، پھر اللہ نے اُن کو آسمان پہ اٹھایا ہے۔ جبکہ اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت نہیں آئی ہے بلکہ اللہ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے۔

غامدی صاحب کا قرآنی آیت سے غلط استدلال:

غامدی صاحب اپنے باطل نظریے کا قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں جو

سراسر غلط ہے۔ ان کا غلط استدلال اور اس کا صحیح جواب پیش خدمت ہے۔

غامدی صاحب کہتے ہیں: ﴿اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَہِّرُکَ﴾ اس میں اللہ نے فرمایا: ﴿یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ﴾ عیسیٰ! میں آپ کو وفات دوں گا، ﴿وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ اور تجھے آسمان پر اٹھالوں گا۔ دیکھو! خدا نے پہلے وفات کی بات کی ہے پھر اٹھانے کی بات کی ہے۔ کافر تیری لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکیں گے۔ اس سے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے وفات دی ہے پھر اوپر اٹھایا ہے۔

غامدی صاحب کے غلط نظریے کی تردید:

جب عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے قتل کرنے کے لیے یہودی آپ کے پیچھے دوڑے تو عیسیٰ علیہ السلام ایک کمرے میں چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں ﴿اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ﴾ موت تو میرے اختیار میں ہے یہ تجھے نہیں مار سکتے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں یا اللہ موت تو آپ کے اختیار میں ہے آپ ہی دیں گے میرا اس پر پورا یقین کامل ہے لیکن یہ لوگ تو میرے کمرے کے باہر پہنچ چکے ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ رب العزت نے ﴿اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ﴾ کہہ کر تسلی دی ہے اور ﴿وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ کہہ کے اٹھالیا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ نے امام ضحاک رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ موجود تھے اور ابلیس نے یہودیوں کو جا کر بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فلاں کمرے میں چھپے ہیں، جا کر انہیں گرفتار کرو اور قتل کر دو۔ یہودی باہر جمع ہو کے آگئے اب باہر یہودی ہیں اندر عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہودی آگئے ہیں، تم میں سے کوئی ایسا بندہ ہے جو اپنی جان قربان

کر دے ؟ تو وہ کل قیامت کے بعد جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ ایک حواری نے کہا: جی ! میں تیار ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنی مبارک پگڑی دی اور اپنی مبارک قمیص دی۔ انہوں نے پگڑی بھی سر پہ رکھ لی اور قمیص بھی پہن لی۔ اللہ نے شکل بھی عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی۔ تو جب یہ باہر نکلے تو یہودیوں نے سمجھا کہ یہی عیسیٰ ہیں۔ اسی کو قرآن نے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پہ نہیں چڑھے بلکہ ان کا جو شبیہ (ملتی جلتی شکل و شباہت والا) تھا اس کو انہوں نے سولی پہ چڑھایا۔ وہ قتل ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام بچ گئے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ طیطلانوس نامی ایک یہودی شخص تھا، اس کو یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے کمرے کے اندر بھیجا تو اس کی شکل کو اللہ نے تبدیل کر دیا۔ جب باہر نکلا تو یہود نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔ بہر حال! قرآن کا فیصلہ ہے: ﴿وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنا دی تھی یہود ان کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب پر چڑھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پہ اٹھا لیا۔

مُتَوَفِّیْکَ کا معنیٰ:

مُتَوَفِّيْكَ عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ لفظ "تَوَفِّیْ" بروزن "تَفَعُّل" سے بنا ہے جس کا معنی ہوتا ہے "اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا. یعنی "کسی چیز کو پورے طور پر لے لینا" اس کا لغوی معنیٰ موت نہیں ہے۔ باقی جب بندہ مر جاتا ہے تو اس کے بارے میں بھی یہی لفظ بول لیتے ہیں کیونکہ وہ بھی اپنی زندگی کی سانسیں پوری کر چکا ہوتا ہے۔ بالخصوص جب توفی کے ساتھ موت یا نیند کا قرینہ نہ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے پورا پورا لے لینا اور یہاں بھی موت یا نیند کا قرینہ موجود نہیں تو اس کا معنیٰ ہو گا: "اِنِّیْ قَابِضُكَ تَمَاماً" یعنی میں تجھے پورا کا پورا اپنی طرف لے لوں گا۔

دسواں معجزہ... قرب قیامت دوبارہ نازل ہونا:

قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان سے نازل ہوں گے۔ دجال کا خروج ہو چکا ہو گا اور امام مہدی دمشق کی جامع مسجد میں نمازِ فجر کے لیے تیاری میں ہوں گے۔ اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے جامع مسجد کے مشرقی مینار پر دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے اور نماز سے فراغت کے بعد امام مہدی کی معیت میں دجال پر چڑھائی کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہو گی کہ کافر اس کی تاب نہ لا سکے گا، جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر جائے گی وہاں تک آپ کا سانس پہنچے گا اس سانس کے پہنچتے ہی کافر مرتے جائیں گے۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی ایسا پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا تعاقب کریں گے اور "باب لُد" پر جا کر اس کو اپنے نیزہ سے قتل کریں گے اور اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔ اس کے بعد لشکر اسلام دجال کے لشکر کا مقابلہ کرے گا۔ اس لشکر میں جو یہودی ہوں گے مسلمانوں کا لشکر ان کو خوب قتل کرے گا۔ اس طرح زمین دجال اور یہود کے ناپاک وجود سے پاک ہو جائے گی۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِ اَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لَيَنْزِلَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ اِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا فَلَيُكَسِّرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلَا يَقْبَلُهُ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِيْ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَأُجِيْبَنَّهُ۔

مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث:6577

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں مجھ ابو القاسم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) کی جان ہے۔ (قرب قیامت) حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت آپ کی حیثیت یہ ہو گی کہ آپ اہل ایمان کے امام ہوں گے ان کے درمیان انصاف کرنے والے ہوں گے آپ ہی ان کے فیصلے فرمائیں گے اور عدل کو قائم کرنے والے ہوں گے۔ صلیب (عیسائیوں کا دینی شعار) کو توڑ دیں گے (عیسائیت کو ختم کریں گے) خنزیر کو قتل کر دیں گے (یہودیت کو ختم کریں گے) اہل ایمان کی آپس کی دشمنیاں ختم کرائیں گے اور حسد / بغض کو ختم کرائیں گے۔ آپ کو مال کی پیش کش کی جائے گی لیکن آپ اسے قبول نہیں فرمائیں گے پھر وہ (مدینہ طیبہ میں) میری قبر پر تشریف لائیں گے اور آکر مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے کہیں گے اے محمد! تو میں ان کو جواب دوں گا۔

مدینہ طیبہ ...روضہ مطہرہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِي فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ۔

مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: 5508

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، نکاح کریں گے ان کی اولاد ہو گی دنیا میں ان کی مدت قیام پنتالیس 45 سال ہو گی پھر (قرب قیامت کے اسی زمانے میں) آپ کی وفات ہو گی میرے روضہ میں میرے ساتھ دفن کیے جائیں گے اور قیامت والے دن میں اور عیسیٰ بن مریم

دونوں ایک ہی مقبرے سے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ باہر آئیں گے۔

روضہ اقدس میں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی جگہ موجود ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو مَوْدُودٍ وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3617

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں آپ کے قریب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دفن کیا جائے گا۔ ابو مودود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روضہ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دفن ہونے کی جگہ اب بھی موجود ہے۔

قیامت والے دن عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہِ خداوندی میں گفتگو:

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕؔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

سورۃ المائدۃ، رقم الآیات: 116، 117، 118

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ نے لوگوں سے

کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ؟ وہ عرض کریں گے کہ میں تو آپ کی ذات والا صفات کو شرک سے پاک سمجھتا ہوں۔ بھلا میری کیا مجال کہ میں ایسی بات کہوں؟ جس کے کہنے کا مجھے کسی طرح حق نہیں۔ اگر واقعی میں نے ایسی بات کی ہوتی تو یقیناً آپ کے علم میں ضرور ہوتی کیونکہ آپ تو وہ باتیں بھی جانتے ہیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں جبکہ میں آپ کی مخفی باتوں کو نہیں جانتا۔ یقینا آپ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا پورا پورا علم ہے۔ میں نے ان لوگوں سے اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہی جس بات کہنے کا آپ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ اور وہ بات یہ تھی کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ ہاں جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا میں ان کے حالات سے واقف رہا اور جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ خود ان کے نگران تھے اور آپ کی ذات تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو آپ کو حق ہے کیونکہ وہ آپ بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف فرمادیں تو آپ کا اقتدار بھی کامل درجے کا ہے، حکمت بھی کامل درجے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام انبیاء کرام کے باہمی فرق مراتب کو ملحوظ رکھ کر ان پر بلا تفریق ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی مشترکہ دعوت کو صحیح معنوں میں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 28 دسمبر، 2020ء